مرثیہ :

روانہ نہرِ لبن کو جو شیر خوار ہوا

۱۴ بند

بیان آمد قاصد صغریٰ و شہادت امام حسینؑ

۱ روانہ نہرِ لبن[1] کو جو شیر خوار ہوا　　زباں دکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرتؑ کے ہم کنار ہوا　　خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے[2] کا ہار ہوا
اِدھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا!
اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا!

۲ لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے　　پسر کی ننھی سی مَیّت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اسے اُڑھائے ہوئے　　کفن کی فکر میں منہ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی
ہوا یہ رَعشہ کہ فوراً مہار چھوٹ گئی

۳ اُتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا　　وہ نوحہ کرتا ہوا اور مُتّصِل آ یا
مگر حسینؑ تھے بے ہوش کچھ نہ فرمایا　　نگاہِ یاس سے منہ دیکھ کر یہ چلّایا
قرار دو مجھے میں بے قرار ہوتا ہوں
حسین جان کے تم پر نثار ہوتا ہوں

۴ کہو بقیّۂ اولادِ مرتضیٰؑ تم ہو؟　　امیرِ لشکرِ اللہ و مصطفیٰؐ تم ہو؟
غریبِ کوفہ و مظلومِ کربلا تم ہو؟　　بتاؤ قاسمِ ناشاد کے چچا تم ہو؟
جواب دو، پدرِ نامرادِ اکبر ہو؟
جنابِ حضرتِ عباس کے برادر ہو؟

۵ بہن ہے آپ کی زینبؑ، سکینہ دختر ہے؟　　وطن میں بھی کوئی لڑکی علیل و مضطر ہے؟[1]
حضور کا کوئی ننھا سا لال اصغر ہے؟　　ہراول آپ کے لشکر کا حُرِّ صفدر ہے؟
زُہَیر اور حبیب آپ کے مصاحب ہیں؟
جنابِ عَون و محمد کے ماموں صاحب ہیں؟

۶ حسینؑ بھر کے دمِ سرد بولے، اے غم خوار　　امیر کون ہے، میں تو ہوں بے کس و بے یار
کہاں ہیں اکبر و قاسم، کہاں علَم بردار　　خدا کے بندے تھے یہ سب، ہوئے خدا پہ نثار
سپاہِ ظلم نے تنہا سمجھ کے گھیرا ہے
ہزاروں تیغیں ہیں اور ایک حلق میرا ہے

۷ سنا تھا شُہرہ کہاں تو نے میرے اکبر کا؟　　ابھی چراغ ہوا گل حسینؑ کے گھر کا
سنا تھا دَبدَبہ کس سے خدا کے لشکر کا؟　　ابھی ابھی ہوا پایاں خاتمہ بَہتَّر کا
جو شیر خوار کی تجھ کو تلاش ہے بھائی
یہ دیکھ لے مرے ہاتھوں پہ لاش ہے بھائی

۸ شتر سوار پکارا کہ آہ، وَاوَیلا ! !　　نشان اس نے دیا تھا جدا جدا سب کا
حسینِ فاطمہؑ، فِدوی ہے قاصدِ صُغرا　　امامِ عصر کو پھر کھول کر عریضہ دیا
لیا حسینؑ نے باہوں پہ لاشہ اصغر کا
عریضہ ہاتھوں پہ رکھا مریضِ دختر کا

۹ نگاہِ یاس سے شہ نے وہ خط پڑھا خاموش　　کبھی کُڑھے، کبھی روئے، کبھی ہوئے بے ہوش
شتر سوار کا منہ دیکھ کے کیا یہ خروش　　لے اب عریضہ اٹھا، دل پہ ہے قلق کا جوش
جواب کون لکھے گا پدر تو مرتا ہے
اب اک نیابتِ صُغریٰ حسینؑ کرتا ہے

۱۰ وطن سے قاصدِ صُغریٰ تو رن میں آیا ہے (مطلع)　　یہاں صَغیر نے گردن پہ تیر کھایا ہے
گلے سے لاش کو شبیرؑ نے لگایا ہے　　سلام کے لیے قاصد نے سر جھکایا ہے
وہ پوچھتا ہے کہ آس آپ کی یہ توڑ گئے
حسینؑ کہتے ہیں، اکبر بھی ہم کو چھوڑ گئے

[1] یہ بند اگر اوپر کے ۹ بند چھوڑ کے پڑھا جائے تو مرثیہ مختصر ہو جائے گا۔ ورنہ اس بند کو چھوڑا جا سکتا۔

۱۱ ہٹائی چہرۂ اصغر سے خوں بھری چادر پسینہ موت کا ماتھے سے پونچھا سر تا سر
پکارے مُردے کی آنکھوں پہ ہونٹوں کو رکھ کر لکھی ہے فاطمہؑ نے دیدۂ لو سی اصغر

گواہ رہیو کہ فاقے سے جھومتا ہے حسینؑ
اور اُن کے بھائی کی آنکھوں کو چومتا ہے حسینؑ

۱۲ بناؤں ننھی سی قبر اس کی اے خجستہ سیر تو رو کے چلوں پسرِ نوجواں کے لاشے پر
تو پڑھیو لاشۂ اکبر پہ نامۂ خواہر یہ کہہ کے گھوڑے سے اُترے امامِ جنّ و بشر

زمینِ قبر کی خاطر پسند کرنے لگے
مزار کھود کے ناخن سے بلند کرنے لگے

۱۳ لہو سے غسل تو اصغر کو دے چکی تھی قضا ملی بصورتِ کافور شہ نے خاکِ شفا
وہ ننھی قبر، وہ ننھا سا لاشہ اصغر کا اتارا قبر میں بچے کا خوں بھرا لاشا

پر اپنے چاند کو جب خاک میں چھپانے لگے
جگر تڑپنے لگا ہاتھ تھرتھرانے لگے

۱۴ یہ حال دیکھ کے قاصد نے کی مددگاری لحد میں انگلیوں سے خاک ڈالی یکباری
پکاری خیمے کے در سے یہ بانو دکھیاری یہ کس کی قبر کی ہوتی ہے رن میں تیاری!

حسینؑ بولے نئے حادثے گزرتے ہیں
تمہارے ہنسلیوں والے کو دفن کرتے ہیں

۱۵ گری زمیں پہ کلیجہ پکڑ کے وہ ناچار پکاری میری کمائی سے اے زمیں ہشیار
نہ مُردہ جانیو، ہے جان میری یہ دلدار زمیں تیرے نثار اور ترے مکیں کے نثار

یہ زیرِ خاک تو یوں فاطمہؑ کا باغ ملا
تجھے یہ پھول ملا اور ہم کو داغ ملا

۱۶ بلائیں دور سے لے لے کے پھر کیا یہ بیاں تمہاری ننھی لحد پر میں واری اصغر جاں
اکیلے سونے کی مشکل خدا کرے آساں اندھیرے گھر سے نہ گھبرائیو یہ ماں قرباں

تمہارے چاہنے والے گلے لگائیں گے
مجھے یقیں ہے جنابِ امیرؑ آئیں گے

۱۷ غرض کہ فاتحہ اصغر کی قبر پہ پڑھ کر حسینؑ لے گئے قاصد کو لاشِ اکبر پر
نظر پڑی اُسے دولہا کی شان سر تا سر لہو کی مہندی سے ہیں ہاتھ پاؤں لاش کے تر

اور آس پاس حسینی سپاہ سوتی ہے
برات جیسے کہ دولہا کے گرد ہوتی ہے

۱۸ دکھا کے لاش کو، پہلو میں گر پڑے سرور عمامہ اس نے بھی پٹکا زمین کے اوپر
تڑپ کے کہنے لگا، ہائے ہائے پیغمبر پکارا، ہائے علیؑ، ہائے حمزہؑ و جعفرؑ

ارے غضب یہ مُرقّع مٹا دیا کس نے
شہیدِ احمدِ مختار کو کیا کس نے

۱۹ کہا حسینؑ سے شہزادے کو جگاؤں میں؟ جگر کے زخم سے مردے کا ہاتھ اٹھاؤں میں؟
بہن کے خط میں لہو بھائی کا لگاؤں میں؟ حضور شانہ ہلائیں تو خط سناؤں میں

خطاب ان کا جواں مرگ اس دیار میں ہے
بہن کھڑی ہوئی واں در پہ انتظار میں ہے

۲۰ یہ پوچھنا، کہ عدو صرفِ کارزار ہوئے بلند چار طرف شورِ گیر و دار ہوئے
کفِ اجل میں عناں دے کے شہ سوار ہوئے حرم حسینؑ کے خیمے میں بے قرار ہوئے

نکل کے لونڈیاں کہنے لگیں دُہائی ہے
کہ چار لاکھ کی اک جان پر چڑھائی ہے

۲۱ شتر سوار نے خنجر میاں سے کھینچا کہا حسینؑ سے، مولا ٹھہر میں تجھ پہ فدا
ہے آرزو کہ مجھے حشر میں کہے زہراؑ وہ آیا فدیۂ شبیرؑ قاصدِ صغرا

زہے شرف جو مددگاریِ حسینؑ کروں
شہید ہو کے ابد تک جہاں میں چین کروں

۲۲ نہ کلمہ گو سے یہ ہوگا کبھی معاذ اللہ کہ دیکھے سبطِ پیمبرؐ کو زیرِ خنجر، آہ
نہ یار ہے نہ دیار اور نہ فوج ہے نہ سپاہ تو بے پناہ ہے جلادوں میں، خدا کی پناہ

یہ کیا غضب ہے خلیفہ یزید ہوتا ہے
رسولِ حق کا نواسہ شہید ہوتا ہے

۲۳ بیاں اپنی غریبی کا سن کے روئے شاہ — کہا، ہم ایسے ہی بے کس ہیں، آہ قاصد آہ
سوا خدا کے نہیں ڈھونڈھی ہر کسی کی پناہ — نگاہ حق پہ ہے، گو جا چکا ہے نورِ نگاہ
تو جانتا ہے کہ ہم بے کسی سے مرتے ہیں
سقر سے امتِ جد کی رہائی کرتے ہیں

۲۴ یہ کہہ رہا تھا ابھی وہ امیر ابنِ امیر — کہ یک و جُبت نکل آئی میان سے شمشیر
زبانِ حال سے تیغِ علیؑ نے کی تقدیر — کہ اے غیورِ ازل، فخرِ انبیا، شبیرؑ!
جو نیک ہیں، تری مظلومیت پہ روئیں گے
جو بدگماں ہیں وہ قائل کبھی نہ ہوئیں گے

۲۵ میں چاہتی ہوں کہ یہ دیکھیں ضربِ شاہِ امم — مگر یہ جنس وہ ہے جس کے جوہری ہیں کم
علیؑ کی تیغ و شجاعت کی لوگ کھائیں قسم — تمہارا سر ہو قلم، اور یوں ہوں قبضے میں ہم
عیاں ہے مرتبہ ربِّ جلیل پر میرا
پڑا ہے سکّہ پرِ جبرئیلؑ پر میرا

۲۶ حسینؑ بولے کہ اے یادگارِ شیرِ خدا — مقامِ صبر جدا ہے، جلال و طیش جدا
ازل سے ہم ہیں مشیّتؑ شناسِ ربِّ ہدا — کہیں مجاہد و غازی، کہیں خدا پہ فدا
برائے نام نہ جرأت نہ صبر کرتے ہیں
خدا کے واسطے لڑتے ہیں اور مرتے ہیں

۲۷ یہ واقعی مرے بابا نے زور دکھلایا — مگر گلا بھی تو کس بے کسی سے بندھوایا
انھیں کے سامنے دُرّہ بتول نے کھایا — نہ تیغ کھینچی نہ خفگی نہ غصّہ فرمایا
جلال میں نہیں زہرا کا لال آنے کا
کہ ذوالجلال سے وعدہ ہے سر کٹانے کا

۲۸ پکاری تیغ تمہیں عدلِ کبریا کی قسم — جلالِ حمزہؑ و اقبالِ مصطفٰیؐ کی قسم
شکوہ و دبدبۂ شاہِ لافتا کی قسم — تمہیں وفائے شہیدانِ کربلا کی قسم
یہ تیغ کہتی تھی جو حکمِ کبریا پہنچا
اُچھل کے قبضۂ کفِ شاہِ دیں میں جا پہنچا

۲۹ لیا نیام سے جب، مرضیِ الٰہی سے — سپیدا تیغ کا پیدا ہوا سیاہی سے
نقیب نے کہا، لبّیک، خیر خواہی سے — مگر عیاں ہوئے یونسؑ دہانِ ماہی سے
ہلالِ تیغ جو ابرِ سیاہ سے نکلا!
اٹھا یہ شور، کہ یوسف وہ چاہ سے نکلا!

۳۰ فلک نے ہفت سپر رکھ دی پیشِ شاہِ زماں — پہ گرد سر ہوا عرشِ بریںؑ بلا گرداں
کماں دکھا کے کہا کہکشاں نے، ہیں قرباں — شہاب نذر لیے آیا تیرِ شعلہ فشاں
نظر جو مہر نے کی شاہ کی جلالت پر
کرن کے تاروں سے باندھی کمر اطاعت پر

۳۱ جہاد میں ہمہ تن صرف تھے شہِ اقدس — کہ حکمِ حق ہوا، بس اے حسینؑ پیاسے بس
مقامِ ذبح پر اب پھیر دو عنانِ فرس — جہاں کھڑی ہوئی روتی ہے فاطمہؑ بے کس
لو آؤ، سلطنتِ حشر و تاجِ عقبیٰ لو
لو آؤ، نانا کی امت کو ہم سے بخشا لو

۳۲ بسوئے گنجِ شہیداں پھرے امامِ ہدا — قدم کو چوم کے قاصد پکارا، صلِّ علیٰ
یہ قدرت آپ کے حصّے میں تھی، جزاے مولا — جوان بیٹے کو کیوں آج قتل ہونے دیا!
جوابِ عاشقِ حق نے یہ بے درنگ دیا
جب اس نے صبر دیا تھا، اب اذنِ جنگ دیا

۳۳ پھر اب رضائے خدا ہے کہ تیر کھاؤں میں — اور اپنی اماں کے زانو پہ سر کٹاؤں میں
نبیؐ کے سامنے بے سر جہاں سے جاؤں میں — اور اپنے نانا کی امت کو بخشواؤں میں
جو ذبح سجدے میں ہوں دل کا مدعا نکلے
خدا کرے کہ زباں سے خدا خدا نکلے

۳۴ یہ کہتے تھے، کہ بڑھی فوجِ اشقیا، ہے ہے — امامِ عرش نشیں کو گرا دیا، ہے ہے
پکارے پیٹ کے جنت میں انبیا، ہے ہے — گرا نواسۂ محبوبِ کبریا، ہے ہے
بہن حسینؑ کے چہرے پہ خاک ملتی ہے
چھری کلیجے پہ خیرُ النسا کے چلتی ہے

۳۵ غضب ہے شمرِ لعیں آستیں چڑھا کے چلا — شکن جبیں پہ، دستِ جفا میں تیغِ جفا
قریبِ شاہ کے پہنچا جو وہ عدوِ خدا — کہا حسینؑ نے قاصد سے، جا، شتابی جا!
یہ تیغ و سر ہے، یہ زانوئے فاطمہؑ، قاصد!
تو جان لے کہ ہوا میرا خاتمہ، قاصد!

۳۶ یہ کہہ کے غش ہوا وہ نائبِ جنابِ امیرؑ — اور آہ سینۂ مجروح پر چڑھا بے پیر
ابھی قدم پہ پڑا تھا وہ قاصدِ دلگیر — جو غل اٹھا کہ سناں پر چڑھا سرِ شبیرؑ
گلے کے کٹتے ہی پامال لاش ہونے لگی
پسر کے مُردے سے زہراؑ لپٹ کے رونے لگی

۳۷ رسولؐ زادیاں ساری نکل پڑیں باہر — طمانچے منہ پہ لگاتی تھی زینبِ مضطر
پکارتی تھی، کدھر ہو حسین، بھائی کدھر — تمہارا کنبہ تمہیں ڈھونڈتا ہے ننگے سر
پکار لو ہمیں، اکبر کی روح کا صدقہ
جواب دو، علی اصغرؑ کی روح کا صدقہ

۳۸ بتاؤ لوگو، کہاں لاشِ شاہِ والا ہے — کہاں کلیجہ مری ماں کا کاٹ ڈالا ہے
کہاں وہ بھائی ہے، زینبؑ کو جس نے پالا ہے — کدھر وہ میرا گلابی عمامے والا ہے
زمیں سے پوچھو کہ سلطان کیا ہوا تیرا
کہو فرات سے، مہمان کیا ہوا تیرا

۳۹ تلاش کرتی تھی حضرت کی لاش وہ مغموم — جو ایک لاش پہ سر پیٹ کر گری کلثوم
پکاری، اے بہن آؤ، ملی شہِ مظلوم — زیارت آ کے کرو، ہائے کٹ گیا حلقوم
فغانِ ہائے حسینا بلند ہوتی ہے
یہ ہے ہے، لاش اخیؑ پہ بتولؑ روتی ہے

۴۰ یہ سن کے پیٹتی دوڑی بتولؑ کی جائی — لپٹ کے لاشے سے بے ساختہ یہ چلّائی
غریب بھائی اٹھو، بے وطن بہن آئی — بہن نہ مر گئی، تم ذبح ہو گئے بھائی
حسینؑ، بھائی مری آس تم بھی توڑ گئے
اسیر ہونے کی خاطر بہن کو چھوڑ گئے

۴۱ بوقتِ ذبح بہن کو نہ یاد فرمایا — گلے لگا کے بہن کو گلا نہ کٹوایا!
یہ کہہ کے غش ہوئی، حضرت کا لاشہ تھرّایا — دبیرؔ بس کہ جگر خامے کا نکل آیا!
دعا یہ مانگ کہ شیعوں کو چین ہو یارب
ہر ایک گھر میں عزائے حسینؑ ہو یارب

تحقیق متن

• مرثیہ دبیرؔ، جلد اول طبع اول و طبع ثانی۔

بند ۱۲۔ مصرع ۱، نول کشوری نسخہ طبع اول،

"بناؤں ننھی سی قبر آپ کی خجستہ سیر"

مصرع ۳، نول کشوری نسخہ طبع اول:

"تو پڑھ دوں لاشۂ اکبر پہ نامۂ تو اہر"

تصحیح از نول کشور طبع دوم۔

بند ۱۷: مصرع ۲، نسخۂ نول کشور طبع اول میں تیسرا مصرع ہے ہم نے طبع دوم نول کشور کو بہتر سمجھا ہے اور مصرعوں کی ترتیب اسی کے مطابق رکھی ہے۔

بند ۲۳: مصرع ۴، نسخۂ نول کشوری طبع اول "گو جا چکا ہے نورِ نگاہ" طبع دوم

"گو مر چکا ہے نورِ نگاہ"

بند ۲۶: نسخۂ نول کشور کے دونوں ایڈیشنوں میں مشیّت کے بجائے "مسبب" چھپا ہے۔

بند ۳۰: مصرع ۳، نسخۂ نول کشور طبع اول میں: "شہاب نظر سے آیا تیر شعلہ فشاں" چھپا ہے۔ مصحح نے طبع دوم میں "نظر" کو "نذر" نہ پڑھ کر مصرعے کو یوں بنا دیا:

"شہاب آیا نظر سے کے تیر شعلہ فشاں"

بند ۳۵: مصرع ۱، طبع اول:

"غضب ہے شمر لعیں آستین جھٹک کے چلا"

طبع دوم:

"غضب سے شمر لعیں آستین چڑھا کے چلا"

میں نے مصرع کی قراءت کی ہے:

"غضب ہے شمر لعیں آستین چڑھا کے چلا"

فرہنگ

۱۔ نہرِ لبن: دودھ کی نہر، جنت، حضرات حسنینؑ کی لوری تھی۔

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ نَھْرًا مُتَمَلًّا بلبن لِعَلِیٍّ وَّلِزَھْرَا وَحُسَیْنٍ وَحَسَنْ

ترجمہ: جنّت میں دودھ کی ایک چھلکتی نہر ہے اس کے مالک ہیں علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ علیہم السلام۔

۲۔ گلے کا ہار: محبوب، ہر وقت گودیوں میں رہنے والا بچہ۔

۳۔ ششدر: حیران۔ پریشاں۔ ناچار۔

۴۔ شتر سوار: قاصد، نامہ بر۔ پیغام لانے والا (شتر، اونٹ)

۵۔ فِدوی: غلام۔ خادم۔ مُخلص۔

۶۔ دیدہ بوسی: آنکھیں چومنا۔ پیار

۷۔ خُجستہ سِیَر: (خُجستہ: مبارک۔ سِیَر: سیرت کی جمع، عادت) اچھی خصلتوں، مبارک عادتوں والا۔

۸۔ مُرَقَّع: تصویر۔

۹۔ دِیار: وطن۔

۱۰۔ وَجَب: بالشت۔

۱۱۔ غَیُورِ اَزَل: ہمیشہ سے غیرت دار۔ خوددار۔

۱۲۔ پرِ جبرئیل پر سکّہ پڑا: جبرئیل کے پروں پر روزِ جنگ خندق حضرت علیؑ کی تلوار اس وقت لگی تھی جب انھوں نے زمین پر پھیلا دیئے تھے کہ امیرالمومنین کی تلوار دشمن کو کاٹتی ہوئی زمین کے اندر نہ چلی جائے۔

۱۳۔ مَشِیَّت شناس: اللہ کی مرضی کے پابند۔

۱۴۔ بلا گرداں: صدقے۔

۱۵۔ بے دِرنگ: بے تاخیر۔ فوراً۔

۱۶۔ اَخِی: میرا بھائی۔

۱۷۔ خامہ: قلم

مرثیہ نمبر ۹

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

۹۱ بند

بیان شہادت حضرت علی اصغرؑ و شہادت امام حسینؑ

- تعارف و تبصرہ
- مرثیہ
- تحقیق متن
- فرہنگ

مرثیہ پر نظر

مرزا صاحب کا یہ شاہکار مرثیہ، سادگی، منظر نگاری، درد آفرینی اور مقبولیت کے اعتبار سے بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔ چونکہ زیر نظر قلمی نسخہ ۱۹ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ/ ۴ فروری ۱۸۵۰ء کی تاریخ سے آراستہ ہے اس لیے مرثیے کی تصنیف کا زمانہ متعین ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۳ء کو پیدا ہوئے تو ۱۲۶۶ھ میں ان کی عمر تقریباً اڑتالیس سال تھی۔ اور شاعری کا آغاز ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء میں کیا تو مشق کو پینتیس سال گذر گئے تھے۔ اس لیے مرثیے کی تصنیف دوسرے دور، اور استادی و پختگی فن کے زمانے میں ہوئی۔ اس وقت ضمیر زندہ تھے اور مرثیے کے آخری بند سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید رشک و رقابت کا شباب تھا اور لوگ ان کے خلاف تھے،

ہر چند طبع پہ ہے ہجومِ غم و ملال — شکوہ مگر کسی کا نہیں، شکر ذوالجلال
برعکس ہے کوئی تو کوئی برخلاف ہے — آئینۂ دل اپنا ہر اک رو سے صاف ہے

ہو سکتا ہے کہ استاد ضمیر صاحب سے چشمک اور اس کے نتائج کی طرف اشارہ ہو۔

اس پس منظر سے نفسیاتی طور پر مرزا صاحب نے کچھ تو خود محنت کی ہو گی کچھ لاشعوری طور پر جذبۂ تقابل و برتری نے انھیں ابھارا ہو گا جس کے نتیجہ میں مرثیہ کا مطلع جس قیامت کا ہوا وہ مرثیہ کی کامیاب اٹھان کی خبر دیتا ہے۔

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے — بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے، نہ پانی کے ملنے کی آس ہے — پھرتی ہے آس پاس پہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے کیا کروں میں دوہائی حسینؑ کی
پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

اس بند کے سننے اور پڑھنے کے بعد ہر صاحب دل پر جو اثر ہوا ہو گا اسے آپ بھی محسوس کر سکتے ہیں، درد، پریشانی کے لیے صورت واقعہ کی ہو بہو تصویر، الفاظ اور مصرعوں میں کرب کی کیفیت—
[illegible] ہمکتے نہیں، لوٹتے نہیں۔

ماں کے جذبات کا جس شدت سے اظہار ہے، حسرت واندوہ کا جو زور ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مجلس تڑپ جائے اور قاری چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر ایک دو نہیں دس بند اسی اثر انگیزی اور میکی لہجے میں لکھتے چلے گئے ہیں۔ گویا المیے کا مقصد آغاز ہی میں پورا ہو گیا۔ پھر کم و بیش پندرہ بند ذرا دبے دبے غم اور گھٹے گھٹے جذبات کے ساتھ سنے جائیں گے، امام حسین علیہ السلام کا خیمے میں آنا، خواتین کا عالم، بچے کی حالت امام کا فرزند کو آغوش میں لے کر میدان میں آنا اور فوج سے باتیں کرنا، حرملہ کا تیر چلنا، امام کی حالت

سونیوں کسے، اٹھاؤں کہاں، آہ کیا کروں

خبر خیمے میں پہنچی، خواتین کا عالم، ماں کے بین، بند نمبر باون میں تخلص ڈال کر پڑھنے والوں کو اختیار دیا ہے کہ مرثیہ یہاں ختم کردیں۔ ایسی صورت میں پورا مرثیہ المیہ اور بنیہ ہے اور گریہ آفرینی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بند نمبر ترپن سے مرثیہ کا رزمیہ تیور بدلتا ہے اور امام کی جنگ آخر کی گریز کے ساتھ ساتھ، آمد گھوڑا، تلوار، اور جنگ، کے اجزا اپنی ترتیب سے آگے بڑھتے ہیں۔ تلوار کے پندرہ بند ہیں، سب مرصع، برجستہ، نازک خیالی اور تکنیکی اعتبار کے نفیس بند ہیں، اعلےٰ درجے کی غزلیت، اور نہایت لطیف شعریت کے نمونے ہیں:

چار آئینے تے شہرِ بدن کی جو لی پناہ　　بولی کہ منہ تو دیکھ، تو روکے گا میری راہ؟
پھونکا سپر کے کان میں، جا بھاگ روسیاہ　　سیدھی کمان ہو گئی ترچھی جو کی نگاہ
آنکھیں ہرائے تیغ سے جوشن کی پھر گئیں
کڑیاں زرہ کی صورتِ سنبل بکھر گئیں

مرثیہ کے دوسرے حصے میں (یعنی بند نمبر ۵۳ سے ۹۴ تک) امام حسین علیہ السلام کی جنگ اور شہادت کا بیان ہے اور … میکی اور گریہ خیز و حسرت آفریں ہے۔

مرثیہ:

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

۹۱ بند

احوال شہادت علی اصغرؑ و شہادت امام حسین علیہ السلام

۱ بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے　　بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
بِنے دودھ ہے، نہ پانی کے ملنے کی آس ہے　　پھرتی ہے آس پاس، پہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے: کیا کروں میں، دُہائی حسینؑ کی
پُتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

۲ فریاد یا علیؑ! میں کدھر جاؤں، یا علیؑ　　ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں، یا علیؑ
کس طرح ان کی سانس کو ٹھہراؤں، یا علیؑ　　پانی کا قحط ہے، میں کہاں پاؤں، یا علیؑ
پچھلے کو آنکھ کھولی تھی، اب کھولتے نہیں
روتے نہیں، ہمکتے نہیں، بولتے نہیں

۳ اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے　　تازہ ابھی جوانِ اکبر کا داغ ہے
لَو پھر گئی ہے کان کی اگل پہ چراغ ہے　　کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے
کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں
کہہ دو اجل سے یہ تو علیؑ کے ستارے ہیں

۴ میں کہتی تھی، نجف میں انھیں لے کے جاؤں گی　　شاہِ نجف کا ان کو مجاور بناؤں گی
اُنگلی پکڑ کے گردِ لحد کے پھراؤں گی　　ہے ہے، انھیں کو قبر میں اب میں سلاؤں گی
منت کے طوق بڑھ چکے پروان چڑھ چکے
یٰسین کا وقت آگیا قرآن پڑھ چکے

۵ اب کس کی بامراد بڑھاؤں گی ہنسلیاں — ہے ہے اکڑ کے سخت ہو گئیں یہ نرم انگلیاں
تیور بدل بدل کے پھراتے ہیں پُتلیاں — اب میرے لال باندھ نہیں سکتے مُٹھیاں
باقی حواس پیاس سے معصوم کے نہیں
منہ میں انگوٹھے لیتے ہیں اور چوستے نہیں

۶ رونا نہ جانتے تھے سدا مسکراتے تھے — پھیلا کے ہاتھ گود میں سب کی یہ آتے تھے
خاطر سے میری جھولے میں یہ لیٹ جاتے تھے — جاتی تھی میں جدھر، یہ اُدھر منہ پھراتے تھے
کس کی نظر لگی کہ میں نظروں سے گر گئی
وہ چاہ پیار اب نہ رہا آنکھ پھر گئی

۷ ہر دم سکینہ سامنے بھائی کے آتی ہے — ہاتھوں میں خالی کوزوں کو لے کر دکھاتی ہے
سہلا کے ننھے تلوے، یہ رو کر سناتی ہے — من جاؤ بھائی جان، سکینہ مناتی ہے
کُڑھتی ہیں اماں آنکھ کو تم کھولتے نہیں
اللہ، ہم پکارتے ہیں، بولتے نہیں

۸ غصے سے آنکھ بند ہے، یا تشنگی سے آہ — خالق کی تم پہ مہر، علیؑ کی تمہیں پناہ
بے آپ کے پیا نہیں پانی، خدا گواہ — صدقے گئی، پھرا اور ہوا مجھ سے کیا گناہ
تیروں سے مشک چھد گئی مجھ بے حواس کی
پیاسی بہن سنے ہے لو قسم اپنی پیاس کی

۹ سر ننگے گرد جھولے کے کُنبہ ہے سب بہم — پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں کو حرم
تکیے پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دم بدم — چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں
بانوؑ کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں

۱۰ آخر کہا یہ سب نے، بلاؤ امام کو — لاؤ! خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اِس بے زباں کا حال سناؤ امام کو — نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبرؑ کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں
کوئی پکار لو، وہ ابھی ہوں گے راہ میں

۱۱ حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشۂ جواں — جو خیمے سے بلند ہوئی بیبیوں کی فغاں
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں — اکبرؑ! اتمہاری لاش کا خالق نگاہباں
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں، اصغرؑ بلاتے ہیں
اُن کو بھی پاس لا کے تمہارے سُلاتے ہیں

۱۲ منہ پر جوان بیٹے کا تازہ لہو لگائے — ماتم سرا میں گنجِ شہیداں سے شاہ آئے
جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہلِ بیت لائے — بچے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے
رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے
سو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے

۱۳ بیٹھے سرہانے جھولے کے شبیرؑ سر جھکائے — اصغرؑ کے کان سے لبِ مُعجز نُما ملائے
چُپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے — سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
بولی سکینہ: بابا نے مشکل کشائی کی
اماں! مبارک، آنکھ کھلی میرے بھائی کی

۱۴ ہاتھوں پہ سے جھکے اُنھیں جب شاہِ اُتقیا — بانو پکاری: لونڈی کو صاحب، جِلا لیا
سیدانیوں کے پاؤں پہ پھر سر کو رکھ دیا — بولی، خدا نے سب کی دعا سے کرم کیا
لب پر تبسم، آنکھوں سے شہ کے نظارے ہیں
ہم تم کوئی نہیں، اُنھیں بابا ہی پیارے ہیں

۱۵ زینبؑ نے پوچھا شہ سے، کہ اے فخرِ کائنات — کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات؟
شہ بولے: ان کے دادا ہیں حلّالِ مشکلات — اس بے زباں کے کان میں میں نے کہی یہ بات
چلتے ہو، پہلوئے علیؑ اکبر میں سونے کو؟
آتے ہو میرے شیعوں پہ قربان ہونے کو؟

۱۶ جھولے سے اٹھ کے قتل کے میداں کو دیکھیے — کیا لعل و دُر ہیں، گنجِ شہیداں کو دیکھیے
لوٹے ہوئے علیؑ کے گلستاں کو دیکھیے — خنجر کے پھل کو غنچۂ پیکاں کو دیکھیے
یہ سن کے میری گود میں جھولے سے آئے ہیں
مقتل کو شوقِ تیر میں منہ کو پھرائے ہیں

۱۷ بانو پکاری ان پہ تو سب رحم کھائیں گے   بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائیں گے!
شہ بولے، جو نصیب میں ہوگا وہ پائیں گے   پہلے انھیں کے آگے انھیں لے کے جائیں گے
خاطر سے ان کی پانی کے سائل بھی ہوئیں گے
انجام کار یہ ہے کہ ہم ان کو روئیں گے

۱۸ بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہیں   گذری میں ایسے پانی سے لے جائیے نہیں
اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہیں   اصغرؑ کو دیجیئے مجھے رُلوائیے نہیں
شہ بولے، اِن کو شیعوں سے پیارا کرو گی تم؟
جھولے میں موت آئے گی، تو کیا کرو گی تم

۱۹ اب تو ضرور جائیں گے یہ رن کو جائیں گے   پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائیں گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لے کے آئیں گے   پر عمر ہی جو کم ہے تو کیوں کر بڑھائیں گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے
مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

۲۰ سمجھانے پر حسینؑ کے بانو نے رو دیا   دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا
لے کر بلائیں بیٹے کی پھر یہ بیاں کیا   واری، سدھارو، خیر، جو مرضیِ کبریا
دیکھوں پھر آج کب تمھیں گودی میں لیتی ہوں
اللہ و پنجتن کی ضمانت میں دیتی ہوں

۲۱ کس دھوپ میں سدھارتے ہو اے علیؑ کے پھول   سر پر خدا کا سایہ ہو اور پشت پر رسولؐ
آگے حسنؑ، یمین و یسار، حیدرؑ و بتولؑ   واری گئی، اشارے سے کہہ دو کیا قبول،
کھیلے نہ ہم سنوں سے نہ تم گھٹنیوں چلے
یں ہاتھ مل کے رہ گئی دنیا سے یوں چلے

۲۲ اصغرؑ کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر   مڑ مڑ کے اس نے کنبہ پہ حسرت سے کی نظر
ننّھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر   بانو پکاری پھیر کے منہ کو اِدھر اُدھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو
اصغرؑ سدھارتے ہیں جہاں سے، سلام لو

۲۳ گھر سے نہیں چلے ہیں، یہ دنیا سے جاتے ہیں   ننّھے سے ہاتھ جوڑ کے ماں کو دکھاتے ہیں
زینبؑ پکاری ہونٹوں کو بھی تو ہلاتے ہیں   اتنے دنوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں
وہ بولی: بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو، تم
لو دودھ چھ مہینے کا بخشا، سدھارو، تم

۲۴ ہاتھوں پہ لے کے اس کو چلے شاہِ کربلا   اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے، دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا   اصغر پہ ماں نے ڈال دی اک اجلی سی رِدا
چادر نہ تھی، وہ چہرۂ پر آب و تاب پر
ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

۲۵ چادر تھی یا کہ دھوپ تھی بانو کے پھول پر   یا صبح کی سفیدی میں سورج تھا جلوہ گر
روپوش زیرِ چادرِ مہتاب تھا قمر   محسن کے تن پہ حلّۂ نور آتا تھا نظر
اس پردے میں عنایتِ حق آشکار تھی
سایہ فگن وہ رحمتِ پروردگار تھی

۲۶ ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفاؐ   لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہوں گا کیا
منّت بھی گر کروں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا   نے مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا
پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری
پیاسے کی جان جائے گی اور آبرو مری

۲۷ پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے   چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا، تھرّا کے رہ گئے   چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغرؑ تمھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

۲۸ ماں نے بہت گلے سے لگایا، نہ چپ ہوئے   گہوارے میں پھوپھی نے جُھلایا، نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا، نہ چپ ہوئے   رو رو کے سارے گھر کو رُلایا، نہ چپ ہوئے
واں اشکبار تھے تو یہاں بے قرار ہیں
پانی کے تم سبھوں سے یہ امیدوار ہیں

۲۹ گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گناہ گار یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
ششِ ماہہ، بے زبان، نبی زادہ، شیر خوار ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

۳۰ جز شیر اور کچھ نہیں ان کی غذا ابھی نے گھٹنیوں چلے ہیں نہ مکتب ہوا ابھی
بابا کا نام بھی نہیں منہ سے لیا ابھی یہ تو ہر ایک دین میں ہیں بے خطا ابھی
کیا کام ان سے بغض ہے تم کو اگر مرا
جانو خدا کا بندہ، نہ سمجھو پسر مرا

۳۱ یہ کون بے زباں ہے، تمہیں کچھ خیال ہے؟ دُرِ نجف ہے، بانو بے کس کا لال ہے
لو مان لو، تمہیں قسمِ ذوالجلال ہے یثرب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے
پوتا علیؑ کا تم سے طلب گارِ آب ہے
دے دو کہ اس میں نامُوری ہے ثواب ہے

۳۲ پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پدر!
باقی رہے نہ بات کوئی اے مرے جگر سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر!
پھیری زباں لبوں پہ جو اس نورِ عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسینؑ نے

۳۳ مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں لی حرملہ نے شانے سے ششہ ڈوہا نک کی کماں
ترکش سے چن کے کھینچ لیا تیرِ جاں ستاں جوڑا کماں میں تاک کے حلقومِ بے زباں
چھٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے
گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

۳۴ کیا سن تھا، تیر کھاتے ہی بچہ بلک گیا سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا ٹوپی گری زمین پہ منکا ڈھلک گیا
ننھی کلائیوں میں تشنج سے بل پڑے
ہچکی جو آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

۳۵ منہ اُس طرف سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا ہے دہنا ہاتھ زخمِ گلو پر دھرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اگلتے تھے اب خوں اُگلتے ہیں

۳۶ رو کر کہا لعینوں سے، کیوں اے جوان و پیر ہم نے کہا تھا کیا، جو بھلا تم نے مارا تیر
تم سے کلام کرتا تھا میں، یا کہ یہ صغیر اس بے زبان نے تو نہ مانگا تھا آب و شیر
ثابت علیؑ کے پوتے کی کوئی خطا نہ کی
تم نے ہمارے لالے کی کچھ بھی حیا نہ کی

۳۷ انکار میں مضائقہ کیا تھا، غضب کیا خاطر نہ بچے کی نہ ہمارا ادب کیا
تم سب نے کیا کسی سے نہیں کچھ طلب کیا؟ یہ ظلم کافروں نے بھی سائل پہ کب کیا
ناسور اس کے پالنے والے کا دل ہوا
میں آپ پانی مانگ کے تم سے خجل ہوا

۳۸ ہنس ہنس کے سب حسینؑ کے رونے پہ ہٹ گئے شہ نے وہ آہ کی کہ دو عالم الٹ گئے
اصغر ہمک ہمک کے پدر سے لپٹ گئے ننھے سے ہاتھ پاؤں لرز کر سمٹ گئے
ہونٹوں سے شہ کے ہونٹ ملے اور گذر گئے
اک بوسہ مسکرا کے لیا اور مر گئے

۳۹ کیا کام کم سنی میں کیا تشنہ کام نے میراث لی حسینؑ کی اس لالہ فام نے
روزہ چھٹے مہینے جو رکھا امام نے اصغرؑ نے دودھ چھوڑ دیا سب کے سامنے
حلقِ حسینؑ سے ابھی خنجر ملا نہ تھا
یاں تیر تھا گلے میں مگر کچھ گلا نہ تھا

۴۰ کھینچا گلے سے بچے کے آہستہ شہ نے تیر اور ہاتھوں پر بلند کیا لاشۂ صغیر
گردن جھکا کے بولے کہ اے خالقِ قدیر مقبول ہو حسینؑ کا یہ ہدیۂ اخیر
شش ماہہ کوئی کشتۂ تیرِ ستم نہیں
یہ بے زبان ناقۂ صالحؑ سے کم نہیں

۴۱ آئی ندائے غیب کہ اے فخرِ دوسرا نسبت بھلا ہے ناقۂ صالح کو اس سے کیا
حیوان تھا وہ، یہ ہے جگر بندِ مصطفےٰؐ خیرُ البشر کا پارۂ دل، فدیۂ خدا
یوں بے زبان راہِ خدا میں موا نہیں
آدم کی نسل میں کوئی ایسا ہوا نہیں

۴۲ مولا نے اِس ندا پہ کیا شکرِ ذوالجلال لاشہ سنبھالے زین سے اترے لہو میں لال
اصغر کی خوابگاہ کا کرنے لگے خیال دیکھا کہ پاؤں رکھنے کی رن میں نہیں مجال
پڑتی ہے دھوپ قہر کی، لو تیز چلتی ہے
اور گرم گرم بھاپ زمیں سے نکلتی ہے

۴۳ لاشے کے منہ کو دیکھ کے کہنے لگے یہ شاہ: بے چارگی کا وقت ہے اصغر، خدا گواہ
ماں بہنیں گھر میں، باپ پہ یاں نرغۂ سپاہ یہ ریگِ گرم اور یہ بدنِ نرم، آہ آہ
دل ساتھ نکلا پڑتا ہے کیوں کر جدا کروں
سونپوں کسے، لٹاؤں کہاں، آہ کیا کروں

۴۴ ناگہ صدا یہ آئی کہ اے میرے بے دیار تجھ پر بھی میں فدا ترے اصغر پہ بھی نثار
مرتے ہیں مومنوں کے جو اطفالِ شیر خوار جنت میں پالتی ہوں انھیں میں جگر فگار
اے وائے گر نہ پوتے کے کام آئے فاطمہؑ
واری، کھڑی ہے گود کو پھیلائے فاطمہؑ

۴۵ مولا نے اس ندا پہ کیا شکرِ کبریا مانندِ داغ سینے پہ اُس لاش کو لیا
زیرِ قنات آئے شہنشاہِ اتقیاؑ ننھی سی قبر کھود کے مدفون اسے کیا
پھر قبر سے لپٹ گئے اور ایسی آہ کی
جس آہ نے فرشتوں کی حالت تباہ کی

۴۶ فِضّہ سے بانو بولی کہ جا کر خبر تو لا بے رحموں نے مرے علی اصغرؑ سے کیا کیا
فِضّہ گئی اور آ کے کہا: ”وامصیبتا“ بی بی کی کوکھ اجڑ گئی، ہے ہے یہ کیا ہوا
اصغر تو گود میں نہیں معلوم ہوتے ہیں
شبیرؑ ایک ننھی سی تربت پہ روتے ہیں

۴۷ سننا تھا یہ کہ بیبیوں میں سینہ زنی ہوئی فضّہ کے ساتھ عترتِ شاہِ غنی ہوئی
نکلی جو گھر سے نوبتِ جاں کندنی ہوئی دیکھا کہ ایک قبر ہے ننھی بنی ہوئی
رکھے ہیں اس پہ طوق لہو میں بھرے ہوئے
روتے ہیں، سر کو شاہ لحد پر دھرے ہوئے

۴۸ بانو نے آگے بڑھ کے یہ شور و بکا کیا والی! کہو مرے علی اصغرؑ کو کیا کیا؟!
رو کر حسینؑ بولے کہ نذرِ خدا کیا امت کے شیرخواروں پہ اُن کو فدا کیا
بی بی یہ تیرے ہنسلیوں والے کی قبر ہے
بانو، یہ تیرے گود کے پالے کی قبر ہے

۴۹ ہو کر کھڑی وہ زانو و سر پیٹنے لگی تربت پہ کہہ کے ’ہائے پسر‘ پیٹنے لگی
کبریٰ اِدھر، سکینہ اُدھر پیٹنے لگی آ کر بتولؑ خستہ جگر پیٹنے لگی!
سیری نہ پیٹنے سے ہوئی سانس اُلٹ گئی
آنے لگا جو غش تو لحد سے لپٹ گئی

۵۰ بولی پسر کے پیار میں، اصغر! اٹھو اٹھو بس سو چکے مزار میں، اصغر، اٹھو اٹھو
آؤ مرے کنار میں، اصغر، اٹھو اٹھو بہنیں ہیں انتظار میں، اصغر، اٹھو اٹھو
اک دم کے دم میں ہائے یہ سامان ہو گئے
غش آیا، تیر کھایا، لحد میں بھی سو گئے

۵۱ بیٹا، تمہارے دانت نکلنے نہ پائے، ہائے بانو کے آگے گھٹنیوں نے چلنے نہ پائے، ہائے
یہ دکھ پہ دکھ پڑے کہ سنبھلنے نہ پائے، ہائے پھل کھایا تیرِ ظلم کا، پھلنے نہ پائے، ہائے
فاقے میں سیر ہو گئے دنیا کی سیر سے
ہے ہے نہ اک برس بھی کٹا تم پہ خیر سے

۵۲ اے غنچۂ ریاضِ نبیؐ تو نہ گُل ہوا! ہے ہے چھٹے مہینے میں ماتم کا غل ہوا
بے نور آج خیمۂ شاہِ رُسُل ہوا اندھیر ہے، چراغِ سرِ شام گُل ہوا
بے ہوش اس بیان سے وہ خستہ جاں ہوئی
بس اے دبیرؔ بس، کہ قیامت عیاں ہوئی

۵۳ اتنے میں بہرِ جنگ بڑھی فوجِ اشقیا اصغرؑ کو شہ نے پہلوے اکبرؑ میں رکھ دیا
اور دیں کے ہلال کو دی بدر کی ضیا پہنچا زبانِ تیغ سے بھی حکمِ کبریا
قرباں ہُوا ذُوالجَناح شہِ دیں پناہ پر
غصہ تو پیچھے آیا، یہ پہلے سپاہ پر

۵۴ محشر کے زلزلے نے عناں آکے تھام لی نصرت کے وَلوَلے نے رکابِ امام لی
چابک زنِ فلک نے کرن کی لگام لی شامی تو کیا تھے، روز نے بھی راہِ شام لی
حیرت کی شکل خوف سے جنّ و مَلک بنے
دو پاؤں بھاگنے کو زمیں و فلک بنے

۵۵ للکارا آسماں کو، میں آیا کھڑا تو رہ پیکِ ہوا کو کہہ کے ہٹایا، کھڑا تو رہ
سورج پہ نعرہ لن ہوا سایہ کھڑا تو رہ وہ گر پڑا جسے یہ سنایا، کھڑا تو رہ
قہرِ خدا رواں ہوا، پھر کب اماں ملے
کیا خاک میں زمیں کی طرح آسماں ملے

۵۶ دریا تھا موج پر مگر اُس آن چھپ گیا کہسار میں سمٹ کے بیابان چھپ گیا
لشکر میں شہر ہو کے پریشان چھپ گیا ڈر کر عمر کے قلب میں شیطان چھپ گیا
یاں موزہ، واں علیحدہ دستار ہو گئی
آمد ہی میں یہ فوج کی رفتار ہو گئی

۵۷ اَطفالِ فتح پھر تو یکایک جواں ہوئے خطِ شباب جوہرِ تیغِ رواں ہوئے
دو پھل نیامِ سبز سے پرتو فشاں ہوئے اَسرارِ غیب خضر کے منہ سے عیاں ہوئے
طوفاں کی طرح سے یہ اٹھا شور فوج سے
بحرَین آشکار ہوئے ایک موج سے

۵۸ جوہر سے سب کے بال بدن پر کھڑے ہوئے غل تھا، ہلال میں ہیں ستارے جڑے ہوئے
مرتے ہیں رُعبِ تیغ سے ہم بے لڑے ہوئے جوہر کے پیچ سے ہیں بلا میں پڑے ہوئے
جوہر ہیں طرفہ ہیبتِ تیغِ دلیر ہے
مچھلی کے جال میں یہ مگر کوئی شیر ہے

۵۹ باندھی صفیں جماعتِ کفارِ شام نے طاعت کی حفظِ جان کے لیے خاص و عام نے
پراں کے عیب کھوے علیؑ کی حسام نے تکبیر کہہ کے ہاتھ جو چھوڑا امام نے
رعشہ ہوا یہ خوفِ شہِ کائنات سے
تیغیں گریں بتوں کی طرح چھٹ کے ہات سے

۶۰ چار آئینے نے شہر بدن کی جو لی پناہ بولی کہ منہ تو دیکھ، تو روکے گا میری راہ؟
پھونکا سپر کے کاں میں، جا بھاگ زُو سیاہ سیدھی کماں ہو گئی ترچھی جو کی نگاہ
آنکھیں ہوائے تیغ سے جوشن کی پھر گئیں
کڑیاں زرہ کی صورتِ سنبل بکھر گئیں

۶۱ آگے کی صف کے تیغ دو سر کاٹتی تھی سر اور بولتی تھی پیش نگہ، ہر قدم ظفر
ناگاہ آئے پشت پہ کچھ پیشوائے شر تیغِ علیؑ نے دیدۂ جوہر سے کی نظر
رف رف صفت اُلٹ کے یہ فرفر نکل گئی
کانٹے الجھ کے رہ گئے صرصر نکل گئی

۶۲ بارانِ ذوالفقار سے ہستی کے گھر بہے تخمِ بدی شمر کا بچا، سب شجر بہے
بے مغزوں کے حباب کے مانند سر بہے سوتے تھے جو زمیں میں وہ افلاک پر بہے
جز ابرِ تیغ منہ سے گرے تھے نہ سر کبھی
کہتا تھا اب برس کے نہ برسوں گا پھر کبھی

۶۳ ریتی میں ہوئے تیغ نے کی جستجوئے موج طوفان کی طرح گئی یہ موج سوئے فوج
دل کیا تھے پانی پانی ہوئی آبروئے فوج ٹھہرا نہ آبِ تیغ کہیں جز گلوئے فوج
اترا گلے سے جس کے تو دم اس کا چڑھ گیا
قد گھٹ گیا سقر کی طرف پاؤں بڑھ گیا

۶۴ بو کی طرح دماغ میں آئی، چلی گئی مثلِ ہوا سروں میں سمائی، چلی گئی
مانندِ شعلہ باگ اٹھائی، چلی گئی آندھی کی طرح آگ لگائی، چلی گئی
سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی
اندازِ دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۱ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

۶۵ ظلمت میں آنے جانے میں آبِ حیات تھی   اور روشنی میں نیّرِ اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی   منہ سے نکلنا اس کے لیے ایک بات تھی
رن میں تو کافروں کے فقط حلق پر پھری
پر شہروں میں زبانوں پہ مثلِ خبر پھری

۶۶ سیدھی چلی یہ تیغ تو لشکر الٹ دیا   جیسے علیؑ نے ہاتھ سے خیبر الٹ دیا
پرزے کیے رسالوں کے دفتر الٹ دیا   غصّے سے پھر پڑی تو مقدّر الٹ دیا
جس دم مڑی نہ پشت پہ باقی رہا کوئی
جیسے پلٹ کے چوٹ کرے اژدہا کوئی

۶۷ دریا گھٹا حسامِ [1] دو پیکر کے گھاٹ سے   زندوں نے کی تلاشِ کفن اس کے پاٹ سے [2]
لشکر نے ہاتھ دھوئے لڑائی کے ٹھاٹ سے   اک دم بھی خیر سے نہ کٹا اس کی کاٹ سے
تلوار تھی کہ قہرِ خداوندِ پاک کا
طوفاں ہوا کا، آگ کا، پانی کا، خاک کا

۶۸ دستے کیے دوتے تیرِ مژہ کے قلم کیے   پھل سینکڑوں سنانِ نگہ کے قلم کیے
لاکھوں کیا وقت [1] نے زلفِ سیہ کے قلم کیے   رایتِ [2] قیاس ورائے سپہ کے قلم کیے
ٹھہرے جو نام کو تو نشانِ قدم ہوئے
بھاگے جو راہ کاٹ کے کوچے قلم ہوئے

۶۹ یہ ایک تیغ تیز نہرِ آسمانِ دیں   ابرِ بہارِ فصلِ چمن، باغبانِ دیں
سرسبز اس روش سے ہے کیا بوستانِ دیں   سبزے کی طرح کھیت رہے باغیانِ دیں
ہو ہو کے زرد خاکِ سیہ میں شفقی ملے
قاروں کے باغِ زر کو گلِ اشرفی ملے

(1) حاشیہ از صفحہ سابقہ) مندرجہ ذیل بند دفترِ ماتم میں زائد ہے:
کیوں دو زباں تھی تیغِ شہنشاہِ بحر و بر   ہاں خمس اور زکوٰۃ نہ دیتے تھے اہلِ شر
جاں اک زباں سے مانگتی تھی اک زباں سے سر   دو پھل تھے، یا کہ دو ید طولے تھے جلوہ گر
قبضے میں آسمان بھی تھا اور زمیں بھی
دنیا بھی چھینتی تھی مخالف سے دین بھی

۷۰ یہ مغز تک بھی کھا گئی، سر کو خبر نہ تھی   تھی عین [1] آنکھ میں پہ نظر کو خبر نہ تھی
کھولی گرہ پہ موئے کمر کو خبر نہ تھی   یہ مبتدا وہ تھی کہ خبر کو خبر نہ تھی
توسن [2] پہ توسن اس نے گرائے زمین پر
بیٹھے رہے سوار اسی طرح زین پر

۷۱ اللہ ری حق شناسیِ شمشیرِ دو زباں   حق [1] ہم سمجھ کے نہ کھاتی تھی استخواں!
بس مثلِ شیر خون پیا اور ہوئی رواں   پر روحِ بد کے ساتھ سے قالب بھی سرگراں
دل نے قسم دی تیغ دو سر کی زبان کو
میرا لہو پیے جو نہ کھا جائے جان کو

۷۲ تلوار نے جو پشت سے لی گردنِ عدو   آسیب بن کے سایۂ تیغ آیا روبرو
دوزخ پکارا، مر تو بھلا، میں ہوں اور تو   جیسی تھی روح ویسے فرشتے تھے چار سو
جو اس کے بیچ میں تھا بلا سے دوچار تھا
پھل سے جو پھل ملا تو عذابِ فشار تھا

۷۳ چل پھر سے دل نہ رخش کا میدان میں پھرا   مانندِ موج تیغ کے طوفان میں پھرا
مثلِ براق عرش سے اک آن میں پھرا   بن کر ہوا عدم کے بیابان میں پھرا
مثلِ خیال صاف دلوں سے گزر گیا
سو کا وسیلے [1] ایک ذرّے کے نقشے پہ کر گیا

۷۴ ناگاہ [1] شوق خلد کے گلزار کا ہوا!   اور حوصلہ بزرگوں کے دیدار کا ہوا
ارمان ذوالجلال کے دربار کا ہوا   سر کو خیال ہدیۂ غفّار کا ہوا
کی تیغ میان میں تو وہ بولی دہائی ہے
اب حشر تک علیؑ کے پسر سے جدائی ہے

[1] نسخہ نول کشور میں یہ زائد مطلع ہے:
برباد جب مرقعِ خیر النّسا ہوا (مطلع) اور اک قلم قلمِ چمنِ مرتضیٰؑ ہوا
پھر "اُقتلوا الحُسَین" کا غل جا بجا ہوا   سبطِ نبیؐ پہ نرغۂ اہلِ جفا ہوا
خنجر قلق کا فاطمہؑ کے دل پہ پھر گیا
زہراؑ کا چاند فوج کے طوفاں میں گھر گیا

۷۵ تصویرِ حادثوں کی دکھانے لگا خیال — دیکھا کہ ہے سکینہ کا منہ سیلیوں سے لال
ہوتے ہیں لاشۂ شہدا رن میں پائمال — بازار میں کھلے ہیں نبیؑ زادیوں کے بال

بخشندۂ قطارِ شتر کا جو پوتا ہے
وہ اونٹ کھینچ کھینچ کے بیہوش ہوتا ہے

۷۶ آئی ندا کہ یہ بھی تمھیں اب قبول ہے — شہ نے کہا: قبول ہے یارب! قبول ہے
پردیس میں اسیریِ زینبؑ قبول ہے — اُمّت کی ہو رہائی تو ہیں سب قبول ہے

بابا کے شیعہ نانا کی اُمّت عزیز ہے
اُن سے نہ گھر نہ کنبہ نہ حرمت عزیز ہے

۷۷ ناگہ بلا کی طرح جھکا لشکرِ جفا — اور "اُقتُلُوا الحُسَین" کا غل ہر طرف اٹھا
خشکی میں اہلِ بیت کا گھر ڈوبنے لگا — اک گھر کے ساتھ غرق ہوئے گھر ہزارہا

اب تک محبِّ سیّدِ عالی تباہ ہیں
والی ہوا شہید موالی تباہ ہیں

۷۸ نیزے لگے جو سینے میں تھرّا کے رہ گئے — شکرِ خدا زبان سے فرما کے رہ گئے
بیٹھا جو تیر ماتھے پہ تیورا کے رہ گئے — گرنے لگے تو ہاتھوں کو لٹکا کے رہ گئے

اکبرؑ نہ تھے جلو میں نہ عبّاسؑ پاس تھے
مظلوم بیچ میں تھا عدو آس پاس تھے

۷۹ سینے پہ بھالے رکھ کے گرایا حسینؑ کو — جی بھر کے ظالموں نے ستایا حسینؑ کو
گرنے پہ خاکِ شفا تو وہ بنایا حسینؑ کو — ہے ظلم کی یہ حد کہ غش آیا حسینؑ کو

پر دیکھیو حواس شہنشاہِ نیک کے
سجدے میں سر جھکا دیا ہاتھوں کو ٹیک کے

۸۰ آیا سرہانے تیغ بکف شمرِ روسیاہ — بولا گلا کہ میں ہوں پیمبرؐ کی بوسہ گاہ
دل نے کہا یہ سینہ ہے گنجینۂ الٰہ — بیٹھا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرحِ آہ

اِس ظلمِ نو سے چرخِ کہن کانپنے لگا
ایسا حسینؑ تڑپے کہ رن کانپنے لگا

۸۱ ڈیوڑھی پہ آئے سب حرمِ بادشاہِ دیں — چلّائی پیٹ پیٹ کے منہ زینبِ حزیں
آیا یہاں ہے کوئی مسلمان یا نہیں؟ — بیٹھا ہے کس بزرگ کے سینے پہ یہ لعیں

اے ابنِ سعد فاطمہؑ کا کنبہ روتا ہے
تو دیکھتا ہے بھائی مرا ذبح ہوتا ہے

۸۲ بولا عمر کہ روک لو خیمے کا سامنا — اک غول آ کے خیمے کے آگے کھڑا ہوا
اس ظلم سے بس اور بھی زینبؑ کا دم گھٹا — فضّہ کو رن میں بھیجا کہ حضرت کو دیکھ آ

مقتل کو وہ بڑھی تھی کہ مڑ کر یہ آہ کی
کٹتی ہے بوسہ گاہ رسالتؐ پناہ کی

۸۳ پانی وہ مانگتے ہیں، پلاتا نہیں کوئی — کیا قہر ہے کہ پاس بھی آتا نہیں کوئی
سینے سے بے حیا کو اٹھاتا نہیں کوئی — اس درد کو خیال میں لاتا نہیں کوئی

اماں تمھاری بیٹی ہیں بلبلاتے ہیں
وہ بیٹے سے لپٹتی ہیں حوریں چھڑاتی ہیں

۸۴ زینبؑ نے بال کھول کے رن کو قدم بڑھائے — سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
زینبؑ پکاری، ہائے مرے بھائی جان ہائے — بھیّا پکار لو، یہ بہن کس طرف کو آئے

بھیجوں کسے تلاش کو، سب میرے مر گئے
آنکھیں بہن کی ڈھونڈھتی ہیں، تم کدھر گئے

۸۵ کٹتی تھیں واں گلے کی رگیں، کون دے جواب — ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب
اے آسماں کہاں ہیں حسینؑ فلک جناب — اے آفتاب کیا ہوا زہراؑ کا آفتاب

کہہ اے فرات پیاسوں کا سلطاں کدھر گیا!
اے کربلا بتا ترا مہماں کدھر گیا!

۸۶ ناگہ چلے عمر کی طرف رن سے اہلِ شام — "الفتح" کی ندا ہوئی، باجے بجے تمام
واں سے بڑھی یہ بھائی کی عاشق جو چند گام — بے سر پڑا تڑپتا ہوا لاشۂ امام

جو وقتِ ذبح سبطِ پیمبرؐ کا حال تھا
وہ لاشۂ حسینؑ پہ خواہر کا حال تھا

۸۷ پہلے تو تھے پیچھے ڈر سے اور ہٹ گئے — آئی جو لو حسینؑ کی تو سب لپٹ گئے
گرنے تڑپ تڑپ کے تھے ہی کلیجے بھی پھٹ گئے — روئے حرم، نصیب ہمارے الٹ گئے
مرنے کا یہ محل ہے کہ جا شور و شین کی
آنکھوں سے لاش دیکھ رہے ہیں حسینؑ کی

۸۸ ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی! — پر بانو حسینؑ کو کچھ بن نہ آتی تھی
جب سر کے کھولنے کے لیے ہاتھ اٹھاتی تھی — کچھ اپنے دل میں سوچ کے وہ ٹھہر جاتی تھی
گھٹتا تھا دم قلق تھا قیامت کا جان پر
اک آہ لاش پر تھی اور ایک آسمان پر

۸۹ آخر تڑپ کے حضرت زینبؑ کو دی صدا — اک دن وہ تھا کہ بخت جو سوئے خواب میں رہا
جنت سے آئیں لونڈی کے گھر اشرف النسا — سر گوندھا اور پھر لئے پھلنے کی دعا
عاشق جو مجھ کو پایا شہِ مشرقین کا
دکھلا دیا جمال جناب حسینؑ کا

۹۰ اک دن یہ ہے کہ سامنے ہے لاشۂ حسینؑ — مجھ کو ادب ہے فاطمہ زہراؑ کا فرض عین
سر کھولنے کا وقت ہے ہنگام شور و شین — یہ کام ہے تمہارا کہ ان کی ہو نور عین
یہ سر وہی ہے جبکہ میں بندگی میں آئی تھی
اپنی عبا علیؑ ولی نے اڑھائی تھی

۹۱ اکبر کا صدقہ اب تو مرے کام آئیے — آخر ہوا سہاگ مری نتھ بڑھائیے
لونڈی کے بال کھول کے بیوہ بنائیے — بھابھی حسنؑ کو روتی تھیں کیوں کر بتائیے
رنڈسالہ میں طلب نہیں کرتی جناب سے
محروم تو نہ رکھیے عزا کے ثواب سے

۹۲ زینبؑ پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں — ماں نے دولہن بنایا تھا بیوہ بناؤں میں
آؤ جبیں پہ خاک ملوں، نتھ بڑھاؤں میں — مانگو دعا زمین پھٹے اور سماؤں میں
ہے ہے بچھڑ کے گور کنارے گئے حسینؑ
جلتی ہوں اور یہ سنتی ہوں مارے گئے حسینؑ

۹۳ بس اے دبیر بس، کہ پریشاں ہے دل کا حال — کھلتے ہیں شاہزادیِ ایران کے رن میں بال
ہر چند طبع پر ہے ہجوم غم و ملال — شکوہ مگر کسی کا نہیں، شکر ذوالجلال
برعکس ہے کوئی تو کوئی برخلاف ہے
آئینۂ دل اپنا ہر اک رو سے صاف ہے

تمام شد

۱۹ ربیع الاول ۱۲۶۶ ہجری

تحقیقِ متن

(۱) قلمی نسخہ: ۱۹ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء کا مخطوطہ مرثیہ بشکریہ مولانا ضیاء الحسن صاحب موسوی کراچی
(۲) دفترِ ماتم، جلد سوم طبع دسمبر ۱۸۹۹ء لکھنؤ۔ بشکریہ جناب نسیم امروہوی صاحب و جناب مشتاق حسین صاحب رضوی
(۳) مرثیہ مرزا دبیر، جلدِ اول، مطبع نول کشور لکھنؤ۔ طبع اول۔

****

بند۳: قلمی نسخہ، مصرع ۳: "بانو کے گھر میں اب یہی کل اک چراغ ہے"
متن مطابق دفترِ ماتم۔
قلمی نسخے کی بیت ہے:
اصغر کا پاتراب ہے، اکبر سدھارے ہیں — کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں
بند۴: قلمی نسخہ، مصرع ۵: "منّت کے طوق اتر چکے پروان چڑھ چکے"
بند۵: قلمی نسخہ، مصرع ۴: "اب میرے لال باندھ نہیں سکتے مٹھیاں"
مصرع ۶: "منھ میں انگوٹھے لیتے ہیں پر چوستے نہیں"
متن مطابق دفترِ ماتم ہے۔
بند۶: دفترِ ماتم، مصرع ۲: "پھیلا کے ہاتھ گود میں یہ سب کی آتے تھے"
بند۷: دفترِ ماتم، مصرع ۲: "ہاتھوں میں ان کے لے کے کھلونے دکھاتی ہے"
بند۹: دفترِ ماتم کے حاشیہ پر بیتِ بدل یہ بھی لکھی ہے:
آ آ کے کف جو ننھی سی باچھوں میں بھرتے ہیں
کوثر سے چادروں کے حرم پاک کرتے ہیں
بند۱۳: دفترِ ماتم، مصرع ۵: "بولی بہن نصیب نے اب تو بھلائی کی"
بند۱۴: دفترِ ماتم، مصرع ۱: "ہاتھوں پہ لے چکے جو اسے شاہِ انقیا"
بند۱۸: دفترِ ماتم، بیت:

شہ بولے چھوٹے ہیں جو یہ مر جائیں کیا کرو — بہتر یہی ہے شیعوں پہ میرے فدا کرو
بند۱۹: دفترِ ماتم، مصرع ۱: "اب تو ضرور جائیں گے یہ رن میں جائیں گے"
مصرع ۴: "کم ہوئے گا جو سن ہی تو کیوں کر پڑھائیں گے"
بند۲۰: دفترِ ماتم، مصرع ۵: "دیکھوں پھر آج گود میں کب تم کو لیتی ہوں"
بند۲۱: دفترِ ماتم، مصرع ۳: "اور ڈھونڈھنے بائیں پیارے کے ہوں حیدرؑ و نبیؐ"
بند۲۵: دفترِ ماتم، مصرع ۲: "یا صبح کی سپیدے میں ——— "
بند۲۶: قلمی مرثیہ، مصرع ۳: "تے پانی مانگ آتا ہے مجھ کو تر التجا"
مصرع ۶: "بچّے کی جان جائے گی ———"
متن مطابق دفترِ ماتم ہے۔
بند۳۲: دفترِ ماتم، مصرع ۳: "باقی رہے نہ بات کوئی اے مرے پسر"
بند۳۵: دفترِ ماتم:
منہ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا — دیکھا نشانہ تیر کا وہ بے خطا ہوا
یعنی دو سار حلق سے تیرِ قضا ہوا — بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا
بند۴۱: دفترِ ماتم و قلمی نسخہ میں یہ بند ہے، نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ دفترِ ماتم، مصرع ۳:
"حیران تھا وہ، یہ ہے جگر سبطِ مصطفےٰؐ"
اور بیت ہے:-
بے مثل تیری فوج زمین و زماں میں ہے — ششماہہ اک شہید یہ ستر دو تن میں ہے
اور حاشیے پر وہ بیت ہے جو ہمارے قلمی مرثیے کے متن میں ہے فرق صرف "راہِ خدا"
اور "راہِ رضا" کا ہے، متن کی بیت مطابق ہے قلمی نسخے کے
بند۴۲: قلمی نسخہ مصرع ۲: "لاشا سنبھالے گھوڑے سے اترے ـــ"
بند۴۳: قلمی نسخہ، مصرع ۲: "کیا وقت اضطرار ہے، اصغر خدا گواہ"
بند۴۴: قلمی نسخے میں "اطفال خورد سال" متن میں لکھا ہے اور حاشیہ پر تصحیح ہے "شیرخوار" نیز اس
بند کے بعد نو بند دفترِ ماتم میں زائد ہیں۔ زائد بندوں میں پہلا بند ۴۵ یہ ہے۔
سن کر فغانِ دخترِ سلطانِ انبیا — حضرت نے لاشہ پہلوئے اکبر میں رکھ دیا
بس اے دبیر ہلتا ہے اب عرشِ کبریا — نزدیک ہے شہادتِ سردارِ اتقیا

خاتونِ حشر لٹتی ہے محشر قریب ہے

خنجر سے بوسہ گاہِ پیمبر قریب ہے

یہ بند تکرار معانی کی وجہ سے میں نے داخل متن نہیں کیا۔

بند ۴۶ : دفتر ماتم کے حاشیے پر چھٹے مصرع کا نسخہ بدل یہ ہے ۔

اک ننھے سے مزار پہ شبیر روتے ہیں

بند ۵۳ سے قلمی نسخے، مرثیہ طبع نول کشور اور دفتر ماتم پھر مسلسل ہوتا ہے۔

بند ۵۴ : دفتر ماتم و نسخہ نول کشور، مصرع ۴

"شامی تو کیا ہیں روز نے بھی راہ شام لی"

دفتر ماتم، مصرع ۶ : "دریاؤں بھاگنے کو زمیں کے طبق بنے"

متن مطابق قلمی نسخہ

بند ۵۵ : قلمی مرثیہ میں چاروں مصرعوں کی ردیف ہے "کھڑا تو ہو" دفتر ماتم کی ردیف مطابق متن ہے

نسخہ نول کشور میں یہ بند موجود نہیں ہے ۔

بند ۵۷، ۵۸ : دفتر ماتم سے نقل ہیں، نسخہ قلمی و نول کشور میں نہیں ہیں ۔

بند ۵۹ : نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ قلمی مرثیہ، مصرع ۲

"طاعت کی حفظ جان کی ہر خاص و عام نے"

دفتر ماتم میں ہمارے متن کی بیت حاشیے پر ہے اور اصل بیت یہ ہے :

تیغیں گریں زمیں پہ یوں اٹھانے میں جیسے بت آستیں سے نبیؐ کے زمانے میں

نیز دیکھیے مرثیہ "کس کی زبان سے پیاس نے پائی ہے آبرو" بند ۸۸

بند ۶۰ : نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ قلمی نسخہ، مصرع ۲

"بگڑی کہ منہ کو دیکھ ——————"

قلمی نسخہ، مصرع ۴ : "سیدھی کمانیں ہو گئیں ——————"

متن مطابق دفتر ماتم ۔

بند ۶۱ : نسخہ نول کشور میں نہیں ہے، متن مطابق قلمی و دفتر ماتم ۔

بند ۶۲ : صرف دفتر ماتم میں ہے ۔

قلمی نسخے [illegible] یعنی آٹھ بند ضائع ہو گئے ہیں، مذکورہ تین بند دونوں مطبوعہ

نسخوں سے نقل ہیں۔ بند ۹۰، مرثیہ

"کس کی زباں سے تیغ نے پائی ہے آبرو"

بند ۶۹، ۷۴ : نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ دفتر ماتم سے نقل ہیں ۔

بند ۷۴ : دفتر ماتم کے حاشیے پر پہلے مصرعے کی یہ صورت بھی ہے :

شکل نگاہ آنکھ کے ایوان میں پھرا

بند ۷۵، ۷۶ : قلمی نسخے میں نہیں ہیں ۔

بند ۷۷ : قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہے ۔

حاشیہ کا بند نہ دفتر ماتم میں نہ قلمی نسخے میں، نسخہ نول کشور میں ہے اور میرے کتب خانے کے

ایک ۱۹ بند کے مرثیے کا یہ مطلع ہے اور اس مرثیے کا کوئی بند اس مرثیے میں نہیں ہے۔

بند ۷۸ : دفتر ماتم و نول کشور مصرع ۱ ۔ "بلا کی طرح گرا"۔ نیز دفتر ماتم مصرع ۳

"خشکی میں ڈوبنے لگا گھر اہل بیت کا"

بند ۷۸ سے ۸۱ تک سب نسخوں میں یکسانیت ہے ۔

بند ۸۲، مصرع ۳ دفتر ماتم : "ہے ہے یہاں کوئی ہے مسلماں یا نہیں"

مصرع ۵، نول کشور : "اے ابن سعد سن کہ نبی نیزا روتا ہے"۔ نیز دفتر ماتم و نول کشور "قتل ہوتا ہے"

بند ۸۵ : دفتر ماتم، مصرع ۴، "بھیا پکار لو، یہ بہن کس طرف کو جائے"

بند ۸۶ : قلمی نسخہ، بیت کی ردیف ہے "کیا ہوا"، متن مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہے ۔

بند ۸۷ : دفتر ماتم حاشیے کی بیت قلمی اور نول کشوری نسخے کے مطابق ہے لیکن متن میں بیت ہے :

جو جو قلق ہوئے تھے دم ذبح بھائی پر وہ سب کے سب گذر گئے زہرا کی جائی پر

بند ۸۹ : دفتر ماتم مصرع ۴ مطابق متن اور نول کشور "وہ ٹھہر جاتی تھی"۔ نیز ردیف "ہے" ہے اور دفتر ماتم

میں چاروں مصرعوں کی ردیف ہے "تھی" اور قلمی و نول کشوری نسخوں کی بیت حاشیے پر ہے

متن کی بیت ہے ۔

چھریاں سی پھر رہی تھیں دلِ پاش پاش پر اک آہ آسمان پہ تھی ایک لاش پر

بند ۹۰ : نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ قلمی اور دفتر ماتم میں ہے۔ مگر دفتر ماتم اس بند پر اور مندرجہ

ذیل بند پر "نسخہ" لکھا ہے ۔

آخر یہ بولی حضرت زینبؑ سے وہ غریب اک دن وہ تھا کہ خواب میں جاگے مرے نصیب

جنت سے آئیں آپ کی آماں مرے قریب — تھا ساتھ اس جناب کے اللہ کا حبیبؐ

سر گوندھا، سہرا ماتھے پہ باندھا، کرم کیا

لونڈی کے ساتھ عقدِ امامِ امم کیا!

بند ۹۱: قلمی نسخے اور دفترِ ماتم میں ہے نول کشوری نسخے میں نہیں ہے۔

دفترِ ماتم میں کل بند ۹۶ اور نول کشوری نسخے میں ۶۰، قلمی نسخے میں ۷۷ ہیں،

بند ۹۲: دفترِ ماتم، مصرع ۱ :

"اکبر کا صدقہ اب مرے کام آپ آیئے"

فرہنگ

۱۔ انفراغ : فرصت

۲۔ مَنّت : نذر، دعا قبول ہونے کے بعد نذر پوری کرنا۔ گلے طوق، یا چاندی کی ہنسلی، کان میں بندا، ہاتھ میں کڑا، پاؤں میں بیڑی۔ مَنّت کے لیے پہناتے ہیں۔

۳۔ کوزہ : مٹی کا گلاس، آب خورہ۔

۴۔ لاشۂ مجراں : حضرت علی اکبر کی لاش قتل گاہ میں رکھ رہے تھے کہ خیمے میں شورِ گریہ ہوا۔

۵۔ کیا قبول : یہ دستور رہے کہ جب مرد کسی سفر یا کسی کام کے لیے گھر سے باہر جانے لگتے ہیں تو گھر کی کوئی خاتون (خصوصاً بزرگ خاتون) خدا حافظ، اللہ نگہبان، امام رضاؑ کی ضمانت میں دیا، اللہ پنجتن کی ضمانت میں دیا، اور جانے والا کہتا ہے "قبول کیا"

۶۔ مِنّت کرنا : خوشامد کرنا۔ منانا۔

۷۔ دوٹانا کی کمان : مضبوط اور طاقت ور کمان۔ ٹانک : کمان کھنچنے کا وزن، چوبیس سیر کا وزن ہے۔ کمان کے چلے میں لٹکا کر تیر کے کھنچاؤ تک لے جاتے تھے۔ دوٹانک کی کمان، وہ کمان جسے دوٹانک کے ذریعے کھینچا جائے، ایسی کمان کو بہت بڑا تیر انداز چلاتا اور بڑی سخت چوٹ کا تیر چلایا جاتا ہے)

۸۔ تشنج : رگوں میں اینٹھن۔ اعصاب کا کھنچاؤ۔

۹۔ ششماہہ : چھ مہینے کا۔ کشتہ : مقتول۔ قتل کیا ہوا۔

۱۰۔ ناقۂ صالح : قرآن مجید میں حضرت صالح نبیؑ کا واقعہ موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے :

حضرت صالح نے اپنی قوم کو تنبیہ کی کہ اس ناقے کو نقصان نہ پہنچائیں ورنہ سخت عذاب نازل ہوگا۔ یہ ناقہ ایک دن چشمے کا پانی پیے گا اس دن کوئی شخص چشمے کو استعمال نہ کرے۔ دوسرے دن سب کو چشمہ استعمال کرنے کا حق ہوگا۔ اس معجزے کو دیکھ کر بڑے بڑے سرکش، ایمان لے آئے، مگر منکروں نے دشمنی نہ چھوڑی اور تدبیر کر کے ناقے کو مار ڈالا، اس کے بعد ایسے سخت عذاب

نازل ہوئے کہ سرکشوں کا نام و نشان مٹ گیا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو بہت اہتمام سے بار بار یاد دلایا ہے۔

۱۱۔ جگر فگار: جس کے جگر پر زخم ہوں۔

۱۲۔ اَتقیا: تقی کی جمع، متقی پرہیزگار لوگ۔

۱۳۔ کوکھ: پیٹ، کوکھ جلی: بے اولاد عورت۔

۱۴۔ عِترت: اولاد

۱۵۔ گُل ہوا: پھول بنا، جوان ہوا۔

۱۶۔ پرتو فشاں ہونا: چمکنا، بحرین: دو سمندر۔

۱۷۔ حُسام: تلوار۔ (دو پیکر تلوار، دو دھار تلوار)

۱۸۔ پاٹ: کپڑے کی چوڑان۔ تلوار کا عرض و طول۔

۱۹۔ کَبادہ: کمان، نرم اور ہلکی کمان۔

۲۰۔ رایت: جھنڈا۔

۲۱۔ عین: آنکھ مراد ٹھیک جگہ، اس مصرع میں، عین، آنکھ، نظر کا استعمال مراعاۃ النظیر ہے۔

۲۲۔ توسن: گھوڑا۔ مصرع میں تلوار کی دہشت کا بیان ہے۔ کہ تلوار کی دہشت یہ تھی کہ اس نے کاٹا تو گھوڑے کو مگر دم نکل گیا سوار کا۔

۲۳۔ ہُما: عقاب کی قسم کا ایک پرندہ جس کی غذا استخواں (ہڈی) ہے اور اس کو مبارک پرندہ مانا جاتا ہے۔ "میر العو بیئے" ایک قسم ہے۔

۲۴۔ کاوہ: گھوڑے کا چکر، مصرع کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑا اس تیزی سے چکر کھا رہا تھا کہ ایک ذرے پر سو نقش بنتے تھے۔

۲۵۔ سیلی: تمانچہ۔

۲۶۔ بخشندۂ قطارِ شتر: حضرت علیؑ کہ آپ نے ایک سائل کو اونٹوں کی قطار عطا کی تھی۔

۲۷۔ مُحِب: موالی۔ محبت کرنے والا۔

۲۸۔ خاک تودہ: مٹی کا وہ تودہ جس پر تیر چلانے کی مشق کرتے تھے۔

۲۹۔ بندی: قید۔ حضرت بانو، ایران کی شہزادی تھیں۔ فتح ایران کے بعد قید ہو کر مدینے آئیں تو حضرت علی علیہ السلام نے امام حسینؑ کے ساتھ ان کا عقد کیا تھا۔

[illegible] اور سفید کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔

مرثیہ نمبر ۱۰

آمد ہے بادشاہ فلک بارگاہ کی

۱۰۰، بند

بیانِ شہادتِ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام

- تعارف و تبصرہ
- مرثیہ
- تحقیق متن
- فرہنگِ الفاظ

مرثیہ پر نظر

مرزا صاحب کا یہ مشہور مرثیہ، اپنی سادگی اور تاثیر میں ممتاز ہے۔ آمد کی شان، دبدبے کا منظر، امام کا سراپا، اسلحہ کی تفصیل و تعریف، گھوڑا۔ رجز۔ مرثیہ کا نصف حصہ مکمل گھیرے ہے۔ بلند جذبات، خوش کن خیالات، اور مدحیہ عناصر جمع ہیں۔ دس بند تلوار کی تعریف میں لکھ کر ایک بند نیزے کے لیے کچھ تیر و کمان کا تذکرہ بھی استادانہ مہارت اور سادگی سے کیا ہے۔ اس کے بعد مرثیے کے المیہ بند شروع ہوتے ہیں اور تدریجی طور پر مرثیہ بین میں داخل ہو کر اصل مقصد پورا کرتا ہے۔

ہمارے پاس اس مرثیے کو ایڈٹ کرتے وقت دو مرثیے تھے۔

۱۔ سرفراز علی کے قلم سے لکھا ہوا مرثیہ جس کے آخر میں ہے۔

"تمت تمام شد مرثیہ　　مرزا صاحب سلمہٗ اللہ

بتاریخ ۱۳ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ ہجری۔ بقلم سرفراز علی"

گویا یہ مرثیہ کسی ایسے مرثیے کی نقل ہے جو مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا گیا تھا اور اکبر علی نے اسی سے "سلمہ اللہ" نقل کیا ہے کیونکہ مرزا صاحب محرم میں رحلت کر چکے تھے۔

۲۔ دفتر ماتم، جلد چہاردہم، ۸۹، طبع لکھنؤ کا فوٹو اسٹیٹ جو محترم نسیم امروہوی صاحب نے ارسال فرمایا:

قلمی مرثیے اور مطبوعہ نسخے میں، لفظوں، مصرعوں اور بندوں کا فرق ہے۔ سرفراز علی صاحب نے غالباً کسی مختلف نسخے سے انتخاب کر کے تقریباً ستر بند نقل کیے ہیں۔ اور مطبوعہ متن نظر ثانی یا اس سے زیادہ نظروں کے بعد مرتب ہوا ہے۔ اور مرزا صاحب نے گیارہواں بند مطلع کا لکھ کر مرثیہ خواں کو اجازت دی ہے کہ وہ مرثیہ کو اگر مختصر کرنا چاہے تو دس بند اول کے اور ایک بند آخر سے چھوڑ کر ۸۹ بند پڑھے، مرثیہ مختصر ہو جائے گا۔ سرفراز علی کے نسخے میں تخلص نہیں ہے، مطبوعہ مرثیے میں تخلص کے دو بند ہیں۔

ہم نے اختلافات نسخ اور ترمیم و تنسیخ کے بارے میں مفصل نوٹ آخر مرثیہ میں جمع کر دیے ہیں۔

مرثیہ :

آمد ہے بادشاہ فلک بارگاہ کی

۱۰۰ بند

بیان شہادت امام حسین علیہ السلام

۱ آمد ہے بادشاہ فلک بارگاہ کی　　ہر ذرہ ہے کلاہ سرِ مہر و ماہ کی
سقائے فیض دھوتا ہے فردیں گناہ کی　　اک شکل ہے بنا میں سفید و سیاہ کی
مردم پئے نظارہ ہیں رن میں نکلے ہوئے
رستے ہیں بند، آنکھوں کے حجرے کھلے ہوئے

۲ ڈر سے زمیں کھڑی ہے فلک سب نشستہ ہیں　　جن و ملک بسیار و یمیں دستہ دستہ ہیں
دندانِ گرگ، عدل سے یک جا شکستہ ہیں　　شیرانِ قہر پنجہ کہن، دست بستہ ہیں
شمشیرِ قہرِ شاہ ہے دشمن کے واسطے
زنجیر سطرِ جادہ ہے رہزن کے واسطے

۳ ہفت آسماں سے گردِ سواری ہے ہم کنار　　کیسے فلک، وہ عرش سے بڑھتی ہے بار بار
آوازِ عرش دیتا ہے، اے گرد ہوشیار!　　مولا کے در سے مجھ کو ندامت ہے بے شمار
ہے مجھ میں تجھ میں فرق زمیں آسمان کا
تو گرد راہ کی، میں غبار آستان کا

۴ دل سے سکندر آئینہ دارِ حضور ہے　　ذوالکفل اک نقیبِ امامِ غیور ہے
موسیٰ کے پیشِ چشم تجلیِ طور ہے　　عیسیٰ بپاسِ حکم، سواری سے دور ہے
یہ نقش تو نگینِ سلیماں پہ کندہ ہے

۵ خاقاں کے تن پہ جوشنِ چینی شکستہ حال　　قیصر کے سر پہ مغفرِ رومی ہے اب وبال
دستِ کمالِ رستمِ دستاں ہے بے کمال　　فرقِ عروجِ زالِ زریماں ہے پائمال
حاتم گدائے جودِ شہِ مشرقین ہے
نوشیرواں بھی نائبِ عدلِ حسینؑ ہے

۶ فرطِ ادب سے شحنۂ گردوں پیادہ ہے　　خوفِ ادب سے دور زحل ایستادہ ہے
سکتے ہیں مثلِ خامۂ عطارد فتادہ ہے　　انشا سے لوحِ ابجدِ ایجاد سادہ ہے
ہر کام پر قضا و قدر جو دلیر ہیں
یہ ابنِ شیرِ حق کے اشارے سے شیر ہیں

۷ شوکت کا جو فلک کی بلندی پہ ہے عتاب　　لاتا ہے وہ سند کر ہوں بے چوں بہ جناب
طلعت ہے منبطلِ شرفِ ماہ و آفتاب　　پر مہر و ماہ فخر سے دیتے ہیں یہ جواب
بے جا نہیں کلاہِ سرِ آسماں ہیں ہم
نعلینِ پائے خسروِ کون و مکاں ہیں ہم

۸ زنجیرِ پائے ظلم ہے انصافِ حق پسند　　اک گھاٹ پانی پیتے ہیں اب گرگ و گوسفند
فتنہ کا تیغِ قہر سے ٹکڑے ہے بند بند　　بیداد کی زبان سے فریاد ہے بلند
ہر دل پہ سکہ رعبِ شہِ دو جہاں کا ہے
شورِ الغیاث والحذر والاماں کا ہے

۹ عقبیٰ پہ چشمِ مہر ہے دنیا پہ چشمِ قہر　　دوراں سے ہے محاسبۂ جمع و خرچِ دہر
جنت محبّ کا گھر ہے جہنم عدو کا شہر　　کوثر ہے قند شیعوں کو اور دشمنوں کو زہر
تقدیر سے حساب طلب ہے کہ کیا کیا
کہتی ہے وہ، حسینؑ نے جو کچھ کہا، کیا

۱۰ بخشا ہے مصحفِ رخِ روشن نے نورِ حق　　دیتے ہیں ذرے شمس کو شمسیہ کا سبق
صحرا شمیمِ تن سے ہے فردوس کا طبق　　پڑھتا ہے خار خارِ گلستاں ورق ورق
سایہ زمیں پر ہے کہ سایہ ہے طور کا
سرمہ ہے طور کا کہ یہ معدن ہے نور کا

۱۱ (مطلع) آمد ہے نورِ چشمِ رسالت پناہ کی
آمد ہے شیرِ بیشۂ شیرِ الٰہ کی
آمد ہے خسروِ فلکِ مہر و ماہ کی
آمد ہے بے دیار کی اور بے سپاہ کی
تیغیں پڑی ہیں بیچ میں آ کر صفائی کو
تیروں کو بھیجتی ہے اجل پیشوائی کو

۱۲ رحمت ہے وہ کہ جس کی حمایت گناہ کو ہیبت ہے وہ کہ خوف ہے جس سے پناہ کو
جرأت ہے وہ کہ زلزلہ ہے کوہ و کاہ کو قدرت ہے وہ کہ جس کی خبر ہے الٰہ کو
معصومیت ہے وہ کہ مُحِب صدقے ہوتے ہیں
مظلومیت ہے وہ کہ مخالف بھی روتے ہیں

۱۳ کوثر کا اشتیاق میں شہ کے یہ حال ہے گویا وہ تشنہ لب ہے یہ آبِ زُلال ہے
یوں حورِ خلد غرفے سے محوِ جمال ہے گویا وہ روزہ دار ہے اور یہ ہلال ہے
آوازِ پا کے دھیان میں رضواں خموش ہے
گویا یہ ہے اذاں وہ نمازی کا گوش ہے

۱۴ ہے مرہمِ عناں کہ ہو عرشِ بریں کی سیر عیسیٰؑ ہے خطبہ خواں کہ "ترے دم قدم کی خیر"
قربانِ تاجدارِ سلیماں ہیں وحش و طیر زخموں سے رنگ زرد ہے فاقوں سے حال غیر
پشت و پناہ عالمیاں بے پناہ ہے
آگے اجل ہے پشت پہ زینبؑ کی آہ ہے

۱۵ اکبرؑ کا داغ ہاتھ سے پکڑے ہوئے جگر بھائی کا دردِ مرگ سنبھالے ہوئے کمر
اندوہِ پائمالیِ قاسمؑ ہیں دردِ سر اور یادِ خشکیِ لبِ اصغرؑ ہیں چشمِ تر
پرچم ہے برق، نالہ علم، قدِ آہ ہے
اشکِ رواں سپاہِ شہِ بے پناہ ہے

ك بند ۱۱ سے پہلے کے دس بند چھوڑ کر یہاں سے مرثیہ شروع کیا جا سکتا ہے اور اسے چھوڑ کر

۱۶ ہے تاجِ حضرتِ شہِ لولاک فرق پر یہ سر ہے زیبِ تاج تو وہ تاج زیبِ سر
محتاجِ تاج کا نہیں سلطانِ بحر و بر سر تاج خود یہ خضر و سکندر کے ہیں، مگر
دیتے ہیں سر رضائے الٰہی کے واسطے
رکھا ہے سر پہ تاج گواہی کے واسطے

۱۷ قبلے کا قبلہ، کعبے کا کعبہ رخِ امام لکھتا ہے کعبہ قبلۂ ایماں اسے مدامؑ
اس رو سے کچھ لیا تھا شرف اس نے قرض وام وجہِ طوافِ کعبہ فقط یہ ہے، والسّلام
گر نور دے یہ ذرّۂ بے آب و تاب کو
پھر ذرّہ نورِ چشم لکھے آفتاب کو

۱۸ محصولِ چہرۂ شہِ دیں ہے جدا جدا قبلے سے سجدہ، کعبے سے حج، کوہ سے صفا
قرآں سے خلاصہ اور ایماں سے وِلاؑ روزوں سے روزہ، شب سے مناجات اور دعا
نکہت جناں سے تازگی آبِ حیات سے
اَحسنتؑ احق سے صَلِّ عَلیٰ کائنات سے

۱۹ عیسیٰؑ کی روح، تازہ یہ شکل لطیف ہے قرآں مقابلے میں ہو؟ حدیثِ ضعیف ہے
اس کے حضور نیرِ اعظم خفیف ہے ماہِ مبارکِ رمضانِ شریف ہے
یکتا سیاہ ابروؤں کے دونوں طاق ہیں
رخ ہے مہِ صیام یہ شبہائے طاقؑ ہیں

۲۰ چشمہ ہے نور کا رخِ سلطانِ ارجمند رتبے میں لاکھ کوثر و تسنیم سے دوچند
بینیؑ نے عینِ چہرے پہ کی ہے جگہ پسند بینی ہے یا کہ چشمے سے اک موج ہے بلند
روشن ضمیر چشمِ امامِ غریب ہے
بینی کو پیشِ بینیِ عینک نصیب ہے

۲۱ مولا بہارِ سبزۂ خط جب دکھاتے ہیں آئینے کو یہ طوطیِ سدرہ بناتے ہیں
غائب کو آئینے میں عدم سے بلاتے ہیں کیسا بلانا، مُردے کو فوراً جلاتے ہیں
گہہ عکس روبرو ہے گہے شرم خوردہ ہے
دیکھے تو زندہ ہے جو نہ دیکھے تو مردہ ہے

۲۲ ہے لام و دال سے لب و دنداں کے آشکار — دنیا میں لعل و دُر کا ہوا ہم سے اعتبار
لب ہیں، کہ لب بلب دو مہِ نو ہیں بار بار — دندان یا صفیں ہیں ستاروں کی ہم کنار
انجم بھرے ہیں برجِ دہانِ حباب میں
یوسفؑ نے یہ ستارے نہ دیکھے تھے خواب میں

۲۳ دندان و لب کی سب نے ثنا کی ہزار ہا — پر ہم نے اس حساب کا اب خاتمہ کیا
دو حرف لفظِ لب میں ہیں اک لام ایک با — ہوتے ہیں تیس لام کے دو بے کے واہ وا
دندان کے اس رقم سے عدد آشکار ہیں
اتنے گہر امانتِ پروردگار ہیں

۲۴ بازارِ قدرِ آبِ بقا ہے ذقن سے سرد — پانی کے آگے جیسے تیمم کا حکم گرد
رنگِ خضر ہے خضرِ خطِ پشتِ لب سے زرد — یہ خضر گوشہ گیر ہے وہ خضر کوچہ گرد
ناگفتہ یہ لبوں کی ثنائے شنیدہ ہے
اک بات میں مسیح کا پردہ دریدہ ہے

۲۵ غائب دہن ہے اور دُرِ دنداں ہے آشکار — لو غیب کا خزانہ ملا، شکرِ کردگار
آئے جو سامنے لبِ شیریں کے ایک بار — بن پانی کو زہ قند کا ہو حباب وار
بیتاب رخ کی آب سے ہے تابِ آئینہ
شیریں لبوں کا عکس کرے آب آئینہ

۲۶ نذرانۂ لبِ خلفِ الصدق بوتراب — لالے سے رنگ، لعلِ بدخشاں سے آب و تاب
ادنیٰ خراجِ گیسوئے شاہِ فلک جناب — آہو سے نافہ، نافۂ آہو سے مشکِ ناب
ظلِ ہمائے قدر سایہ ہے زلفِ جناب کا
یہ سلسلہ ہے سلسلہ جنبانِ ثواب کا

۲۷ سینہ ہے ماخذِ کتبِ جملہ انبیاء — ہے نقدِ دین و شرع یہاں جمع ایک جا
شمرِ لعیں نے پاؤں اسی سینے پر دھرا — بے دین خوب بعدِ نبیؐ شرع پر چلا
زخموں سے نہر خوں کی بغلوں میں بہہ گئی
[illegible]

۲۸ ترکیبِ دستِ ابن ید اللہ پر فدا — ہے بہترین صنعِ یدِ قدرتِ خدا
کشتیِ فلک کا ہے یہ ہاتھ ناخدا — اور کھولتا ہے عقدۂ ہر شاہ و ہر گدا
بے اس کے دستِ چرخ سے کار جہاں نہ ہو
آواز ایک ہاتھ سے جیسے عیاں نہ ہو

۲۹ مذہب میں اپنے سجدہ ہے پیشِ قد امام — بے یادِ قامتِ شہِ دیں ہے اذاں حرام
اب تک اسی امام کے ماتم میں خاص و عام — زانو پہ ہاتھ مارتے ہیں پھیر کر سلام
آتا ہے سب کو حیف کہ امت نے کیا کیا
سجدے میں سر امام کا تن سے جدا کیا!

۳۰ اب نحویوں کے علم کا دعوے اٹھاتا ہوں — یعنی میں ایک قاعدہ نو بتاتا ہوں
'ابصار' جمع چشم ہے، یہ سنتا آتا ہوں — لیکن زرہ میں آنکھوں کے حلقے میں پاتا ہوں
مضمون تو ہے سست پہ بندش میں چست ہے
گر جمع چشم کہیے زرہ کو درست ہے

۳۱ چار آئینہ وہ قلعہ کہ جس سے درم و غنا — ہے دور مثلِ حلقۂ بیرونِ در، بلا
پر یہ شرف حصارِ وضو کو فقط ملا — چار آئینہ نہیں ہے یہ اعضا کی ہے ضیا
میرے امام کو نہیں درکار آئینہ
ہیں چار واجبات وضو چار آئینہ

۳۲ گنجۂ سپر کی فہم میں حیراں ہیں سب بشر — ڈھونڈھو تو ایک پر نہیں، اور نام ہے سپر
دیتی ہے یہ خبر کہ حسینؑ اس کا ہے پسر — کاٹے ہیں جس کی تیغ نے جبرئیل کے پر
مطلب ہے یہ "سپر" کا تو سب کو پسند ہے
انگشتِ نیزہ بہرِ گواہی بلند ہے

۳۳ شانے پہ قوس دیکھ کے حیرت میں ہے جہاں — پیدا نہالِ قد سے ہوئی شاخِ کہکشاں
خالی گل و ثمر سے ہیں سب سرو بوستاں — شمشادِ فاطمہؑ پہ فدا جانِ شیعیاں
تیغ و سپر سے سرو سہی بار یاب ہے
پھل اس کا ہے ہلال تو پھول آفتاب ہے

۳۴ اور تیغ کی تو ملکِ فنا میں دُہائی ہے   قطعِ دلیلِ کفر کی خاطر یہ آئی ہے
جوہر نے آبِ تیغ کو بیڑی پنہائی ہے   ورنہ ابھی تو کون و مکان کی صفائی ہے
کلکِ قضا و تیغِ علی ایک بیت ہے
یہ بیت مطلعِ شرفِ اہل بیت ہے

۳۵ اب مدحِ ذوالجناح کی زیبِ رقم کروں   اک دشت سایۂ رم آہو بہم کروں
دریا میں یہ سیاہیِ سایہ میں ضم کرو   اور عقلِ کل کی فکر کو اپنا قلم کروں
بے صفحۂ دراز نہ لکھنے کا نام لوں
قرطاسِ شہپرِ ملک الموت دام لوں

۳۶ تحت الثریٰ کی سیر میں ہے رشکِ موجِ آب   فوق السما پہ گشت میں ہے غیرتِ سحاب
منزل کے قطع کرتے میں ہے تیغِ آفتاب   مشکل کے سہل کرنے میں حکمِ ابوتراب
ہاتھوں سے پاؤں چلنے میں آگے بڑھ آتے ہیں
بس چاروں نعل آئینہ دکھلائے جاتے ہیں

۳۷ مغرب سے راکب اس کا جو مشرق کو ہو رواں   خدام بوسہ دے کے عناں پر کہے کہ "ہاں"
پورا نہ لفظ ہو رہے اکا بھی آئے سرِ زباں   دوڑے یہ صورتِ الفِ تیر بے گماں
وہ لفظ "ہاں" زباں پہ ہو اُس بُعد و فرق میں
ہے نکلے غرب میں تو الف نون شرق میں

۳۸ القصہ لاکھ رونق و اقبال و جاہ سے   آئے حسینؑ معرکے میں خیمہ گاہ سے
تنہا تھے، پر سوا تھے عدو کی سپاہ سے   رحمت خدا کی جیسے زیادہ گناہ سے
بولے میں جاں بلب ہوں نصیحت مری سنو
آغازِ نزع ہے رجزِ آخری سنو

۳۹ اب تو نکالو پنبۂ غفلت کو کان سے   فریادِ انبیا ہے بلند آسمان سے
پھرتے ہیں طائر اڑتے ہوئے آشیاں سے   ہلتے ہیں کوہ و دشت، حرم کے فغاں سے
سن لو، صدا بلند ہے ہر سنگ و خشت سے
خاتونِ حشر آتی ہیں رن میں بہشت سے

۴۰ دیکھو نمود ہیں اثرِ قہرِ ذوالجلال   کھولے ہیں صحنِ خانہ میں سیدانیوں نے بال
سید گھرا کھڑا ہے گنہ گار کی مثال   نزدیک ہے زمین ہو زرد، آسمان لال
آندھی سیہ بلند ہو مغرب کے کونے سے
سید کے قتل ہونے سے زہراؑ کے رونے سے

۴۱ روشن ہے کائنات میں نام و نسب مرا   چاروں کتب میں "فدیۂ حق" ہے لقب مرا
اظہارِ آخری ہے یہ تم سب سے اب مرا   نانا نبیؐ ہے باپ امیرِ عرب مرا
ایجاد کائنات کا ان کے سبب ہوا
خاطر سے ان کے خاک کا آدم لقب ہوا

۴۲ ہم شکلِ مصطفےٰؐ کا پدر ہوں میں بے پدر   محبوبِ کبریا کا پسر ہوں میں بے پسر
بے فوج و بے علم ہوں میں سلطانِ بحر و بر   بے آب و دانہ ہوں میں سلیمانِ خشک و تر
جو فاقے کر کے مر گئی اس کی کمائی ہوں
خیر النسا کا لال ہوں، زینبؑ کا بھائی ہوں

۴۳ حَیَّ علیٰ خیرِ العمل اذاں میں ہے امدادِ فاطمہؑ   تسبیح بعد فرض کے ہے یادِ فاطمہؑ
آب و نمک ہے ورثۂ اولادِ فاطمہؑ   آواز قہرِ حق کی ہے فریادِ فاطمہؑ
بولو! تمہیں قسم نبیِ مشرقین کی
یہ اور فاطمہؑ ہے، کہ مادرِ حسینؑ کی

۴۴ روشن ہے جس سے شمس و قمر، میں وہ نور ہوں   ہے کوہِ طور جس کا شرر، میں وہ طور ہوں
مشتاق سلطنت کا نہیں ہوں، غیور ہوں   غربت میں قتل ہوتا ہوں اور بے قصور ہوں
بیعت اگر نہ کی تو نہ کی، کیا زبوں کیا
مجھ پر قصاص کیا تھا جو پیاروں کا خوں کیا

۴۵ بابا مرا ہے وارثِ اعجازِ انبیا   اک دن کہا کسی نے کہ یا شیرِ کبریا
عیسیٰؑ نے سنگریزے کو طائر بنا دیا   یہ معجزہ تمہیں بھی خدا نے عطا کیا؟
فرمایا، ہاں تمام شرف ہم نے پائے ہیں
طائر کی اصل کیا ہے دو عالم بنائے ہیں

۴۶ پھر سنگریزہ ہاتھ میں رکھ کر دکھا دیا   اور بند کر کے لعلِ لب اپنا ہلا دیا
فوراً بنا کے طائرِ رنگیں اڑا دیا   اعدا کو اس شہؑ نے صُمٌّ بُکمٌ سنا دیا
یاں اس علیؑ کے لال پہ بارانِ سنگ ہے
کیوں منصفو! کہیں بھی یہ دستورِ جنگ ہے

۴۷ فرماتا ہے یہ سورۂ رحمٰں میں کبریا   سب کو فنا ہے اور مرے وجہ کو بقا
اللہ کے نہ چہرہ ہے نے ہات ہے نہ پا   ہم وجہِ ذوالجلال ہیں جس کو نہیں فنا
کیوں منہ پھرا کے خلد سے دوزخ میں جاتے ہو
بے وجہ تم حسینؑ کا نقشہ مٹاتے ہو

۴۸ قرآں میں جو لفظ "یداللہ" ہے تم   معبود کے وہ دستِ زبردست ہم ہیں، ہم
تم نے ہمارے ہاتھ کیے نہر پہ قلم   بے دست و پا میں ہو گیا عباسؑ کی قسم
کل عرش کو ہلا کے یداللہ روئیں گے
دستِ جفا تمہارے جہنم میں ہوئیں گے

۴۹ میں چشمِ مصطفیٰؐ ہوں مجھے کیوں رلاتے ہو   میں گوشِ حق ہوں حرفِ زبوں کیوں سناتے ہو
میں شمعِ مرتضیٰؑ ہوں مجھے تم بجھاتے ہو   میں جانِ فاطمہؑ ہوں مجھے تم ستاتے ہو
تم سب کا میہمان ہوں اور بے طعام ہوں
اللہ کی زبان ہوں اور تشنہ کام ہوں

۵۰ یارو میں دین و شرع ہوں صوم و صلوٰۃ ہوں   یارو! میں حج و روزہ و خمس و زکوٰۃ ہوں
میں خضرِ کائنات ہوں آبِ حیات ہوں   راہِ صراط کا میں چراغِ نجات ہوں
پچھتاؤ گے جو شمعِ نبی کو بجھاؤ گے
لے کر چراغ ڈھونڈھو گے تو پھر نہ پاؤ گے

۵۱ منبر ہے عرش، واعظِ ہفت آسماں میں ہوں   مسند ہے کعبہ، مفتیِ کون و مکاں میں ہوں
خطبہ ہے شرع، قاضیِ ہر انس و جاں میں ہوں   کشور ہے دین، حاکمِ ہر دو جہاں میں ہوں
میوہ ہے میرا گلشنِ جنت، میں باغ ہوں
پروانہ جبرئیل ہے اور میں چراغ ہوں

۵۲ محشر کی انجمن کا میں ساقی ہوں غافلو   سب فوج پیاسی مر چکی، اب مجھ کو پانی دو
پانی کا نام سن کے پکارے وہ زشت خو   سب کچھ کہو پہ منہ سے نہ پانی کا نام لو
فرماتے ہو فرات تو زہراؑ کا مہر ہے
پھر چھین لو، وہ تم ہو، یہ ہم ہیں، یہ نہر ہے

۵۳ سنتے ہی اپنا نام زبانِ امام سے   نکلی زبانِ تیغ دہانِ نیام سے
جس طرح برق تڑپے کہیں دھوم دھام سے   گر کر پڑے ملک فلکِ نیل فام سے
یہ کہہ کے دوست ہٹ گیا پہلوئے دوست سے
لو اژدہا تڑپ کے نکل آیا پوست سے

۵۴ چلائی ذوالفقار کہ ہیں اشقیا کدھر   سینے کدھر ہیں، سر ہیں کدھر، دست و پا کدھر؟
ہستی کدھر ہے، زیست کہاں ہے، بقا کدھر   فتنہ کہاں ہے، ظلم کہاں ہے، جفا کدھر؟
آیا یہ قہر تیغِ شہِ دیں پناہ کو
گھیرا اجل کو اس نے، اجل نے سپاہ کو

۵۵ تیغِ علیؑ کا لقمۂ اول قضا ہوئی   آسودگی ہوا ہوئی، ہستی فنا ہوئی
ویرانگی غنی ہوئی، رونق گدا ہوئی   اور الاماں کہہ کے اماں نیز پا ہوئی
سردار فوج سے تھے جدا دیں کی طرح
فوج ان کے پیچھے پیچھے تھی نفریں کی طرح

۵۶ اول خراجِ تیغ کو یہ فوج سے ملا   قالب سے روح، سینے سے دل، عمر سے وفا
گردن سے سر، جگر سے قرار، آنکھ سے ضیا   چہروں سے رنگ و آبرو، اندام سے قوا
رفتار پا سے، نبض قرار و ثبات سے
گفتار لب سے، پنجۂ تدبیر ہات سے

۵۷ مٹی ہوئی خراب عناصر کی فرد فرد   آتش بھی آب آب ہوئی، اور ہوا بھی گرد
نفرین و رنج و خوف سے سب کے دمِ نبرد   منہ تھے سیاہ، بال سفید اور رنگ زرد
خود خوف سے نہ دیکھتے تھے منہ کو موڑ کے
آنکھیں قفا پہ آئی تھیں چہرے کو چھوڑ کے

۵۸ گرنے میں گرزِ قہر تھی وہ تیغِ برق زا　　فرقِ عدو میں عقل کی بستی تھی سب ہوا
کرتی تھی ایک مغز کے ٹکڑے ہزار ہا　　دانے ہوں جیسے قیمۂ خشخاس سے جدا
یوں ضربِ تیغ سے سرِ دشمن روانہ تھا
گویا بدن سے اپنے کبھی آشنا نہ تھا

۵۹ سر پر اگر گری، کفِ پا سے گذر گئی　　پائے عدو سے تا سرِ قاروں اتر گئی
بڑھ کر جلال گاوِ زمیں کو بھی کر گئی　　اب یہ خبر نہیں کہ وہاں سے کدھر گئی
پر اتنا علم ہے کہ گئی اس مقام پر
قدرت نے اپنا عہدہ لکھا اس کے نام پر

۶۰ تھی شش جہت میں شعلہ فگن تیغِ جاں ستاں　　تسکین اس جہت سے نہ لیتا تھا آسماں
نے غرب میں پناہ تھی، نے شرق میں اماں　　خورشید بن گیا تھا گلِ بازیِ جہاں
سرگشتہ صورتِ گلِ بازی تھا آفتاب
قربانِ تیغِ شاہِ حجازی تھا آفتاب

۶۱ حیران آب و آتشِ شمشیر تھے ملک　　طوفانِ آب رن سے اٹھا آسماں تلک
مثلِ حباب، آب ہوا گنبدِ فلک　　آتش یہ تھی کہ وقتِ نگہ جلتی تھی پلک
آتش نے آبِ روئے زمیں شعلہ دم کیا
اور آب نے زمینِ جہنم کو نم کیا

۶۲ مردہ تھا دل پیادوں کا، تابوت تھا بدن　　لیتے تھے ناخنوں سے قدم کارِ گورکن
یعنی زمیں کو کھودتے تھے بہرِ حفظِ تن　　جز چشم پوشی اور نہ مردم کا تھا کفن
غش کا وفور خوف سے تھا عقل و ہوش پر
تابوتِ تن تھا چار عناصر کے دوش پر

۶۳ ناگاہ تیغِ قہر نے رخ نہر کا کیا　　دانے گہر بنے تو صدف سنگِ آسیا
مچھلی نے زیرِ خاک فلوس اپنا رکھ دیا　　اس نے فلوس چھوڑا مگر نقدِ جاں لیا
دریا بھی سہما تیغِ علیؑ دیکھ بھال کے
بھاگا سپر حباب کی کاندھے پہ ڈال کے

۶۴ ناگاہ نیزہ دار بڑھے اضطرار میں　　شمعیں جلائیں انجمنِ کارزار میں
نیزہ لیا جری نے کفِ اختیار میں　　رعشہ فلک میں، رخنہ پڑا کوہسار میں
پرواز میں نہ مرغِ نگہ پر ہلا سکا
جز فتح کوئی نیزے کے آگے نہ آ سکا

۶۵ یوں ناف سے سواروں کی نیزہ ہوا وہ پار　　جو ہر سوارِ اسپ بنا طفلِ نے سوار
گذرا زباں درازوں کے منہ سے بھی ایک بار　　جیسے ہزار حلقۂ سوزن اور ایک تار
دوزخ میں روحوں کو اسی ناکے سے لے گیا
آوارگی کا رنج عناصر کو دے گیا

۶۶ نیزے کی جنگ سے جو ہوئے تنگ اہلِ شام　　پھر نکلے گوشے گوشے سے ناوک فگن تمام
ابرو کمانِ فاطمہؑ نے لی کماں تھام　　گرداب میں نہنگِ اجل نے کیا مقام
مجرے کو خم کماں لیے چرخِ بریں ہوا
اور تیرِ فتنہ سہم کے چلہ نشیں ہوا

۶۷ مثلِ شہابِ چرخ کماں سے چھٹا جو تیر　　تو وہ جلائے خرمنِ عمرِ جوان و پیر
اللہ ری ہیبتِ خلفِ حضرتِ امیرؑ　　دہشت سے تیر تھے دلِ اعدا میں گوشہ گیر
دل تیر کے پروں سے پری خانہ ہو گیا
زخمی اگر بچا بھی تو دیوانہ ہو گیا

۶۸ جرأت کو شہ نے درسِ شجاعت پڑھا دیا　　دریائے خوں دو دیگہ میداں بنا دیا
خشکی سے اور ترائی سے سب کو بھگا دیا　　شمشیر و تیر و نیزہ کا جوہر دکھا دیا
یہ تین مرحلے کیے طے ایک بات میں
پھر فوج نے جو دیکھا تو پایا فرات میں

۶۹ دریا میں قطرہ زن ہوا توسن جناب کا　　چوما لبِ فرات نے حلقہ رکاب کا
پرتو پڑا جو فاطمہؑ کے آفتاب کا　　بنتے ہی تمغہ ہوا روشن حباب کا
اس نہر میں وہ بحرِ امامت جو آ گیا
الیاسؑ بولے کوزے میں دریا سما گیا

۷۰ آواز دی کہ اے عمرِ سعد بد گہر لے دیکھ مہرِ فاطمہؑ پر تیغِ پسر
یہ کیا ہے میرے قبضۂ قدرت میں خشک و تر کیوں، حق یہ غیر کا ہے کہ میرا ہے، غور کر
زہرا کا ورثہ دار، نبی کا نواسا ہے
دریا نے دی صدا "مرا مالک یہ پیاسا ہے"

۷۱ پھر چھوڑ کر لگام یہ رہوار سے کہا پیاسے کے گھوڑے، پانی پی آقا کا غم نہ کھا
انکار گھوڑے نے کیا گردن ہلا ہلا! اور مڑ کے سوئے لاشۂ عباسؑ دی ندا
دیکھو یہ کون پیاسا ترائی میں سوتا ہے
پانی کا لو نہ نام جگر ٹکڑے ہوتا ہے

۷۲ یہ پیاسے یاں نہ آئے تھے اے شاہِ کم سپاہ دریا ہی ان کے خوں کا پیاسا تھا آہ آہ
حاشا نہیں پیوں گا یہ پانی خدا گواہ اس میں ملا ہے خونِ علم دارِ بے گناہ
سقائے تشنگاں کی بھتیجی کا پاس ہے
چوتھا برس ہے اور شبِ ہفتم سے پیاس ہے

۷۳ یاں تو یہ ذکر تھا کہ وہاں فوج نے کہا اے شمر تو بھی دیکھ رہا ہے یہ ماجرا
گر پی لیا حسینؑ نے پانی غضب ہوا کچھ حیلہ کر کہ پیاسے پھریں شاہِ کربلا
پانی پیا تو ہم سے نہ کچھ خاک ہوئے گا
مشکل تجھے بھی قتلِ شہِ پاک ہوئے گا

۷۴ جس وقت شمرِ نحس نے دیکھا یہ ماجرا چلایا بڑھ کے نہر کی جانب وہ بے حیا
شبیرؑ! فکرِ آب میں واں تم کھڑے ہو کیا یاں جل رہا ہے خیمۂ ناموسِ مصطفٰیؐ
کشتی آبروئے حرم غرق ہوتی ہے
زینبؑ تمہیں پکارتی ہے اور روتی ہے

۷۵ دیکھو دُرِ سکینہ وہ خُولیؑ نے لے لیا دیکھو، کھڑی ہیں بانو و کلثوم بے ردا
لو بیڑیاں پہن چکے بیمارِ کربلا لو اب رسن میں بندھتا ہے سادات کا گلا
دیکھے نہ جائیں گے یہ ستم اہل بیت سے
تم ہاتھ اٹھاؤ نہر سے ہم اہل بیت سے

۷۶ برچھی کی طرح شاہ کے دل پر لگی یہ بات یوں آئے جلد تر کہ رہا دم بخود فرات
دیکھا کھڑے ہوئے ہیں خیامِ مخدراتؑ استادہ قبلہ رو ہوئے سلطانِ نیک ذات
آنکھوں سے سب حجاب سماوات اٹھ گئے
خود سوئے قبلہ دستِ مناجات اٹھ گئے

۷۷ ہاتھوں پہ ریشِ غرقِ بخوں رکھ کے یہ کہا اللہ تیرے ہاتھ ہے اس ریش کی حیا
کیا بندہ پروری کا تری شکر ہو ادا کیا آبرو رکھی مری اس وقت واہ واہ
جز شکر اور کیا کہوں، پروردگار شکر
زینبؑ کو سر برہنہ نہ دیکھا ہزار شکر

۷۸ سر ننگے دیکھتا بھی تو کرتا نہ کچھ گلا محکوم کو مشیّتِ حاکم میں دخل کیا
تیرے کرم سے گھر مرا جلنے سے بچ گیا جلتا بھی تو قلق مجھے ہوتا نہ مطلقاً!
اماں کا گھر جلا تھا تو بابا نے کیا کیا
شکرانہ بارگاہ میں تیری ادا کیا

۷۹ میں ہوں تو کیا ہوں اور نہ ہوں گا اگر تو کیا کشتی اہل بیت کا اب تو ہے ناخدا
جب سر مرا کٹے تو سر ان کا ہے بے ردا یہ عرض بھی فضول ہے جو کچھ تری رضا
جس طور مصلحت ہو وہی خوب طور ہے
بندہ کا علم اور ہے خالق کا اور ہے

۸۰ محکوم ہوں ترا جو ابھی حکم پاؤں میں حیرت ہو سب کو آپ گھر اپنا جلاؤں میں
زینبؑ کو ننگے سر ابھی در در پھراؤں میں پوچھے جو اجنبی بہن اپنی بتاؤں میں!
عابدؑ کو آپ ذبح کروں دل سنبھال کے
گر آنکھ نم ہو خاک پہ رکھ دوں نکال کے

۸۱ اکبر سا نورِ چشم ہوا آنکھ سے جو دور سمجھا میں تیری عین عنایت یہ اے غفور
جاتے ہیں نورِ چشم کے پر کیا مرا قصور البتہ آنکھ سے مرے جاتا رہا ہے نور
ضعفِ بصر ہے اور سفر اپنا دراز ہے
[illegible]

۸۲ خشکی لب میں ذائقۂ سلسبیل ہے   فاقے میں صاف لذتِ خوانِ خلیل ہے
زخموں کا خون راہ میں تیری سبیل ہے   یہ سب نجاتِ اُمتِ جد کی دلیل ہے
گر جل رہا ہے پیاس سے دل، کیا مضائقہ
دوزخ کے آبِ گرم کا چکھوں نہ ذائقہ

۸۳ میں بندہ، تو خدا، میں ذلیل اور تو جلیل!   احساں ترے کثیر، اطاعت مری قلیل
بے کس ہوں بے وطن ہوں، ترا آسرا ہے کفیل   پیکِ اجل سناتا ہے آواز "الرحیل"
ہیہات دستِ صبر نہ پائے ثبات ہے
پروردگار شرم مری تیرے ہات ہے

۸۴ جاتا ہوں واں، جہاں سے مسافر پھرا نہیں   معلوم وقتِ کوچ نہیں، رہنما نہیں
جز قبر، راہ میں کہیں مہماں سرا نہیں   مہماں سرا ہے قبر تو واں آشنا نہیں
یارب پناہ قبر کی دہشت سے دیجیو
تنہائی کا انیس کرم اپنا کیجیو!

۸۵ باریک بال سے ہے صراط اے مرے اِلٰہ   اور مُو بمُو گنہ سے گراں بار ہوں میں آہ
نے کوئی ہاتھ تھامنے کو نے چراغِ راہ   یارب تری پناہ، ترے دوست کی پناہ
بارِ گنہ سے کانپیں گے اعضا جو راہ میں
کیوں کر ملے گی بار تری بارگاہ میں

۸۶ بازارِ حشر گرم جو ہووے گا چار سو   ہوگا مرا مقابلہ کیا تیرے روبرو
نقدِ عمل ہی ہاتھ میں نے جنسِ آبرو   میزاں کے وقت ہو جیو پلّے پہ میرے تو
وہ کون ہے بدی سے جو نیکی بدل کرے
سودا مگر یہ خالقِ عزّ و جلّ کرے

۸۷ کیا غم جو پشت ماتمِ عباس سے ہے خم   پشت[63] و پناہ چاہیے معبود کا کرم
کیا فکر دھوپ میں جو نہیں سایۂ علم   سایہ ترے کرم کا نہ ہو میرے سر سے کم
ارزانیٔ[64] عطش ہو کہ قحطِ طعام ہو

۸۸ آگے سپاہ گرد تھی اور اب سپاہِ غم   اس فوج کی خوشی تھی نہ اس فوج کا الم
وہ بھی ترا کرم تھا، ہے یہ بھی ترا کرم   خُلد و سقر[65] سے بھی میں غنی ہوں، تری قسم
جنت سے خوش جحیم سے ناخوش نہ ہوں گا میں
جو تو خوشی سے بخشے گا خوش ہو کے لوں گا میں

۸۹ اے وائے گر تو بندے پہ قہر و غضب کرے   یعنی عذاب کے لیے مجھ کو طلب کرے
نانا شفاعت آ کے نواسے کی کب کرے   ہرگز مری مدد نہ امیرِ عرب کرے
اعمال نامہ پڑھ کے مرا بخش دیجیو
یارب نہ عدل کیجیو تو فضل کیجیو!

۹۰ مجھ کو قبول ہے نہ ملے لاش کو کفن   پر وقت وہ مدد کا ہے اے ربِّ ذوالمنن
خورشید سر پہ اور خلائق برہنہ تن   اس وقت دیجیو مجھے رحمت کا پیرہن
یاں رخصت[66] ٹکڑے ٹکڑے ہو تن پاش پاش ہو
محشر کے روز پر مرا پردہ نہ فاش ہو

۹۱ عریاں نہ آگے سب کو بلانا حسینؑ کو   اے ساترالعیوب[67]! چھپانا حسینؑ کو
محشر کے زلزلے سے بچانا حسینؑ کو   دوزخ کے رنج تو نہ دکھانا حسینؑ کو
اعدا کے شر سے حال مرا اور غیر ہو
لیکن حسینؑ پیاسے کے شیعوں کی خیر ہو

۹۲ پہنائے تو نے حُلۂ[68] فردوس بیشتر   بھجوائے کتنی بار ہمیں خلد کے ثمر
دن عید کے چڑھایا پیمبر کے دوش پر   باقی ہے ایک آرزو ہے آخری مگر
سر پہ ہلال تیغ کی اب دید کیجیے
قرباں تجھ پہ ہو جیئے اور عید کیجیے

۹۳ ناگاہ غیب سے یہ سنا کلمۂ فصیح!   بس بس مرے حبیب! مرے[69] فدیے مرے ذبیح
از روئے عبدیت ہے گذارش یہ سب صحیح   تیرے غلاموں سے بھی نہ ہوں گے عمل قبیح
اور ہوں گے بھی تو کچھ نہ قصاص اس سے لیں گے ہم
جب تیرے غم میں رو دیں گے وہ بخش دیں گے ہم

۹۴ خالق کا ایک حسینؑ ہے تو کائنات میں　　جو کائنات میں ہے وہ ہے تیرے ہاتھ میں
تجھ کو امید، بیم ہے اپنی نجات میں　　بخشائے گا ہزاروں کو تو ایک بات میں
ممتاز ہم نے بعد محمدؐ کیا تجھے
جو فخر انبیا کا، نہ تھا وہ دیا تجھے

۹۵ یہ مژدۂ نوازشِ معبود جو سنا!　　مرکب سے بہر سجدہ جھکے شاہ کربلا
اور تیغیں لے کے ٹوٹ پڑی فوجِ اشقیا　　سید کی ایک جان اور اعدا ہزار ہا
نیزے لگائے جسمِ شہِ مشرقین پر
ترکش بھرے ہوئے کیئے خالی حسینؑ پر

۹۶ پہلو سے تین بھال کا ناوک نکل گیا　　یہ تیر دل میں فاطمہ کے گھاؤ کر گیا
غل پڑ گیا کہ وارثِ سادات مر گیا　　منہ سے لہو جو ڈالا سب آغوش بھر گیا
غش ہو گئے حسینؑ لہو منہ سے ڈال کر
اور شمر بیٹھا سینے پہ خنجر نکال کر

۹۷ اس وقت چھاتی دیکھنے والوں کی پھٹتی تھی　　وہ ظلم ہو رہا تھا کہ دنیا الٹتی تھی
زہرا تو بار بار گلے سے لپٹتی تھی　　اور زیرِ تیغ گردنِ شبیر کٹتی تھی
جاری تھی یہ ندا کہ نبی کا نواسا ہوں
اے شمر پانی پانی میں پیاسا ہوں، پیاسا ہوں

۹۸ جب شہ نے نام پانی کا وقتِ فنا لیا　　قاتل نے سن کے ہنس دیا اور منہ پھرا لیا
سر کٹ گیا تو زلفیں پکڑ کر اٹھا لیا　　مُردے کو فاطمہؑ نے گلے سے لگا لیا
گیسو بکھیرے، بین کیے، نالہ کش ہوئی
آخر کٹے گلے سے گلا رکھ کے غش ہوئی

۹۹ برپا ہوا حرم میں قیامت کا شور و شین　　نے سینوں میں قرار رہا نے دلوں میں چین
سن سن کے قتل گاہ میں خیرُ النسا کے بین　　زینب پکاری بی بیو، مارے گئے حسینؑ
بس اے دبیرؔ بس کہ زمین تھرتھراتی ہے
[illegible]

۱۰۰ اب اختتامِ نظمِ مصیبت کر اے دبیرؔ　　موزوں نہ قیدِ آلِ رسالت کر اے دبیرؔ
ہات اپنے سوئے بابِ اجابت کر اے دبیرؔ　　حق سے سوالِ مطلب و حاجت کر اے دبیرؔ
یارب مجھے نصیب درِ شہ کی خاک ہو
تا نام میری خاک کا بھی خاکِ پاک ہو

تحقیق متن

- قلمی مرثیہ، مخطوطہ ۱۳ ذی حجہ ۱۲۹۲ھ بقلم سرفراز علی
- دفتر ماتم، جلد ۱۴ طبع مارچ ۱۸۹۷ء، بالشکریہ جناب نسیم امروہوی

بند ۲: مصرع ۳ دفتر ماتم مطابق متن
قلمی نسخہ "دندان گرگ عدل سے ان کے شکستہ ہیں"
بند ۳: قلمی مرثیے میں نہیں، دفتر ماتم سے نقل ہے۔
بند ۴: دفتر ماتم مصرع ۵ یہ نقش نو نگین سواری پہ کندہ ہے۔
بند ۶، ۷، ۹ قلمی نسخے میں نہیں ہیں۔
بند ۱۱، قلمی نسخے میں نہیں ہے، دفتر ماتم کے حاشیے پر ہے۔
بند ۱۲، قلمی نسخہ، رحمت وہ ہے کہ — ہیبت وہ ہے کہ — جرأت وہ ہے کہ — قدرت وہ ہے کہ — معصومیت وہ ہے کہ — مظلومیت وہ ہے کہ —
بند ۱۴، ۱۵: قلمی نسخے میں نہیں ہے۔ دفتر ماتم سے نقل کیا ہے۔
بند ۱۷ کی بیت قلمی نسخے میں یوں ہے:

پیدا کیا ہے حق نے اسی رخ سے نور کو — کہتا ہے نور چشم یہ رخ نورِ طور کو

بند ۱۸: مصرع ۳ قلمی نسخہ "قرآں سے خلاصہ اور ایمان سے ضیا"
مصرع ۶ قلمی نسخہ "حق سے [درود] صل علے کائنات سے" درود کا لفظ میں نے لکھا ہے۔ نسخے میں یہ حصہ کرم خوردہ ہے۔
بند ۱۹، ۲۰، قلمی نسخے میں نہیں ہیں، دفتر ماتم سے نقل ہیں۔
بند ۲۱ قلمی نسخہ، مصرع ۲ مطابق متن ہے اور دفتر ماتم میں ہے:

ہر آئینے کو طوطیِ سدرہ بناتے ہیں

بند ۲۲: قلمی نسخے میں نہیں ہے، دفتر ماتم سے نقل ہے۔
بند ۲۳: دفتر ماتم میں نہیں، قلمی نسخے سے نقل ہے۔
بند ۲۴: قلمی نسخے میں نہیں ہے۔ دفتر ماتم سے نقل ہے۔
بند ۲۵: قلمی نسخے میں نہیں ہے۔
بند ۲۶: مصرع ۱، قلمی مرثیہ: "اللہ رے لب خلعت القدق بوتراب"
اور بیت دفتر ماتم کے مطابق ہے۔ قلمی نسخہ کرم خوردہ ہے صرف مندرجہ ذیل ٹکڑے پڑھے جاتے ہیں:

سارا زمانہ دیتا ہے عنبر ——— لیکن خطا سے ———

بند ۲۷: دفتر ماتم میں ہے قلمی نسخے میں نہیں ہے۔
بند ۲۸: مصرع ۴ قلمی نسخہ "حاجت روا و عقدہ کشائے شہ وگدا"
بند ۳۰، ۳۱ دفتر ماتم سے نقل ہے، قلمی نسخے میں نہیں ہیں۔
بند ۳۲، مصرع ۵، دفتر ماتم "تیغ و سپر سے سرونی بہرہ یاب ہے"
متن مطابق ہے قلمی مرثیے کے۔
بند ۳۴: مصرع ۶، دفتر ماتم "یہ بیتِ جامع شرف اہل بیت ہے"
بند ۳۶، قلمی مرثیے میں نہیں ہے۔
بند ۳۷، قلمی نسخہ "جبریل بوسہ دے کے" متن مطابق دفتر ماتم
بند ۳۸، قلمی نسخہ، مصرع ۶ "اب وقت نزع ہے، رجز آخری سنو"
بند ۴۱، قلمی نسخے کی بیت ہے:

آدم تھا مشت خاک ملک بے نمود تھے — ہم پنجتن مصاحب ربّ ودود تھے

بند ۴۷ قلمی نسخے کی بیت ہے:

کیوں روسیاہ ہوا کچھ بھی تمہیں انفعال ہے — بے وجہ آج خوں میں مرا چہرہ لال ہے

میں مطابق دفتر ماتم ہے۔
بند ۴۸: دفتر ماتم سے نقل کیا ہے، قلمی نسخے میں نہیں ہے۔

بند ۴۹ : قلمی نسخہ مصرع ۴، ۵ : میں شمعِ مرتضیٰ ہوں مجھے کیوں بجھاتے ہو
میں جانِ فاطمہ ہوں مجھے کیوں ستاتے ہو

بند ۵۰ : قلمی نسخے کی بیت ہے :

انجیل ہوں، زبور ہوں، امّ الکتاب ہوں　　میزان ہوں، صراط ہوں، یوم الحساب ہوں

بند ۵۱ : مصرع، قلمی نسخہ "میوہ مرا ہے گلشن ایماں، میں باغ ہوں"

بند ۵۲ : مصرع ۶، قلمی نسخہ "پھر چھین لو یہ تم ہو"

بند ۵۳، دفترِ ماتم میں بیت یوں ہے۔

عقرب یہ کہہ کے برج میں فوراً اچھل پڑا　　لو کینچلی سے سانپ تڑپ کر نکل پڑا

بند ۵۴، مصرع ۵، دفترِ ماتم "پوچھو نہ قہرِ تیغِ شہِ دیں پناہ کو"

بند ۵۵ : قلمی نسخے کی بیت یہ ہے :

سردار فوج بھاگ گئے شیاطیں کی طرح　　فوج ان کے پیچھے پیچھے تھی نفریں کی طرح

بند ۵۶ : قلمی نسخے کی بیت یہ ہے۔

رفتار پا سے، نبضِ روندہ حیات سے　　گفتار لب سے، ناخنِ تدبیر ہاتھ سے

بند ۶۰، ۶۱، یہ بند قلمی نسخے میں نہیں ہے۔ دفترِ ماتم سے نقل ہے۔

بند ۶۳ : قلمی نسخہ، مصرع ۳ : "ماہی نے روئے خاک فلوس انبار کھ دیا"

بند ۶۴ : قلمی نسخہ، مصرع ۶ : "جز فتح کوئی نیزے کے اوپر نہ جا سکا"

بند ۶۹ : دفترِ ماتم میں بند کا پہلا دوسرا مصرع یوں ہے :

چرمالبِ فرات ــــــــ　　دریا میں قطرہ زن ہوا ــــــــ

بند ۷۰ : دفترِ ماتم، مصرع ۶ : "دریا نے دی ندا مرا مالک یہ پیاسا ہے"

بند ۷۱ : بیت دفترِ ماتم میں یوں ہے :

آقا شفیق دیکھو تو یہ کون سوتا ہے　　پیاسا علیؑ کا شیر ترائی میں سوتا ہے

بند ۷۲ : قلمی نسخہ مصرع ۵، "دل آپ کی سکینہ کی خاطر اداس ہے"

بند ۷۴ : قلمی نسخے کا پہلا دوسرا مصرع یہ ہے :

جس وقت فوجِ شام نے یہ شمر سے کہا　　چلایا سوئے نہر وہ مکار و بے حیا

بند ۷۵ : مصرع ۶، دفترِ ماتم "تم ہاتھ اٹھاؤ پانی سے، ہم اہلِ بیت سے"

بند ۷۶ : مصرع ۲، دفترِ ماتم "یوں آئے جلد تر کہ عرق ہو گیا فرات"

قلمی مرثیہ، مصرع ۴، "استادہ قبلہ رو ہوئے سلطانِ نیک ذات"

دفترِ ماتم مصرع ۴، "سمجھے کہ اشقیا نے دغا کی ہمارے سات"

بند ۷۸ : قلمی نسخہ، مصرع ۳ : "تیرے سبب سے گھر مرا جلنے سے بچ گیا"

بند ۸۰ : دفترِ ماتم، بیت کی ردیف ہے "سنبھال کر" ـــ "نکال کر"

بند ۸۱، ۸۲، قلمی نسخے میں نہیں ہے۔

بند ۸۳ : دفترِ ماتم مصرع ۵ : "ہیہات دستِ خیر نہ پائے ثبات ہے"

قلمی مرثیہ، مصرع ۵ - "ہیہات دستِ صبر نہ باگ ثبات ہے"

بند ۸۴ : قلمی مرثیہ، مصرع ۶ "اپنے کرم کو مونسِ تنہائی کیجیو "

بند ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۱ قلمی نسخہ میں نہیں ہیں۔

بند ۹۴، قلمی نسخہ، مصرع ۴ "بخشا ئے گا ہزاروں کو تو کائنات میں "

قلمی نسخہ، مصرع ۵ : "مختار ہم نے بعدِ محمدؐ کیا تجھے"

بند ۹۵، قلمی نسخہ، مصرع ۵ : "نیزے لگائے پشتِ تا شہ مشرقین پر"

بند ۹۶، قلمی نسخہ، مصرع ۱ : "پہلو سے تین پھل کا جو ناوک نکل گیا،

مصرع ۳ : "جاتا سبھوں نے وارثِ سادات مر گیا"

مصرع ۶ : "اور شمر سینے پر چڑھا گردن سنبھال کر"

متن مطابق دفترِ ماتم ہے۔

بند ۹۸، ہمارا قلمی نسخہ اس بند پر ختم ہو گیا۔ تخلص کے دونوں بند دفترِ ماتم سے نقل ہیں۔ دفترِ ماتم میں بند ۱۰۰ مقدم ہے اور بند ۹۹ اس کے بعد۔

فرہنگ

۱۔ نیران قہر پنجۂ کہن : پرانے پنجہ آزما شیر، بڑے بڑے جنگ آزمودہ پہلوان۔

۲۔ سطرِ جادہ : راستے کی لکیر، راستہ۔

۳۔ ذوالکفل : قرآن مجید سورۃ الانبیاء آیت ۸۵ میں لیا گیا ایک نام جسے مفسرین نے حضرت الیاس یا یوشع کا لقب یا ایک نبی کا نام مانا ہے۔

۴۔ پاسِ حکم : حکم کی خاطر۔

۵۔ شحنۂ کوتوال : پولیس کا افسر، محافظ

۶۔ بے چوبہ : بڑا شامیانہ۔

۷۔ مُبطِل : باطل کرنے والا۔

۸۔ مِہر : محبت، سورج

۹۔ شمسیہ : منطق کی ایک کتاب کا نام۔

۱۰۔ زُلال : صاف عمدہ پانی۔

۱۱۔ گوش : کان۔

۱۲۔ مُدام : ہمیشہ

۱۳۔ وِلا : محبتِ اہل بیت

۱۴۔ اَحسنتُ : شاباش۔ آفرین۔

۱۵۔ طاق : جفت کی ضد، شبہائے طاق، ایک، تین، پانچ، جیسی تاریخوں کی راتیں، خصوصی طور پر ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۷ کی راتیں، جن کو شبہائے قدرِ رمضان کہتے ہیں۔

۱۶۔ بینی : ناک، (عین : آنکھ، چشمہ۔ یہاں بالکل ٹھیک جگہ مراد ہے)

۱۷۔ ذَقَن : ٹھوڑی۔

۱۸۔ ناگفتہ بہ : ناقابلِ بیان۔

۱۹۔ غائب دہن ہے : منہ نظر نہیں آتا۔ ہمارے شاعروں نے دہانہ چھوٹا ہونے کو حسن مانا ہے پھر اس چھوٹے دہانے کی تشبیہ میں کبھی غنچہ کہا اور کبھی سرے سے اسے نظر نہ آنے والا کہہ گئے۔ مرزا صاحب نے بھی تنگی دہاں کو "دہن غائب" کہا ہے۔

۲۰۔ خَلَفُ الصِّدق : فرزندِ رشید۔

۲۱۔ سلسلہ جنباں : رابطہ پیدا کرنے والا۔

۲۲۔ ماخَذ : مصدر، حاصل کرنے کی جگہ۔

۲۳۔ صَنَع : کاریگری۔ ہنر۔

۲۴۔ نہ کشتیِ فلک : سات آسمان، آٹھویں عرش، نویں کرسی۔ یہ الگ الگ کشتی کے مشابہ ہیں۔

۲۵۔ حیف آتا ہے : افسوس ہوتا ہے۔

۲۶۔ اب نحویوں کے علم الخ، نحو : وہ علم جس میں عبارت کی درستی اور الفاظ کی معنوی ہیئت سے بحث ہوتی ہے۔ مثلاً مفردات وجموع کے وزن بتائے جاتے ہیں۔ چنانچہ۔ نحوی حضرات نے بَصَر کی جمع ابصار بتائی ہے۔ لیکن ممدوح کی زرہ دیکھ کر یہ جمع غلط نکلی، کیونکہ ساری نگاہیں (حلقوں سے استعارہ) تو زرہ میں جمع ہیں۔ اس لیے چشم ونظر وبصر کی جمع زرہ کو ماننا چاہیے۔

۲۷۔ حلقۂ بیرونِ در : اجنبی اور غیر، بیگانہ

۲۸۔ کُنہ : حقیقت

۲۹۔ قطعِ دلیلِ کفر : کفر کی دلیل کے لیے کاٹ۔

۳۰۔ جوہر : لوہے، تلوار کی عمدگی۔

۳۱۔ کلکِ قضا وتیغِ علیؑ : وہ قلم جس سے قضا وقدر (موت مراد ہے) لکھی جاتی اور حضرت علیؑ کی تلوار دونوں ایک ہی چیز کا نام ہے دونوں مشابہ ہیں۔

۳۲۔ اک دشت سایہ رمِ آہو : ہرن کے سایے کی سیاہی اور وہ بھی ایک طویل وعریض میدان بھر کے۔ قرطاس۔ کاغذ۔ دام۔ قرض۔

۳۳۔ تحتُ الثریٰ : زمین کے نیچے۔ فوقُ السّما : آسمان کے اوپر۔ تیغِ آفتاب : سورج کی کرن۔

۳۴۔ پنبہ : روئی۔

۳۵۔ خاتونِ حشر : حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا۔

۳۶۔ اظہار: بیانِ دعویٰ۔

۳۷۔ زبُوں: برا۔

۳۸۔ صُمٌّ بُکمٌ: گونگا بہرا۔ لاجواب۔ دنگ۔

۳۹۔ سب کو فنا ہے اور مرے وجہ کو بقا: (وَجہَ۔ چہرہ) سورۃ الرحمٰن کی ستائیسویں آیت ہے۔
"کُلُّ من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلالِ والاکرام" مصرع مذکورہُ بالا اسی آیت کا ترجمہ ہے۔
اور اس کے بعد "وجہِ رب" کی تفسیر ہے کہ اس سے مراد ائمۂ اہل بیت ہیں۔

۴۰۔ یدُاللہ: سورۃ الفتح کی دسویں آیت ہے "اِنّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق
ایدیھم" تفسیر میں یداللہ سے حضرت علیؑ مراد لیے گئے ہیں۔

۴۱۔ زِشت خو: بدمزاج۔

۴۲۔ نیل فام: نیلا رنگ۔

۴۳۔ تیز پا ہونا: بھاگنا، فرار کرنا۔

۴۴۔ خراج: ٹیکس۔ مالیانہ

۴۵۔ قفا: گدّی۔

۴۶۔ برق زا: بجلی پیدا کرنے والا۔

۴۷۔ فرقِ عَدُو: دشمن کا سر۔

۴۸۔ جِہَت: سبب۔

۴۹۔ گُل بازی: کھیل کا پھول۔

۵۰۔ مَردُم: مرد کی جمع (لوگ)

۵۱۔ سنگِ آسیا: چکی کا پتھر۔

۵۲۔ فلوس: مچھلی کے سِفنے۔ چھلکے

۵۳۔ ناکا: سوئی میں تاگہ ڈالنے کا سوراخ۔ راستہ۔

۵۴۔ مُجرا: شاہی سلام۔ سلام

۵۵۔ دورِنگہ میداں: دو جانب میدان۔ (یہ معنی دفترِ ماتم کے حاشیے پر درج ہیں)

۵۶۔ قطرہ زن ہونا: دوڑنا۔ توسن: گھوڑا۔

۵۷۔ خُولی: فوجِ یزید کا ایک ظالم افسر۔

۵۸۔ مُخدّرات: (مُخَدّرَہ) پردہ نشین خواتین۔

۵۹۔ مُطلَقاً: بالکل۔

۶۰۔ پَلک نواز: پلک جھپکنے سے پہلے احسان کرنے والا۔ دم میں نہال کر دینے والا۔

۶۱۔ یاوَر: مددگار۔ کفیل: خبرگیرا۔ سربراہ۔

۶۲۔ مَوبمو: بال بال۔ رویاں رویاں۔

۶۳۔ پشت و پناہ: حامی مددگار۔

۶۴۔ اَرزانیِ عَطَش: پیاس کی فراوانی۔

۶۵۔ خُلد: جنّت۔ سَقَر: جہنّم۔ دوزخ۔ جحیم۔

۶۶۔ رَخت: لباس۔

۶۷۔ سَاتِرُ العُیُوب: عیب و گناہ چھپانے والے۔

۶۸۔ حُلّۂ فِردوس: جنّت کا لباس۔

۶۹۔ فِدیَہ: قربانی۔ ذَبِیح: ذبح ہونے والا۔ ذبح کیا ہوا۔ ازروئے عَبدِیَت: بندگی کے
طریقے سے۔

مرثیہ نمبر ۱۱

کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو

۱۰۸ بند

بیان شہادت امام حسین علیہ السلام

- تعارف و تبصرہ
- مرثیہ
- تحقیق متن
- فرہنگِ الفاظ

مرثیہ پر نظر

یہ طویل مختصر مرثیہ مرزا صاحب کے عمدہ مرثیوں کی طرح بڑا درد آفریں مرثیہ ہے۔ مختصر اس لیے کہ پہلے بند سے پڑھا جائے تو ۱۴۳ بند ڈیڑھ گھنٹے میں پڑھے جائیں گے۔ اور اگر بند ۲۲ کے مطلع دوم سے پڑھیے تو مرثیے کے بند ۱۰۱ رہ جائیں گے، تیسرا مطلع ۲۶ بندوں کے بعد ہے مرثیہ اور مختصر ہو جائے گا۔ اور بند ۴۷ سے مرثیہ پڑھنے سے مجلس میں آدھ گھنٹے کے قریب وقت صرف ہو گا، کوئی بند نہ چھوڑا جائے تو مرثیہ طویل ہے۔

مضمون کے اعتبار سے مرثیے کے تین حصّے کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا حصّہ حسنین علیہما السلام کے بچپنے کے ایک واقعے پر مشتمل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا، بابا، یہ بچے پیاسے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک بچوں کو چسائی۔ دوسری روایت کے مطابق آنحضرت چادر اوڑھے لیٹے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کو پیاس لگی انھوں نے پانی مانگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں موجود بکری سے دودھ دوھ کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو دیا، ادھر امام حسین علیہ السلام آگے بڑھے اور دودھ پینا چاہا، دونوں بھائیوں میں کچھ باتیں ہوئیں، اور امام حسینؑ کچھ غمگین ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا، "الفت حسن کی تم کو سوا ہے حسینؑ سے"۔ آنحضرت نے فرمایا:

فرمایا مصطفےٰؐ نے نہیں میری نورِ عین   مجھ کو تو جو تمھارا حسنؑ ہے وہی حسینؑ
دودھ اس لیے میں لایا کہ پیاسے تھے دونوں لال   اول دیا حسن کو کہ اُس نے کیا سوال
جو کچھ کہیں میں لاؤں ضیافت کے واسطے
پیاسے رہیں گے یہ مری اُمّت کے واسطے

دوسرا حصّہ وہ ہے جس میں "رونے" کی فضیلت و ثواب بیان کیا ہے اور ابوالحسن نامی کسی عالم کی کتاب (جس کا نام نہیں لکھا) میں ہے کہ ان کے پڑوسی دوست نے نزع کے وقت مولانا کو بلایا، مولانا نے اس کے سرہانے بیٹھ کر کلمہ، اصول دین و عقائد پڑھے سورہ یٰسین کی تلاوت کی، جس کے

بیمار مرگیا، رات ہوئی اور مولانا سوئے تو مرنے والے کو خواب میں دیکھا، پوچھا بھئی، کیا ہوا؟ اس نے دیا جواب کہ فضلِ خدا ہوا۔ انہوں نے پوچھا:

خاطر سے کس کی حق نے گناہوں کو دھو دیا؟

اُس نے کہا: حسینؑ حسینؑ اور رو دیا

جب میں دفن ہوا تو فرشتے گرزِ آتشیں لیے داخل قبر ہوئے، میری ہڈیاں جلنے لگیں رویاں رویاں فریاد کرنے لگا، اس اثنا میں دیوار پھٹی اور صدائے رحمتِ معبودِ انس و جاں آئی:

ٹھہرو فرشتو ٹھہرو! اسے بخشواتے ہیں — ہاں ہاں، ابھی عذاب نہ کرنا، ہم آتے ہیں

امام حسینؑ تشریف لائے اور فرشتوں کو روکا:

بولے فرشتے کار ثواب اس سے کیا ہوا؟ — جو آپ کے حوالے یہ اہلِ خطا ہوا

فرمایا: اک جگہ مرا ماتم بپا ہوا — یہ بھی شریکِ صحبتِ اہلِ عزا ہوا

لاتے ہیں شیعہ دفترِ اعمال دھونے کو — آنکھوں سے آتے ہیں مری مجلس میں رونے کو

ذاکر نے سرگزشت ہماری جو کی بیاں — بالیں پہ اس کی روتا تھا اک حیدری جواں

اک آنسو اس کے سر پہ گرا بہہ کے ناگہاں — اس اشک کی ہوئی برکت جا بجا عیاں

دنیا میں سربلند یہ ناکام ہو گیا — اور آج مغفرت کا سرانجام ہو گیا

اس خواب کے حوالے سے رونے کی سفارش کرتے ہوئے رونے والے حاضرینِ مجلس کو مخاطب کیا ہے۔

یارو، حرم سرا میں قیامت کا وقت ہے — مشکل کشا کی آل پہ آفت کا وقت ہے

دن ڈھل چکا ہے، شہ کی شہادت کا وقت ہے — دن میں غروبِ مہرِ نبوت کا وقت ہے

مرثیے کا تیسرا حصہ تمہید، آمد، رجز، تلوار، گھوڑے، سراپا، جنگ اور شہادت وہیں نظم ہیں اس حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرثیہ عاشور کے دن مجلس میں پڑھنے کے لیے لکھا ہے۔

زیرِ نظر میں بنیادی طور پر تین نسخوں پر مبنی ہے، پہلا نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ قلمی متن ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء سے پہلے کا مخطوطہ ہے، دوسرا متن نول کشور کا مطبوعہ نسخہ ۱۸۷۵ء ہے۔ جو "مرثیہ دبیر" جلد اول کے نام سے چھپا۔ تیسرا متن دفتر ماتم سے لیا ہے۔ اس میں متن نمبر ۱، ۲، باوجود اختلاف بہتر نسخے ہیں، دفتر ماتم کا اصل مرثیہ تو غالباً جناب اوج مرحوم کا مہیا کردہ ہے لیکن بہت ناہموار ہے،

متعدد بند مکرر ہیں کچھ بند بے ترتیب ہیں۔

ہم نے تینوں نسخوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اور تمام بند تحقیق کے بعد داخل متن کر کے، اختلافات آخر میں "تحقیق متن" کے نام سے لکھ دیئے ہیں۔ تحقیق متن میں تفصیلی بحث سے پرہیز کیا ہے کہ کتاب طویل نہ ہو۔

میرا اندازہ ہے کہ یہ مرثیہ مرزا صاحب کی شاعری کے پہلے دور سے متعلق ہے۔ جس پر بار بار نظر کی گئی ہے اور عمل ترمیم و تنسیخ جاری رہا ہے۔ جس کا ثبوت خود میرا قلمی نسخہ ہے، خصوصاً بند ۷۴، کے اوپر مندرجہ ذیل بیت غالباً مرزا صاحب کے قلم سے تحریر ہے۔

"نسخہ

شعلہ کی طرح اک لپکا کے چلی سے — صرصر کی طرح باک اوٹھائے چلی گئی"

مرثیہ:

کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو

۱۰۸ بند

بیان شہادت امام حسین علیہ السلام

۱ کس کی زبان سے پیاس نے پائی ہے آبرو — کس تشنہ لب کے حصے میں آئی ہے آبرو
ایمان کس شہید پہ لائی ہے آبرو — دریا میں کس کے غم کی سمائی ہے آبرو
پیاسا موا ہے کون عزیزوں سے چھوٹ کے
روتے ہیں یہ حباب کسے پھوٹ پھوٹ کے

۲ بچپن میں قصدِ روزہ کیا پیاس کے لیے — زہرا کا دودھ چھوڑ دیا، پیاس کے لیے
احساں فرات کا نہ لیا، پیاس کے لیے — پانی نہ ساتویں سے پیا، پیاس کے لیے
رودادِ ذبح یاد ہے سارے جہان کو
کہنا وہ پیاس پیاس، چبا کر زبان کو

۳ اک عہد کا ہے ساقیٔ کوثر سے یہ بیاں — شدت ہوئی وہ پیاس کی یثرب میں ناگہاں
جو سب جوان و پیر ہوئے زار و ناتواں — آئی بتول روبروئے فخرِ مرسلاںؐ
سبطین، دوشِ خیرِ نسا پر مقیم تھے!
کاندھوں پہ گوشوارۂ عرشِ عظیم تھے!

۴ آ گئے نبیؐ کے، کاندھوں سے ان کو اتار کر — کی عرض فاطمہؑ نے کہ اے شاہِ بحر و بر
اِن کو قلق ہے پیاس کا سب سے زیادہ تر — چھوٹے سے سن ہیں، ننھے سے دل پھول سے جگر
ہر چند سب عزیز ہیں پیاسے حضور کے
پر، ہیں بہت نڈھال نواسے حضور کے

۵ حضرت نے ان کے منہ میں زبان دی بجائے آب — پر کہتے ہیں روایتِ ثانی میں بوترابؑ
مولا لحاف اوڑھ چکے تھے برائے خواب — اور زیبِ تکیہ تھا سرِ شاہِ فلک جناب
ناگہ کہا حسنؑ نے کہ کچھ التماس ہے
نانا رسولؐ! "پانی" نواسے کو پیاس ہے

۶ یہ سن کے نیند ایک طرف، اڑ گیا قرار — دوڑے پیالہ لے کے رسولِؐ فلک وقار
تھی گو سفند خانۂ اقدس میں شیرؑ دار — دودھ اس کا اپنے ہاتھ سے دوہا باضطرار
تحسینؑ لی خدا سے رسالت مآب نے
کارِ حسن جو تھا تو کیا خود جناب نے

۷ پر جب کہ وہ پیالہ حسنؑ کو کیا عطا — دوڑا ادھر سے تشنۂ صحرائے کربلا
کچھ پیاس کا اشارا تھا، کچھ سن کا مقتضاؑ — رہتی تھی لکھنے پڑھنے میں بھی بحث بارہا
کہنی پہ آستین کو جلدی چڑھا دیا
ننھا سا ہاتھ سوئے پیالہ بڑھا دیا

۸ کہنے لگے حسنؑ، کہ نہ تکلیف کیجیے — کوزہ ہٹا کے بولے، ذرا لے تو لیجیے
حاضر ہے بھائی، جان، میں پی لوں تو پیجیے — یاں ناز تھا کہ ہم نہیں لیتے، نہ دیجیے
رنجش ہے سیر فضلِ خدائے قدیر سے
شیریں زبانی آپ کی کیا کم ہے، شیر سے

۹ یہ کہہ کے جست کر کے پیالے پہ آتے تھے — سرکا کے اپنا ہاتھ حسنؑ مسکراتے تھے
کوزے پہ دوڑ کر جو کبھی منہ لگاتے تھے — ہنستے تھے کھل کھلا کے، نہ پھولے سماتے تھے
آخر پسینہ آ گیا ماتھے پہ، تھک گئے
زہراؑ کے آفتاب پہ تارے چھٹک گئے

۱۰ قطرے عرق کے جب کہ جبیں سے ڈھلک پڑے — بے ساختہ بتول کے آنسو ٹپک پڑے
دل میں پسر کی دل شکنی کے جو شک پڑے — وہ کرب تھا کہ زخم پہ جیسے نمک پڑے
بولیں نبیؐ سے دیکھ کے منہ اس غیورؑ کا
گویا حسنؑ پہ پیار سوا ہے حضور کا؟

۱۱ اک شاہزادہ غنچہ تھا اس وقت ایک پھول — شبیرؑ کے سکوت پہ رونے لگی بتولؑ
گذرا خیال، دل نہ ہرا ہو کہیں ملول — آنکھوں کو ڈبڈبا کے یہ کی عرض، یا رسولؐ!
میرے تو دل کا چین ہے دونوں کے چین سے
الفت حسنؑ کی تم کو سوا ہے، حسینؑ سے

۱۲ فرمایا مصطفیٰؐ نے، نہیں، میری نورِ عین — مجھ کو تو جو تمہارا حسنؑ ہے وہی حسینؑ
وہ لطفِ زندگی ہے، یہ نانا کے دل کا چین — شان و شکوہ وہ، یہ پیمبر کی زیب و زین
شکوہ یہ بعد کیجیو جانی رسولؐ سے
کہہ، پہلے کس نے مانگا تھا پانی رسولؐ سے

۱۳ دودھ اس لیے میں لایا کہ پیاسے تھے دونو لال — اول دیا حسنؑ کو کہ اس نے کیا سوال
سو پیار کی کمی کا ہوا آپ کو خیال؟ — ایسا میں ہوں کہ چاہوں گا شبیرؑ کا ملال؟
جو کچھ کہیں میں لاؤں ضیافت کے واسطے
پیاسے رہیں گے یہ مری اُمت کے واسطے

۱۴ اب اہلِ معرفت سے ہے انصاف کی طلب — دونوں نواسے ایک تھے پیشِ حبیبؐ رب
محرومیِ حسینؑ کا پر آہ، کیا سبب — پیدا ہوئے تو دودھ ہوا خشک ہے غضب
روزِ ازل سے پیاس ہی مدِ نگاہ تھی
بچپن سے آبِ تیغِ شہادت کی چاہ تھی

۱۵ روئی تھیں فاطمہؑ جو یہ دوڑے تھے سوئے جام — اب کربلا کی پیاس کریں یاد خاص و عام
پانی تو ماں کے مہر میں، فرزند تشنہ کام — کیا کڑھتی ہو گی قبر میں خاتونِ نیک نام
غش ہو کے کتنی بار زمیں پر گرے حسینؑ
پیاسے گئے فرات پہ پیاسے پھرے حسینؑ

۱۶ ہے ہے وہ تین روز کی اور تین شب کی پیاس — آفت کی دھوپ، قہر کی گرمی، غضب کی پیاس
خود بے قرار پیاس سے اور یاد سب کی پیاس — وہ زخم کھا کے اکبرِ عالی نسب کی پیاس
وہ دل پہ ہاتھ رکھ کے دکھانا زباں کو
اور دیکھنا حسینؑ کا وہ آسمان کو

۱۷ پانی بھی بند، قوت بھی بند اور ہوا بھی بند — سینے میں سانس بند، گلے میں صدا بھی بند
راہِ مزارِ حضرتِ مشکل کشا بھی بند — ہے ہے، سبیلِ روضۂ خیر الورٰی بھی بند
دیکھے ہیں بندوبست کہیں یوں لڑائی کے
آخر بہن کے بال کھلے غم میں بھائی کے

۱۸ وہ گھر میں جانا فاقے سے لشکر کو دیکھ کر — وہ رونے آنا نزع میں اصغر کو دیکھ کر
وہ سر جھکانا ڈیوڑھی پہ خواہر کو دیکھ کر — وہ منہ پھرانا ننھی سی دختر کو دیکھ کر
پیاسوں کی تو یہ عرض، ہمیں پیاس ہے حسینؑ
ان کا یہ کہنا، جینے سے بے آس ہے حسینؑ

۱۹ ہر میوے پر ملک جو مؤکل ہیں جا بجا — ظاہر کریں اگر عطشِ شاہِ کربلا
نے بو رہے، نہ رنگ، نہ تاثیر نے مزا — کہہ دیں اگر مؤکلِ دریا یہ ماجرا
طوفاں کے غلغلے ہوں، قیامت کے شور ہوں
شیریں ہیں جتنے چشمے وہ سب تلخ و شور ہوں

۲۰ سنتے ہی بے غذائیِ مولائے تشنہ کام — بالکل نمک جو زہر نہ ہو، ہے نمک حرام
دیں جاں شنی موت پہ شیرینیاں تمام — باقی رہے نہ غلّے کا روئے زمیں پہ نام
گندم رواں عدم کو ہوں دنیا کی کشت سے
نکلے تھے جیسے حضرتِ آدمؑ بہشت سے

۲۱ اب قُلزُمِ حمیّت و غیرت ہے جوش زن — ہر شے یہ حال سن کے ہوئی بے حال دفعتن
ہم پر عیاں ہے حادثۂ شاہِ بے وطن — پھر آرزوئے عیش ہے، پھر فکر جان و تن
بعد از حسینؑ زیست بھی بے جا ہے، خاک ہے
نور اٹھ گیا زمیں سے تو پھر کیا ہے، خاک ہے

۲۲ یہ بزم، بارگاہِ امامِ جلیل ہے — مطلع — مصروفِ اہتمام یہاں جبرئیل ہے
چشمِ پُر آب، رشکِ وہ سلسبیل ہے — نذرِ حسینؑ تشنہ دہن، یہ سبیل ہے
جو، یاں عزا میں صرف ہو، کیا کیا جزا ملے
جنت ہے کیا، حسینؑ ملے، اور خدا ملے

۲۳ آنکھوں کو شہ کی خشک زبانی پہ تر کریں — روتے پہ اپنے روئیں، عدالت اگر کریں
جس کارواں سرا سے شہِ دیں سفر کریں — سمجھیں وطن ہم اس کو، خوشی سے بسر کریں
لذّت تھی خشک و تر کی شہِ بحر و بر کے ساتھ
امیدیں قطع ہو گئیں سب ان کے سر کے ساتھ

۲۴ ادنیٰ اک گھر جو فاتحہ خوانی کو جاتے ہیں — کس کس ادب سے بیٹھ کے آنسو بہاتے ہیں
اس انجمن میں صاحبِ معراج آتے ہیں — ہم اور ذکر اپنی زبانوں پہ لاتے ہیں
نے دادِ گریہ ہے نہ صلہ شور و شین کا
اور جانتے ہیں تعزیہ خانہ حسینؑ کا!

۲۵ گویا خبر نہیں کہ یہ دربار کون ہے — کس کی عزا ہے اور عزادار کون ہے
آنسو کا کیا بہا ہے، عزادار کون ہے — عاصی ہے کون، رحمتِ غفّار کون ہے
آیا نہیں خیال کہ یہ کیا مقام ہے
ادنیٰ ثواب رونے کا اعلیٰ مقام ہے

۲۶ گر آنکھ سے زیارتِ خیرُ الوریٰ کریں — اور غور بے قراریِ خیرُ النسا کریں
ایسا ہی پھر تو روئیں کہ محشر بپا کریں — لازم ہے بے مشاہدہ شورِ بکا کریں
کس کو یہاں رسولِ اُمَم دیکھتے نہیں
افسوس ہم کو یہ ہے کہ ہم دیکھتے نہیں

۲۷ اے ابرِ تر بتا، گہرِ بے بہا ہے کیا مطلع — اے بحر، فیضِ جاریِ ربُّ العُلا ہے کیا؟
اے خضر، سب کی آنکھ میں آبِ بقا ہے کیا — اے عندلیبِ سدرہ، گلِ مدّعا ہے کیا؟
کس شے سے عاصیوں کو دو عالم میں چین ہے
کہتے ہیں سب، وہ اشکِ عزائے حسینؑ ہے

۲۸ باغِ جناں کے پھولوں کی شبنم یہ اشک ہیں — بنیادِ آبروئے دو عالم یہ اشک ہیں
عیسٰیؑ کے گل کے زخموں کا مرہم یہ اشک ہیں — خورشیدِ اوجِ ماہِ محرم یہ اشک ہیں
طاعت کا ان سے حُسن ہے اور زیب و زین ہے
نامِ خدا، یہ سُبحۂ ذکرِ حسینؑ ہے

۲۹ یہ اشک فوجِ شیعہ ہے یہ آہ ہے علم — زیرِ عمل قلم روِ جنّت ہے یک قلم
اور "آہ" وہ قلم ہے کہ قرآن کی قسم — جو بے ورق براتِ شیعہ کی صورت کرے رقم
باندھا جو تار رونے کا کارِ نکو ہوا
پردہ گنہ کا فاش جو تھا وہ رفو ہوا

۳۰ لکھتے ہیں حسنِ اشک یہ ملّا ابوالحسن — اک پاسبان تھا مرا ہم سایہ، ہم وطن
ناگاہ دُزدِ مرگ ہوا اس کا راہ زن — اس نے طلب کیا مجھے گھبرا کے دفعتاً
بندے نے کچھ عقائدِ حقّہ بیان کیے
درباں پہ اہلِ بیت کے رتبے عیاں کیے

۳۱ آخر وہ سن کے سورۂ یٰسین مر گیا — درباں خدا کے گھر گیا، میں اپنے گھر گیا
ناگہ جہاں سے صاحبِ انجم گذر گیا — اور خواب کے خیال میں میں فرش پر گیا
پلکوں نے بند آنکھ کے حجروں کا در کیا
درباں نے عینِ خواب میں لیکن گذر کیا

۳۲ میں نے کیا سوال کہ انجام کیا ہوا — اس نے دیا جواب کہ فضلِ خدا ہوا
میں نے کہا کہ فضل تو اللہ کا ہوا — پر کیا وسیلۂ مددِ کبریا ہوا
خاطر سے کس کی حق نے گناہوں کو دھو دیا
اس نے کہا "حسینؑ حسینؑ" اور رو دیا

۳۳ بولا لرز کے پھر، کہ ہوا دفن میں جو نہیں — آئے کئی فرشتے لیے گرزِ آتشیں
وہ چاشنی قلق کی کبھی بھولتی نہیں — آمد تھی ان کی قہرِ خدا، ہل گئی زمیں
محشر تھی قبر اور مرے اعضا سپند تھے
اُف اُف کے شور ہر بُنِ مو سے بلند تھے

۳۴ چمکاتے تھے ملائکہ گرزِ شرر فشاں — اور میرے ہر گنہ کا اشارہ یہ تھا، کہ ہاں
اس تہلکے میں شق ہوئی دیوار ناگہاں — آئی صدائے رحمتِ معبودِ انس و جاں
ٹھہرو فرشتو، ٹھہرو! اسے بخشواتے ہیں
ہاں، ہاں، ابھی عذاب نہ کرنا، ہم آتے ہیں

۳۵ ناگاہ کُنجِ قبر ہوا برجِ آفتاب ۔۔۔ در آیا لاکھ جہر سے واں اک فلک جناب
ماتھے سے تا بہ ناف جراحت تھی بے حساب ۔۔۔ روشن تھی رخ سے نیّرِ اکبر کی آب و تاب
گودی میں اپنے نیّرِ اصغر کو لائے تھے
ننھّی سی ایک لاش گلے سے لگائے تھے

۳۶ آئے اور آکے میرے سرہانے ٹھہر گئے ۔۔۔ ڈر کر عذابِ قبر وہیں کوچ کر گئے
بگڑے ہوئے جو کام تھے وہ سب سنور گئے ۔۔۔ کیا جانے پھر گناہ کہاں تھے کدھر گئے
ہیبت سے قدسیوں کے جگر کانپنے لگے
حکمِ خدا سے آئے تھے پر کانپنے لگے

۳۷ ہاتھوں کو باندھا پھینک دیئے گُرزِ شعلہ بار ۔۔۔ کی عرض کیا حضور کی مرضی ہے، ہم نثار
لیکن یہ بندہ سب سے سوا ہے قصوروار ۔۔۔ فرمایا، پھر خدا کا کرم بھی ہے بے شمار
ہم پر ازل سے خالقِ اکبر کا پیار ہے
بخشا اسے بھی ہم کو، ہمیں اختیار ہے

۳۸ بولے فرشتے، کارِ ثواب اس سے کیا ہوا ۔۔۔ جو آپ کے حوالے یہ اہلِ خطا ہوا
فرمایا: اک جگہ مرا ماتم بپا ہوا ۔۔۔ یہ بھی شریکِ صحبتِ اہلِ عزا ہوا
لاتے ہیں شیعہ دفترِ اعمال دھونے کو
آنکھوں سے آتے ہیں مری مجلس میں رونے کو

۳۹ ذاکر نے سرنوشتِ ہماری جو کی بیاں ۔۔۔ بالیں پہ اس کی روتا تھا اک حیدری جواں
اک آنسو اس کے سر پہ گرا بہہ کے ناگہاں ۔۔۔ اس اشک کی ہوئی برکت جابجا عیاں
دنیا میں سر بلند یہ ناکام ہو گیا
اور آج مغفرت کا سرانجام ہو گیا

۴۰ وقتِ فشار نانا نے اس کو بچا لیا ۔۔۔ دوزخ بڑھا تو منع مری اماں نے کیا
دفتر کھلا گناہوں کا جو پیشِ کبریا ۔۔۔ موجود بابا جان تھے، پڑھ کر الٹ دیا
جنت کا در کشادہ پئے سیر کر دیا
ہم نے تو آکے خاتمہ بالخیر کر دیا

۴۱ یہ سن کے سب ملائکہ ان پر ہوئے نثار ۔۔۔ میں پاؤں سے لپٹ کے پکارا بہ انکسار
تم کون ہو؟ کہ گھر ہیں خدا کے بے اختیار ۔۔۔ رو کر کہا کہ بےکس و مظلوم و بے دیار
سب خلق جس کو روتی ہے میں وہ غریب ہوں
اللہ کا حسینؑ، نبیؐ کا حبیب ہوں

۴۲ مُلّا بہ خواب کھیتُو ہر اک خاص و عام سے ۔۔۔ آنسو کریں عزیز نہ ایسے امام سے
خدمت ادا ہوئی تھی نہ کچھ اس غلام سے ۔۔۔ پر واہ، بخشوایا ہے کس دھوم دھام سے
ڈھونڈھو گے خشک و تر میں تو کیا کیا نہ پاؤ گے
پر ایسا قدرداں کوئی آقا نہ پاؤ گے

۴۳ یہ اشکِ نوحؑ، کشتیِ طوفانِ حشر ہے ۔۔۔ نامِ خدا، نگینِ سلیمانؑ حشر ہے
یہ دُر ہے اور بہادرِ میدانِ حشر ہے ۔۔۔ مردُم کی یہ زرہ درمِ طغیانِ حشر ہے
یہ اشکِ شور کل نمکینی دکھائے گا
عصیاں کی شراب کو سرکہ بنائے گا

۴۴ شیعوں کا سینہ سدرہ ہے دل جبرئیل ہے ۔۔۔ ہر بندے پر یہ حکمِ خدائے جلیل ہے
آنسو ترا ہے فدیہ، تو میرا خلیل ہے ۔۔۔ جاتا ہے سلسبیل کو تو یہ سبیل ہے
بندے، سمجھ کے حقِّ خدا، رو حسینؑ کو
بخشا تجھے بھی اور ترے والدین کو

۴۵ اب طفلِ اشک راہِ خدا میں فدا کرو ۔۔۔ مثلِ خلیل بزمِ عزا میں بکا کرو
فریاد سوئے قبرِ رسولِ خدا کرو ۔۔۔ یا مصطفیٰؐ نظر طرفِ کربلا کرو
بچّوں کی نوجوانوں کی قربانیاں ہوئیں
اور اب جدا حسینؑ سے سیدانیاں ہوئیں

۴۶ یارو حرم سرا میں قیامت کا وقت ہے ۔۔۔ مشکل کشا کی آل پہ آفت کا وقت ہے
دن ڈھل چکا ہے، شہ کی شہادت کا وقت ہے ۔۔۔ رن میں غروبِ مہرِ نبوّت کا وقت ہے
زینبؑ کے دل کو داغِ برادر نصیب ہے
خنجر سے بوسہ گاہِ پیمبر قریب ہے

۴۷ چھپتا ہے چاند فاتحِ بدر و حنین کا   اب کوچ آخری ہے شہِ مشرقین کا
کہتا ہے پیاسا فاطمہؑ کے نورِ عین کا   خشکی سے ڈوبتا ہے سفینہ حسینؑ کا
مہمانوں پر یہ ظلم کسی نے کیا نہیں
چوبیسواں پہر ہے کہ پانی پیا نہیں

۴۸ حضرت کو جس کی پیاس نہ دم بھر کی تھی پسند   دوہا تھا دودھ جس کے لیے ہو کے شادمند
پیاسا وہ ذبح ہوتا ہے اب مثلِ گوسفند   منہ پیاس سے کھلا ہے اور آبِ رواں ہے بند
عاشق تھی فاطمہؑ بہت اس نورِ عین کی
امت سے آج کی نہ سفارش حسینؑ کی

۴۹ دریا میں ابنِ فاطمہؑ کو لے گئی تھی پیاس   چلّو بھرا تھا پانی سے لائے تھے منہ کے پاس
ہے ہے، کیا حسینؑ نے مہمان کا نہ پاس   مارا دہن پہ تیر، بھرا خون سے لباس!
دریا سے نکلے پیاس کا غم ٹالتے ہوئے
مقتل میں آئے منہ سے لہو ڈالتے ہوئے

۵۰ زینبؑ پکاری ہائے چھدا تیر سے دہن   کیا پانی نوش کرتے تھے، اے سیدِ زمن؟
ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کے کیا شہ نے یہ سخن   ظالم کو تیر مارنا تھا، مارا اے بہن
بھائی کی پیاس یاد تھی لب تر کیا نہ تھا
چلّو میں میں نے پانی لیا تھا، پیا نہ تھا

۵۱ پھر تارِ حق کے شکر کا باندھا امام نے   زخمِ دہن کا بخیہ کیا تشنہ کام نے
کی پشت سوئے خیمہ، رخ اعدا کے سامنے   اُگلے دہن سے لعل، شہِ خوش کلام نے
سب نے بیانِ راست پہ گردن کو خم کیا
قائل ہوئے، سکوت کیا، اور ستم کیا

۵۲ سمجھایا شہ نے، راہ پہ آؤ، کہا، نہیں   فرمایا، خیر پانی پلاؤ، کہا، نہیں
پوچھا: قصور میرا بتاؤ، کہا، نہیں   بولے: تو پھر ہمیں نہ ستاؤ، کہا نہیں
فرمایا: گھر بلا کے اسیرِ تعب کیا
[illegible] تم آپ آئے ہو، کس نے طلب کیا

۵۳ فرمایا، جانے دو کہ مدینے کو جائیں ہم   وہ بولے، تیر کس کے جگر پر لگائیں ہم؟
فرمایا، اہلِ بیت کو پہنچا کے آئیں ہم؟   چلائے وہ کہ بلوے میں کن کو پھرائیں ہم؟
فرمایا، کچھ بھی تم کو مروّت ہے یا نہیں
بولے کہ ہے، پر آلِ نبیؐ سے روا نہیں

۵۴ ناگہ کہا موکّلِ باراں نے، یا امام   برسا دے آگ ناریوں کی فوج پر غلام؟
اڑ کر کیا ہوا کے فرشتے نے یہ کلام   مولا جو حکم ہو تو اڑا دوں سپاہِ شام؟
بجلی تڑپ کے بولی کہ میں کوندتی پھروں
صرصر نے عرض کی یہ صفیں روندتی پھروں

۵۵ مولا ہنسے کہ وقت ہے ایسا ہی ہم پہ آج   فرمایا، ہم ازل سے ہیں مستغنی المزاج
آتی ہے تم سبھوں کی تو پاس اپنے احتیاج   خالق پہ منحصر ہے مرے درد کا علاج
دکھ میں زمانہ آ کے مرے در پہ چین لے
استغفر اللہ، اور کا احساں حسینؑ لے

۵۶ قرآں کا بطن ہوں، خلفِ انزع البطین   قائم مقام قائدِ غرّ المحجلین
فخرِ جہاں، امامِ شریعت، پناہِ دیں   آرام بخشِ چرخ، تسلّی دہِ زمیں
ہم نے بلند معجزوں کی قدر کو کیا
شقِ بدر کو، شکستِ صفِ بدر کو کیا

۵۷ یوسفؑ نے سعی عزیزوں سے چاہی، تو کیا ہوا   بندوں کی التجا میں عتابِ خدا ہوا
زنداں میں رنج سات برس کا سوا ہوا   اور جب خدا سے چاہا تو فوراً رہا ہوا
چھپ کر شجر میں کیا زکریاؑ کو پھل ملا
آرے سے زندگی کو پیامِ اجل ملا

۵۸ اپنی نظر فقط مددِ کبریا پہ ہے   گھر میں بھی اور لحد میں بھی تکیہ خدا پہ ہے
کچھ غم نہیں جو لشکرِ ناری ہوا پہ ہے   غالب یہ خاکسار فنا و بقا پہ ہے
لو دیکھ لو یہ معرکہ بھی یادگار ہے
غم کی یورش میں کیا برشِ ذوالفقار ہے

۶۳ سنا تھا یہ کہ جامے سے باہر تھی ذوالفقار — اور زیبِ قبضۂ پسرِ صفدر تھی ذوالفقار
ظالم رکے کہ سدِّ سکندر تھی ذوالفقار — جب تک رہی نیام میں پے پر تھی ذوالفقار

نکلی بس اور فدا ہوئی ابن بتول پر
بلبل قفس سے چھوٹ کے جس طرح پھول پر

۶۴ تیغ علیؑ عروج پہ آئی میان سے — پرواز جبرئیل نے کی آشیان سے
لشکر کو حکم سلخ جو بخشا زبان سے — غرّہ کیا ہلال نے واں آسمان سے

اس کے حضور ماہ نہ جلوہ نما ہوا
بھاگا جو پاؤں رکھ کے وہ سر پر پھا ہوا

۶۵ تلوار کی وہ جست، وہ جوہر کا بندوبست — زنجیروں میں بندھا ہوا بپھرا تھا شیر مست
جوہر تھے یا سجلّ تھی وہ نصرت کی زیبِ دست — لکھا تھا دفتروں میں اسی خط سے شکست

لینی تھی جائزہ تو کبھی رزم گاہ میں
پرچہرے فرد فرد کے تھے سب نگاہ میں

۶۶ کیا تیغ آبدار تھی جوہر سے خوش جمال — منجدھار میں کھڑے تھے پرے کھولے سر کے بال
جوہر تھے یا کہ شستگی کے بیچ میں ہلال — یا صاف آئینہ تھی وہ شمشیرِ بے مثال

جوہر کے جن خطوں پہ سراپا گمان تھے
اہلِ نگہ کے تارِ نظر کے نشان تھے

۶۷ آواز دی براق نے ہاں ذوالجناح ہاں — ہمت نے بے کسی سے کہا، تھام لے عناں
تنہائی کا ہجوم جلو میں ہوا عیاں — مظلومیت پرے سے بڑھی کھول کر نشاں

غل تھا نہ فوج ہے نہ علم دارِ نیک ہے
مثلِ خدا حسینؑ دو عالم میں ایک ہے

۶۸ کونین دبدبے سے خبردار ہو گئے — عرشی فرشتے غاشیہ بردار ہو گئے
نقشِ قدم زمین کے سردار ہو گئے — ذرّے نگاہِ مہر سے زردار ہو گئے

جتنا حشم خدم تھا خدا کی جناب میں
آیا وہ سیدالشہدا کی رکاب میں

۶۹ اعدا پہ دانت پیس کے تاسے ہوئے رواں — اور آستیں چڑھا کے اترائی کہکشاں
چمکا کے ماہِ نو کی سرِوہی کو آسماں — چلائے ہاتھ جوڑ کے "یا شاہِ دوجہاں"

گر ہاں کہیں حضور مخالف کو مار لیں
سب کے سرِ سواری ابھی سر اتار لیں

۷۰ بر میں نبیؐ کا جامۂ عنبر شمامہ ہے — پر غرقِ عطرِ خونِ شہیداں وہ جامہ ہے
جوڑا شہانہ اور گلابی عمامہ ہے — طرّہ شہید ہونے کا اقرار نامہ ہے

مثل رفیق شملوں کے گوشے چھٹے ہوئے
گھر کی طرح امیدوں کی گلشن لٹے ہوئے

۷۱ آنکھوں سے عینِ رعبِ علیؑ آشکار ہے — سایہ پلک کا سرمۂ دنبالہ دار ہے
گلگونہ کربلا کی زمیں کا غبار ہے — چہرہ دمِ اخیر گلِ نو بہار ہے

یوں خوش چلے ہیں باغِ شہادت کی دید کو
جیسے نبی کے سامنے جاتے تھے عید کو

۷۲ طاؤس باغِ نور ہے، اسپِ شہِ زمن — پر مور چھل ہلاتی ہے خورشید کی کرن
سر پر ہما کے بال کی کلغی ہے پر شکن — گنڈا گلے میں حفظِ خدا کا منیا فگن

ٹھنڈی زمیں پہ دھوپ کی اب روشنی ہوئی
چمکے ہلال نعل کے، اور چاندنی ہوئی

۷۳ رن پھر گیا ہے نورِ شہِ دیں پناہ سے — دل ظالموں کا خوف سے، رخ گرد راہ سے
کان الحذر کے شور سے، لب واہ واہ سے — لب واہ واہ سے تو زبان آہ آہ سے

یہ ڈر ہے ظالموں کو سخن سے جدال کے
پھرتے ہیں منہ میں کان سے پنبہ نکال کے

۷۴ جادو سے زور الگ ہے، دعا سے اثر جدا — پتھر سے لعل دور، صدف سے گہر جدا
آہو سے نافہ، نافے سے ہے مشکِ تر جدا — روبہ سے مکر، شیر سے ہے شور و شر جدا

پاسِ ادب امام کا سب کو ضرور ہے
شیشے سے بادہ، بادہ سے اب نشّہ دور ہے

۷۵ ہر صف میں ہے پکار، جنابِ حسینؑ آئے — ہاں یارو ہوشیار، جنابِ حسینؑ آئے
دل سے گیا قرار، جنابِ حسینؑ آئے — حیدرؑ کے وَرثہ دار، جنابِ حسینؑ آئے
لو، آنکھ چار لاکھ کی جھپکاتے آتے ہیں
بجلی کو ذوالفقار کی چمکاتے آتے ہیں

۷۶ لکھا ہے اک شجاع بڑھا فوجِ شام سے — لرزاں تھی روح سام کی جس کی حُسام سے
پرویز کو گریز نہ تھی اس کے دام سے — گردانِ روم کان پکڑتے تھے نام سے
جز عیبِ کفر، محضِ ہنر وہ دلیر تھا
منہ پر جھلم پڑی تھی کہ بُرقِع میں شیر تھا

۷۷ اک پرتلا زری کا گلے میں پڑا ہوا — قبضہ طلائی تیغِ رواں پر چڑھا ہوا
نُقرہ سمند، شیروں سے کشتی لڑا ہوا — نیزہ وہ جس کی زد پہ نہ رستم کھڑا ہوا
چار آئینے سے شہر بدن تھا حصار میں
اندھیر اس کی ڈھال سے تھا روزگار میں

۷۸ ترکش میں تھے وہ نیش کہ دل ریش تھے دلیر — گرزِ گراں وہ پیش، زبردست جس سے زیر
پھل تیغ کا وہ زہر کہ پانی نہ مانگے شیر — خنجر وہ برقِ قہر کہ گرنے لگے نہ دیر
قبضے پہ ایک ہاتھ دھرے ایک باگ پر
یوں آیا نورِ حق پہ، دھواں جیسے آگ پر

۷۹ کافر نے تو بتوں کے لیے نام لا تُعَدّ — چلائی ذوالفقارِ علیؑ "یا علیؑ مدد"
پھر شومِ بد بڑھا تو ملی لعنتِ ابد — دینار کی طمع نے بھی دی نار کی سند
دیکھا جو آفتاب نے اس بے دریغ کو
آفت اُسے، اور آپ دی آقا کی تیغ کو

۸۰ بجنے لگے جلاجل و قرنا بہ شدّ و مد — حربے بھی، حملے بھی کیئے اس نے بجدّ وکد
نیزے کی زد، خدنگ کی زد، تیغِ کیں کی زد — مردانہ وار شہ نے کیے وار سارے رد
پھر آنکھ سے جو آنکھ ملائی حسینؑ نے
[illegible] بلائی حسینؑ نے

۸۱ ہمّت شقی کی چھوڑ کے رن بھاگنے لگی — روبہ کی آنکھ بن کے ہرن بھاگنے لگی
منہ سے زبان، مثالِ سخن بھاگنے لگی — جاں قطع کر کے رشتۂ تن بھاگنے لگی
چھپٹے جو آپ رنگ پریدہ ٹھہر گیا
سر پر جو ذوالفقار چڑھی مُنہ اُتر گیا

۸۲ بیٹھی یہ خود پر تو وہ سر میں سما گیا — سر گردنِ نجس میں مَع خود آگیا
گردن چھپی جو سینے میں، دل تھرتھرا گیا — بھاری تھا بوجھ، موئے کمر پیچ کھا گیا
آنے میں خودِ سر کے سرِ مو جو بل پڑا
مانندِ آبلہ کفِ پا سے نکل پڑا

۸۳ رُخش اُس کا ذوالجناح کی ٹکر جو کھا گیا — گھوما وہ یوں کہ چرخ بھی چکّر میں آگیا
کاٹے جو پاؤں تیغ نے، آرام پا گیا — اڑ کر قدم جدا گیا اور سر جدا گیا
رہوار کے کٹے قدم و سر تو کیا ہوا
ناری کی خاک اُڑانے کی خاطر ہوا ہوا

۸۴ رستم اچھل کے قبر سے بولا، ہنر یہ ہے — جنّات وجد میں تھے کہ تیغِ ظفر یہ ہے
فرمایا حق نے کیوں نہ ہو، کس کا پسر یہ ہے — ہاں، میری فاطمہؑ کے شکم کا اثر یہ ہے
مولا جھکے سپاہ پہ ہوش و حواس سے
جوہر کی طرح صف پہ گری صف ہراس سے

۸۵ اک اک سے ذوالفقار نے کی صلح جنگ میں — مِغفر سے تھی زرہ میں تو پاکھر سے تنگ میں
صیقل تھی چار آئینہ میں پھل خدنگ میں — پانی کی طرح مل گئی ہر ایک رنگ میں!
ڈاب اک طرف کو ڈوب گئے پردِ تلے تلک
قطرہ تھا آبِ تیغ مگر تھا گلے تلک

۸۶ حرص و ہوا کی طرح سروں سے نکل گئی — آرام کی طرح جگروں سے نکل گئی
دکھلا کے اپنا بل کمروں سے نکل گئی — چار آئینوں سے اور سپروں سے نکل گئی
بے جسم شے کا کاٹنا تیغوں کی خو نہ تھی!
کاٹی جو اس نے ڈھال تو پھولوں میں بو نہ تھی

۷۵ ہر صف میں ہے پکار، جنابِ حسینؑ آئے   ہاں یارو ہوشیار، جنابِ حسینؑ آئے
دل سے گیا قرار، جنابِ حسینؑ آئے   حیدرؑ کے وِرثہ دار، جنابِ حسینؑ آئے
لو، آنکھ چار لاکھ کی جھپکاتے آتے ہیں
بجلی کو ذوالفقار کی چمکاتے آتے ہیں

۷۶ لکھا ہے اک شجاع بڑھا فوجِ شام سے   لرزاں تھی روحِ سام کی جس کی حسام سے
پرویز کو گریز نہ تھی اس کے دام سے   گردانِ روم کان پکڑتے تھے نام سے
جز عیبِ کفر، محضِ ہنر وہ دلیر تھا
منہ پر جھلم پڑی تھی کہ بُرقع میں شیر تھا

۷۷ اک بُرتلا زری کا گلے میں پڑا ہوا   قبضہ طلائی تیغِ رواں پر چڑھا ہوا
نقرہ سمند، شیروں سے کشتی لڑا ہوا   نیزہ وہ جس کی زد پہ نہ رستم کھڑا ہوا
چار آئینے سے شہر بدن تھا حصار میں
اندھیرا اس کی ڈھال سے تھا روزگار میں

۷۸ ترکش میں تھے وہ نیش کہ دل ریش تھے دلیر   گرزِ گراں وہ پیش، زبردست جس سے زیر
پھل تیغ کا وہ زہر کہ پانی نہ مانگے شیر   خنجر وہ برقِ قہر کہ گرنے لگے نہ دیر
قبضے پہ ایک ہاتھ دھرے ایک باگ پر
یوں آیا نورِ حق پہ، دھواں جیسے آگ پر

۷۹ کافر نے تو بتوں کے لیے نام لا تُعَدّ   چلائی ذوالفقارِ علیؑ "یا علیؑ مدد"
پھر شُومِ بد بڑھا تو ملی لعنتِ اَبَدْ   دینار کی طمع نے بھی دی نار کی سند
دیکھا جو آفتاب نے اس بے دریغ کو
آفت اُسے، اور آب دی آقا کی تیغ کو

۸۰ بجنے لگے جلاجلِ وقرنا بہ شدّ و مد   حربے بھی، حملے بھی کیئے اس نے بجِدّ و کد
نیزے کی زد، خدنگ کی زد، تیغ کیں کی زد   مردانہ وار شہ نے کیے وار سارے رد
پھر آنکھ سے جو آنکھ ملائی حسینؑ نے

۸۱ ہمت شقی کی چھوڑ کے رن بھاگنے لگی   روبہ کی آنکھ بن کے ہرن بھاگنے لگی
منہ سے زبان، مثالِ سخن بھاگنے لگی   جاں قطع کر کے رشتۂ تن بھاگنے لگی
چھپٹے جو آپ رنگ پریدہ ٹھہر گیا
سر پر جو ذوالفقار چڑھی منہ اُتر گیا

۸۲ بیٹھی یہ خود پر تو وہ سر میں سما گیا   سر گردنِ نجس میں مع خود آگیا
گردن چھپی جو سینے میں، دل تھرتھرا گیا   بھاری تھا بوجھ، موئے کمر پیچ کھا گیا
آتے میں خود سر کے سرِ مو جو بل پڑا
مانندِ آبلہ کفِ پا سے نکل پڑا

۸۳ رخش اُس کا ذوالجناح کی ٹکر جو کھا گیا   گھوما وہ یوں کہ چرخ بھی چکّر میں آگیا
کاٹے جو پاؤں تیغ نے، آرام پا گیا   اڑ کر قدم جدا گیا اور سر جدا گیا
رہوار کے کٹے قدم و سر تو کیا ہوا
ناری کی خاک اُڑانے کی خاطر ہَوا ہُوا

۸۴ رستم اچھل کے قبر سے بولا، ہنر یہ ہے   جنّات وجد میں تھے کہ تیغِ ظفر یہ ہے
فرمایا حق نے کیوں نہ ہو، کس کا پسر یہ ہے   ہاں، میری فاطمہؑ کے شکم کا اثر یہ ہے
مولا جھکے سپاہ پہ ہوش و حواس سے
جوہر کی طرح صف پہ گری صف ہراس سے

۸۵ اک اک سے ذوالفقار نے کی صلح جنگ میں   مِغفَر سے تھی زرہ میں تو پاکھر سے تنگ میں
صیقل تھی چار آئینہ میں، پھل خدنگ میں   پانی کی طرح مل گئی ہر ایک رنگ میں!
ڈاب اک طرف کو ڈوب گئے پرتلے تلک
قطرہ تھا آبِ تیغ مگر تھا گلے تلک

۸۶ حرص و ہوا کی طرح سروں سے نکل گئی   آرام کی طرح جگروں سے نکل گئی
دکھلا کے اپنا بل کمروں سے نکل گئی   چار آئینوں سے اور سپروں سے نکل گئی
بے جسم شے کا کاٹنا تیغوں کی خو نہ تھی!
کاٹی جو اس نے ڈھال تو پھولوں میں بو نہ تھی

۸۷ بولے فلک یہ سیف علم ہے توہم نہیں — سرِ بھی پکارے اس کا قدم ہے توہم نہیں
چلائی سانس، تیغ کا دم ہے توہم نہیں — ہر فرد نے کہا یہ قلم ہے تو ہم نہیں
منہ تھے کھلے پہ خوف سے گویا نہ ہوتے تھے
اطفالِ بے زبان کی طرح زخم روتے تھے

۸۸ جب یہ علی کمر سے کمر بند تھا جدا — روح و بدن کے ربط کا پیوند تھا جدا
مانند دردِ عیش کا ہر بند تھا جدا — محشر تھا یہ کہ باپ سے فرزند تھا جدا
کس تیغ کے وہ منہ سے ہر بات اس سے جو ہوئی
زخمی کے لب سے آہ جو نکلی وہ دو ہوئی

۸۹ رستہ نہ تھا سروں پہ پھری اور ہوا ہوئی — تیری لہو میں، ڈوبی تری اور ہوا ہوئی
بدلی کی طرح مڑ کے گھری اور ہوا ہوئی — بجلی گرائی خود بھی گری اور ہوا ہوئی
پانی بھرا گھٹا نے یہ طوفاں عیاں ہوا
"یا ارضُ ابلعی" سبقِ آسماں ہوا

۹۰ رن ایک سمت شہروں میں شورِ عظیم تھا — یہ کاٹ تھا کہ قہرِ خدائے علیم تھا
اس وقت جو خیال تھا دل میں دو نیم تھا — لشکر میں حالِ حاضر و غائب سقیم تھا
ہنگامِ ضرب یا دعز یزوں میں جو ہوا
یہ زیرِ تیغ دو ہوا وہ گھر میں دو ہوا

۹۱ شامی کباب تھے یہ ہوئی جب شرر فشاں — اہلِ تتار بن کے ہرن رن سے تھے رواں
مصری نہ بات کر سکے اور بولے "الاماں" — بت بن کے گبر رہ گئے، پتھرائی پتلیاں
زردار زرد ہو کے گل اشرفی بنے
نصرانی خاک بن کے گلِ ارمنی بنے

۹۲ بارانِ آبِ تیغ سے ہستی کے گھر بہے — تخمِ بدی شمر کا بچا، سب شجر بہے
بے مغزوں کے حباب کے مانند سر بہے — سوتے تھے جو زمیں میں وہ افلاک پر بہے
جز آبِ تیغ منہ میں نہ برسے تھے سر کبھو
کتنا تھا آب برس کے نہ برسوں گا پھر کبھو

۹۳ اونچی ہوئی تو اوجِ فلک پر چلی گئی! — ظلمت میں صاف مثلِ سکندر چلی گئی!
مانندِ نبض ہاتھ کے اندر چلی گئی! — سینے میں ٹھہری، دم لیا، باہر چلی گئی!
ممکن نہیں کسی سے کمال اس نے جو کیا
اڑنے دیا نہ رنگ کو چہرے پہ دو کیا

۹۴ بو کی طرح دماغوں میں آئی چلی گئی — مثلِ ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگائی چلی گئی — صرصر کی طرح باگ اٹھائی چلی گئی
سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی
انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۹۵ ہر وار پر تھا خلعتِ صلِّ علیٰ نصیب — کیا خوش نصیب تیغِ علیؑ تھی، خوشا نصیب
غل تھا کہ اپنی ضرب کا کہتی تھی یا نصیب — ایسا نہ ہو کہ جاگ اٹھے فوج کا نصیب
جو جاگتا تھا کشتۂ شمشیر ہو گیا
سوتا نصیب کے لیے اکسیر ہو گیا

۹۶ خورشید کا چلن یہ چلی ہو کے مہرباں — تحویل کی جو خود میں نوروز تھا عیاں
چمکے شبِ برات کے طالع بھی ناگہاں — کیا کیا جھڑے نہ پھول، ہوئی جب شرر فشاں
غل تھا کہ لاکھ بات کی یہ ایک بات ہے
قدرت ہے کبریا کی نہ دن ہے نہ رات ہے

۹۷ کاٹا پلک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو — پاؤں میں کج روی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینے کو دل میں فتور کو — نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زباں، زباں میں یہ کاٹ آئی بات کو

۹۸ پی پی کے خون جسم کا قوم جہول کے — جوہر بنی یہ شکل ذرا ہو جل پہ پھول کے
تن زرد ہو گئے سپہِ بد اصول کے — غولِ اشقیا کے غول بنے راہ بھول کے
پہنچے مگر ٹھکانے پہ امید و بیم میں
ہر ٹھاڑ میں بزرگوں کے یعنی جحیم میں

۹۹ محرابِ تیغ نے جو بریدہ گلو کیا   پھر قبلے کی طرف کو نہ اعدا نے رو کیا
جھک جھک کے ڈھونڈ ڈھونڈ کے خونِ عدو کیا   ہر دم لہو سے تیغ نے تازہ وضو کیا
اُٹھی تو سوئے شاہِ خوش القاب پھر گئی
کعبہ پکارا قبلے کو محراب پھر گئی

۱۰۰ ایک منہ کے چار منہ پہ کسی کے بنا گئی   یکتائی کا غرور دلوں سے مٹا گئی
دو کر کے تن کو نقشۂ ثانی دکھا گئی   توحید کو برُ حُجّتؐ قاطع بتا گئی
کوئی ہے میری ضرب سے دو، کوئی چار ہے
باقی رہا جو ایک وہ پروردگار ہے

۱۰۱ ناگہ ندا سنی کہ عبادت کا وقت ہے   خنجر تلے قضا کی فضیلت کا وقت ہے
شبّیرؑ بس، نمازِ شہادت کا وقت ہے   مانگو دعا، یہ بخششِ اُمّت کا وقت ہے
اب تم ہو اور حضورِ حیّ قیّوم ہے، حسینؑ
یہ سر جھکا کے بولے کہ محکوم ہے، حسینؑ

۱۰۲ پھر جنگ پر نہ رغبتِ سلطانِ دیں رہی   آگے بڑھی نہ تیغ، جہاں تھی وہیں رہی
کاٹے نہ حلق مثلِ گریباں قریں رہی   ماتھے پہ دھار صورتِ چینِ جبیں رہی
نرغے سے شہ نے تیغِ حجازی نکال لی
امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی سنبھال لی

۱۰۳ پر آہ، یاں نیام میں آنا حُسام کا   اور ٹوٹنا حسینؑ پہ واں فوجِ شام کا
چلّایا نام لے کے عمر، خاص و عام کا   اے مرحبا، یہ حملہ کیا تم نے کام کا
ہاں میرے رستمو، نہ اماں دو حسینؑ کو
گھوڑے سے برچھیوں پہ اٹھا لو حسینؑ کو

۱۰۴ اُمڈیں علیؑ کے لال پہ فوجوں کی بدلیاں   اور سر پہ کوندنے لگیں تیغوں کی بجلیاں
وہ سامنے کے تیر، وہ پہلو کی برچھیاں   وہ انتہا کا ضعف، وہ گردش میں پُتلیاں
کیا وقت تھا کہ بھولے تھے سب کردگار کو
ہم تم تھے یاد، فاطمہؑ کی یادگار کو

۱۰۵ طاقت ہوئی جو طاق شہِ دیں پناہ کی   حسرت سے سوئے گنجِ شہیداں نگاہ کی
مڑ مڑ کے ذوالجناح نے دیکھا اور آہ کی   رو کر حسینؑ بولے، جو مرضی اِلٰہ کی
دردِ جگر کی کس سے طلب داد کیجیے
بولا وہ بے زبان، کچھ ارشاد کیجیے

۱۰۶ شفقت سے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال کر   بولے ہمیں کچھ آنکھ سے آتا نہیں نظر
گھوڑے تو چل کے گنجِ شہیداں میں غور کر   آرام کرتے ہیں علی اکبرؑ مرے کدھر؟
اے اسپِ باوفا مرے دل کو قرار دے
اس کا صلا تجھے شہِ دُلدُلؐ سوار دے

۱۰۷ گھوڑا قدم قدم سوئے مقتل ہوا رواں   لیتی نہ شہ کے زخموں کو ہر صدمہ تکاں
اک نوجواں کی لاش پہ ٹھہرا وہ بے زباں   بو سونگھ کر حسینؑ پکارے، یہی ہے یاں
بیٹھا جو ذوالجناح کہ آپ اتریں زین سے
دو ہاتھ کانپتے ہوئے نکلے زمین سے

۱۰۸ ہاتھوں کے ساتھ آئی یہ آواز ناگہاں   ہے ہے یہ گہرے زخم کلیجے میں اَلاَماں
آ کر اتارتے نہیں عبّاس ہیں کہاں   آؤ ہماری گود میں آؤ، نثار ماں
مر کر بھی ہم جدا نہیں، پیارے کے ساتھ ہیں
واری، یہ تیری پالنے والی کے ہاتھ ہیں

۱۰۹ کرتے تمہارے سیتی تھی ان سے بزیب و زین   سرمہ میں تیری آنکھ میں دیتی تھی نورِ عین
منہ کی بلائیں لیتی تھی، آتا تھا دل کو چین   اب ہیں یہ ہاتھ اور ترا ماتم ہے اے حسینؑ
ہووے تو حشر، لوٹا ہے اُمّت نے گھر مرا
پایا خدا کے عرش کا ہے اور سر مرا،

۱۱۰ ان ہاتھوں کا ملا جو سہارا حسینؑ کو   مرکب نے بے تکان اتارا حسینؑ کو
نیزہ سِناںؑ نے دوڑ کے مارا حسینؑ کو   پھر تو رہا نہ ضبط کا یارا حسینؑ کو
جلتی زمیں پہ غش کئی ساعت پڑے رہے
جلّاد گرد تیغوں کو کھینچے کھڑے رہے

۱۱۱ ہشیار ہو کے بیٹھے جو مولائے بیکساں   اک رخ پہ زرد خاک تھی اک پر لہو رواں
تھی فوج کو یہ جلدیِ قتلِ شہِ زماں   گرتا تھا اک پہ ایک لیے خنجر و سناں
رانڈیں تمام خاک لگائے جبیں پر
بیٹھی تھیں در کے پاس برابر زمیں پر

۱۱۲ حیران تھیں کہ ہائے یہ کیا ماجرے ہوئے   پیارے موئے، حسینؑ سے بے آسرے ہوئے
کاندھے پہ ماں کے ہاتھ سکینہ دھرے ہوئے   تکتی تھی رن کو آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے
کہتی تھی، ہائے اماں میں بچپن میں لٹ گئی
کیسا یہ سال آیا کہ باباسے چھٹ گئی

۱۱۳ اماں تمہارے واری، بلاؤ حضور کو   اب دل نہیں سنبھلتا، دکھاؤ حضور کو
پردہ کہاں کا، چل کے لے آؤ حضور کو   گھیرا ہے ظالموں نے، بچاؤ حضور کو
ہے ہے کسی کو میرے پدر کی خبر نہیں
اب کی سدھارے ایسے کہ گھر کی خبر نہیں

۱۱۴ ناگاہ غل اٹھا کہ مبارک ہو اے عمر   سینے پہ شاہِ دیں کے چڑھا شمرِ بدگہر
راوی بیان کرتا ہے کانپا مرا جگر   پہنچی جو بارگاہِ حسینی میں یہ خبر
تیغے گرے، نہ پردہ نشینوں کو کل پڑی
اور اک مُخَدّرہ تو کھلے سر نکل پڑی

۱۱۵ منہ زرد، ہونٹ نیلے، زباں خشک، پشت خم   رعشہ تھا اس جناب کو سر سے تا قدم
جو گوشوارے کانوں کے ہلتے تھے دم بدم   بُندے جو تھے عیاں تو یہ باعث تھا ہے ستم
نکلے تھے یوں کہ کچھ خبرِ دست و پا نہ تھی
موزہ نہ تھا، نقاب نہ تھی اور روا نہ تھی

۱۱۶ رخ بدر تھا، پہ فاقہ کشی سے گھٹا ہوا   اور ماہِ نو کی طرح گریباں پھٹا ہوا
بڑھتی تھی رن کو جینے سے دل تھا ہٹا ہوا   اور اک خیال چار طرف کو بٹا ہوا
تازہ لہو لگا تھا کسی کا جبیں پر
ہے ہے حسینؑ کہتی تھی گر کر زمین پر

۱۱۷ پوچھا کسی نے کون ہو تم اے فلک وقار   بولی، عزیز مردہ، بہتّر کی سوگوار
ماتم کی صف سے آئی ہوں اٹھ کر میں دل فگار   دیکھوں یہاں دکھاتا ہے کیا میرا کردگار
ماں وہ ہے جس کو چادرِ تطہیر آئی ہے
تم جس کو قتل کرتے ہو یہ میرا بھائی ہے

۱۱۸ بنتِ علیؑ ہوں، جعفرِ طیار کی بہو   زینبؑ ہے نام، عاشقِ شبیرِ نیک خو
پہلے پسر فدا کیے، اِس وقت آبرو   حاضر ہے سر بھی اُن کے عوض کاٹ لیں عدو
یثرب کی فاطمہؑ کے مسافر کو راہ دو
میرے حسینؑ بھائی کو لوگو پناہ دو

۱۱۹ غش میں سنے حسینؑ نے زینبؑ کے یہ کلام   سینے پہ شمر تھا، پہ تڑپنے لگے امام
قاتل نے اُس قلق میں گلے پر دھری حسام   رو کر کہا حسینؑ نے بیدرد، تیغ تھام
آخر ترے ستم سے نہ خیمے میں کل پڑی
تھم جا، ارے غضب ہوا زینبؑ نکل پڑی

۱۲۰ زینبؑ پکاری، آمرے ماں جائے بھائی جاں!   رستہ نہیں جو آگے بہن آئے بھائی جاں
تم واں تڑپ رہے ہو، میں یاں، ہائے بھائی جاں   کس سے کہوں جو تم کو بچا جائے بھائی جاں
جو جو دکھا رہا ہے فلک دیکھتی ہوں میں
تلوار کی گلے پہ چمک دیکھتی ہوں میں

۱۲۱ واں کاٹتا تھا حلق نبی زادے کا لعیں   حضرت بہن کے دھیاں میں تھے مضطر و حزیں
ہر ضرب پر یہ پوچھتے جاتے تھے شاہِ دیں   زینبؑ تو ذبح ہوتے مجھے دیکھتی نہیں
بے سر اتارے تیغ تو اب تھامتا نہیں
پر یہ بتا سکینہ کا تو سامنا نہیں

۱۲۲ لو شیعو، اب نہ پوچھو کہ مقتل میں کیا ہوا   تم بے امام ہو گئے، محشر بپا ہوا
ہفتاد و ضرب توں سے قلم ایک گلا ہوا   بھائی بہن پہ پیاس کا صدمہ سوا ہوا
حضرت کو موت سے نہ رہائے سخن ملی
جب سر جدا ہوا تو گلے سے بہن ملی

۱۲۳ لو شیعو، اب نہ پوچھو کہ ہلتے ہیں مشرقین ‏ قاتل نے عین سجدے میں کاٹا سرِ حسینؑ
زینب کی بے قراری پہ واجب ہے شور و شین ‏ ضعفِ بصر سے مرگیا زہراؑ کا نورِ عین
آنکھوں میں ہے سیاہ فلک بھی زمین بھی
گھٹنے بھی شق ہیں، کھنیاں بھی اور جبین بھی

۱۲۴ بوئے حسینؑ سونگھ کے آئی ہے لاش پر ‏ پھیلا کے ہاتھ دیکھتی ہے سینۂ دجگر
کاندھوں پہ ہاتھ رکھتی ہے اور ڈھونڈھتی ہے سر ‏ ملتا نہیں جو سر تو یہ کہتی ہے پیٹ کر
بینائی آنکھ کی گئی دل غم سے پھٹ گیا
اے خوں بھرے بدن ترا سر ہے کہ کٹ گیا

۱۲۵ تاگہ یہ بڑھ کے خولیِ ملعوں نے دی ندا ‏ زینبؑ یہ دیکھو نیزے پہ سر ہے حسینؑ کا
سننا تھا یہ کہ غش ہوئی وہ کہہ کے واأخا" ‏ بس اے دبیر کانپتا ہے عرشِ ذوالعلا
صدمے سے کربلا کی زمیں تھرتھراتی ہے
اب فاطمہؑ، حسینؑ کے لاشے پہ آتی ہے

۱۲۶ اے میرے مہربان برادر، حسینؑ جان ‏ بیووں کے قدرداں، برادر، حسینؑ جان
ہے ہے مرے جواں برادر، حسینؑ جان ‏ اے میرے کم زبان برادر، حسینؑ جان
ڈھارس بہن کے دل کو دمِ اضطراب دو
اکبر کی نوجوانی کا صدقہ جواب دو!

۱۲۷ اے قلعۂ پناہِ عزیزانِ بے پناہ ‏ اے ناخدائے کشتیِ پیغمبرِ الٰہ
رانڈوں کے وارث اور یتیموں کے بادشاہ ‏ اُمت کے سرپرست، خلائق کے خیر خواہ
سب کو حضور بے کس و بے یار کر گئے
شیعہ حقیر ہو گئے، سادات مر گئے

۱۲۸ بس اب تو ہے سکوت کا ہنگام اے دبیر ‏ ہوتا ہے نظم میں تجھے الہام اے دبیر
بیجا ہے رنجِ گردشِ ایام، اے دبیر ‏ سوئے نجف یہ کہہ سحر و شام اے دبیر
یا مرتضیٰ علی کرمت بے نہایت است
ہنگامِ دستگیری و وقتِ عنایت است[1]

[1] اگر یہ بند نہ پڑھا جائے تو آگے کے تین بند مزید پڑھے جاسکتے ہیں۔ ورنہ مرثیہ ختم ہوجاتا ہے۔

تحقیقِ متن

- قلمی نسخہ: میرا ذاتی قلمی نسخہ جس کی تاریخ ۱۲۷۰ھ سے پہلے کی معلوم ہوتی ہے۔ اس کو دوسری نظر سے گذرنے کے بعد درست کیا گیا ہے۔
- نسخہ نول کشور: جلد اول مراثیٔ دبیر طبع اول ۱۸۷۵ء صفحہ ۲۳۵

دفترِ ماتم، جلد ۱۲ ص ۱۰۴ طبع اول لکھنؤ ۱۸۹۷ء

بند ۱، ۲: معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب نے اس مرثیے کو بار بار دیکھا ہے اور ہر مرتبہ ترمیم و تنسیخ ہوئی۔ نول کشور پریس کے نسخے اور دفترِ ماتم مقابلے سے ہمیں دو قلمی معاصر نسخوں کی روایت ملتی ہے، پھر خود ہمارے نسخے کا تقابلی مطالعہ یہ ہے۔

نول کشوری نسخے میں، ہمارے متن کا پہلا بند ایک مطبعی غلطی کے علاوہ اختلاف سے خالی ہے۔ چھاپہ خانے کی غلطی یہ ہے کہ پہلے مصرع کی ردیف صحیح نہیں لکھی، مصرع یوں درج کیا ہے:

"کس کی زباں سے پیاس نے پائی یہ آبرو"

دفترِ ماتم میں پہلے بند کے مصرعوں پر کچھ اشارے لکھے ہیں پھر ان کے متبادل مصرعے یک جا لکھ دیئے ہیں۔

کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو ‏ کس[1] تشنہ لب کے حصے میں آئی ہے آبرو
ایماں کس کی خاک پہ لائی ہے آبرو ‏ آنسو میں کس کے غم نے سمائی ہے آبرو
پیاسا[3] موا ہے کون عزیزوں سے چھوٹ کر
روتے ہیں یہ حباب کسے پھوٹ پھوٹ کر

آنکھوں میں کس گہر کی سمائی ہے آبرو ‏ آنسو[2] کی کس کے غم نے بڑھائی ہے آبرو
ہم[2] سب کو کس کے غم میں سدا شیوا کذا شین ہے ‏ دریا میں شور ہے کہ وہ پیاسا حسینؑ ہے
کس[3] پیاسے کے قلق میں ہمیں شور و شین ہے
پوچھا جو نام پیاس پکاری حسین ہے

نول کشوری نسخے میں دوسرا بند یہ ہے :

کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو — ایمان کس کی خاک پہ لائی ہے آبرو !
آنکھوں میں کس کے غم کی سمائی ہے آبرو — آنکھوں کی کس کے غم نے بڑھائی ہے آبرو
ہم سب کو کس کے غم میں سدا شور و شین ہے
دریا میں شور ہے کہ وہ پیاسا حسینؑ ہے

قلمی نسخے میں مصرعوں کے تبادلے نے تین بندوں کی صورت اختیار کی ہے۔

بند ۸ : نول کشور، دفترِ ماتم، مصرع ۱ :

ہنسنے لگے حسنؑ کہ نہ تکلیف کیجیے

نول کشور، دفترِ ماتم، مصرع ۲ :

کوزہ ہٹا کے بولے : بھلائے تو لیجیے!

دفترِ ماتم، مصرع ۳ :

صدقے گیا یہ دودھ، میں پی لوں تو پیجیے

بند ۹ : نول کشور، دفترِ ماتم، قلمی نسخہ، مصرع ۴ :

"ہنستے تھے مثلِ غنچہ، نہ پھولے سماتے تھے

لیکن قلمی نسخے میں حاشیہ پر ایک مصرع بدل یہ لکھا ہے :

"ہنستے تھے کھل کھلا کے، نہ پھولے سماتے تھے"

قلمی مرثیہ مصرع ۶ "چھلک" لکھ کر اس کے نیچے "چمک" لکھا ہے۔

بند ۱۰ : قلمی نسخہ، مصرع ۱، ۲ :

ماتھے سے جو پسینے کے قطرے ڈھلک پڑے — زہراؑ کے آنسو ساتھ عرق کے ٹپک پڑے

پھر ان پر خط کھینچ کے "نسخہ" کے عنوان سے مذکورہ متن مصرعے لکھے ہیں، جو دونوں مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہیں۔

بند ۱۱ : نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ قلمی نسخے میں دوسرا مصرع حاشیہ پر یوں بھی لکھا ہے :

منہ دیکھ کر حسینؑ کا رونے لگی بتولؑ

بند ۱۲ : دفترِ ماتم، نول کشور، مصرع ۲ :

مجھ کو تو جو حسن ہے تمہارا وہی حسینؑ

بند ۱۳ : دفترِ ماتم مصرع اول : "دو ہانی نے دودھ کے پیاسے تھے دونوں لال

نول کشور، دفترِ ماتم، مصرع ۵ :

"حاضر ہوں میں اب ان کی ضیافت کے واسطے

بند ۱۴ : دفترِ ماتم، نول کشور مصرع ۴ :

پیدا ہوئے تو دودھ کو ترسے یہ، ہے غضب!

بند ۱۵ : دفترِ ماتم، مصرع ۱ : "کیسا بتولؑ روئیں یہ دوڑے جو سوئے جام"

دفترِ ماتم، مصرع ۴ : کیا تڑپی ہوں گی قبر میں خاتونِ نیک نام

بند ۱۸ : نول کشور، دفترِ ماتم، مصرع ۶ :

ان کا یہ کہنا پانی سے بے آس ہے حسینؑ

بند ۲۱ : دفترِ ماتم، مصرع ۶ : نورا اٹھ گیا زمیں سے پھر کیا ہے، خاک ہے

بند ۲۲ : دفترِ ماتم میں ہے۔ نول کشور نسخے اور قلمی نسخے میں موجود نہیں۔

بند ۲۶ : نسخہ نول کشور، مصرع ۴ :

لازم ہے بے مشاہدہ شور و بکا کریں

دفترِ ماتم، مصرع ۶ : اس دیکھنے کو حیف ہے ہم دیکھتے نہیں

دفترِ ماتم میں، مرزا صاحب نے نئے مطلع اور اس کی مناسبت سے سولہ بند لکھے ہیں اور کاتب نے بے ربط لکھ دیا جس سے پورا مرثیہ غیر مرتب ہو گیا۔ یعنی دفترِ ماتم میں صفحہ ۱۱۲ کا بند نمبر ۶، ہے (زیرِ نظر ترتیب میں بند نمبر ۶۸)

بر میں نبیؐ کا جامۂ عنبر شمامہ ہے — پر عرق عطر خونِ شہیداں وہ جامہ ہے

اس کے بعد مطلع اس سے مربوط بند :

اے ابر تر بتا گہر بے بہا ہے کیا — اے بحرِ فیضِ جاریِ ربّ العلا ہے کیا

ہم نے اس اضافہ کو مسلسل و مربوط بنانے کے لیے دفترِ ماتم کے بندوں کی ترتیب بدل دی ہے یہ سولہ بند، نہ ہمارے قلمی نسخے میں ہیں نہ نول کشور کے مطبوعہ نسخے ہیں۔

بند ۲۷، تا ۴۲ : دفترِ ماتم کی ترتیب میں نمبر ۷۷، سے ۹۲ تک ہے۔ قدرے اختلاف ہے۔

بند ۴۳ : قلمی نسخہ، نول کشور میں بیت مطابق متن ہے، لیکن دفترِ ماتم کی بیت ہے :

بے آگ کے کباب کرے گا عذاب کو — سرکہ بنائے گا یہ گنہ کی شراب کو

بند۴۴ : دفترِ ماتم میں یہ بند ایک مرتبہ نمبر ۲۸ پر درج ہے دوبارہ نمبر ۹۶ پر
بند۴۵ : دفترِ ماتم میں بند ۲۹ اور ۹۷ ہے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ بند ۳۱ پر چار مصرعے ذرا بدل کے بیت برقرار رکھی ہے اور اسے مطلع قرار دیا ہے۔

یا مصطفےٰؐ نظر طرف کربلا کرو! یا مرتضیٰؑ حمایت آلِ عبا کرو
یا فاطمہؑ حسینؑ کے غم میں بکا کرو یا مجتبےٰؑ عزائے برادر بپا کرو
بچوں کی نوجوانوں کی قربانیاں ہوئیں
اور اب جدا حسینؑ سے سیدانیاں ہوئیں

بند۴۶ و ۴۷ : قلمی مرثیہ میں نہیں ہیں۔
بند۴۸ : نول کشور، مصرع ۲ :

دو پایا تھا دودھ جس کے پیسے ہو کے دردمند

قلمی نسخہ، مصرع ۳ : (متن میں)

"پیا سا وہ ذبح ہو گیا اب مثل گوسفند"

اور بین السطور " وہ ذبح ہوتا ہے اب "

بند ۴۹ : نول کشور، مصرع ۴ :

مارا دہن پہ تیر، بھرا زخم سے لباس

بند ۵۳ : نسخۂ نول کشور، دفترِ ماتم مصرع ۱ :

فرمایا، جاتے ورگے مدینے کو جائیں ہم
مصرع۲ : وہ بولے نیزے کس کے جگر پر لگائیں ہم

دفترِ ماتم بیت :

فرمایا، رحم دل میں کسی کے بیے نہیں بولے کہ ہے پر آلِ نبیؐ کے لیے نہیں

پھر حاشیہ پر نسخۂ بدل لکھا ہے :

مانا کوئی سخن نہ شہِ تشنہ کام کا تنہا پہ غول ٹوٹ پڑا اہلِ شام کا

دفترِ ماتم میں یہ بند مکرر ہے۔
بند۵۴ : دفترِ ماتم، مصرع ۳ :

اٹھ کر کیا ہوا کے فرشتے نے بھی سلام

نسخۂ نول کشور، مصرع ۳ :

اڑ کر کیا ہوا کے فرشتے نے بھی سلام

نول کشور و دفترِ ماتم مصرع ۴ :

بولا، جو حکم ہو تو اڑا دوں میں فوجِ شام

قلمی نسخہ میں مصرع ۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے "مؤکل دریا"
بند ۵۵ : قلمی نسخہ و نول کشور، مصرع ۳ :

"آتی ہے تم سبھوں کی تو ہم پاس احتیاج"

بند۵۶ : دفترِ ماتم، مصرع ۳ :

حرزِ جہاں، امانِ شریعت، پناہ دیں"

بند۵۷ : نسخہ نول کشور و دفترِ ماتم، مصرع ۲ :

"مسند ہو یا کہ قبر ہو، تکیہ خدا پہ ہے"

بند ۵۸ : قلمی مرثیہ، مصرع ۶ :

ہر چہرہ فرد فرد کا تھا سب نگاہ میں

متن کا مصرع دونوں مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہے۔
بند ۶۲ : قلمی نسخہ اور دفترِ ماتم، مصرع ۶ :

"اہلِ نگہ کے تارِ نگہ کے نشان تھے"

متن مطابق نول کشور :
بند۶۳ : دفترِ ماتم و نسخۂ نول کشور مصرع ۳ :

تنہائی کا ہجوم جلو میں ہوا عیاں

دفترِ ماتم مصرع۴ : مظلومیت پرے سے بڑھی کھول کر نشاں
قلمی مرثیہ اور نول کشور مظلومیت سبھوں سے بڑھی کھول کر نشاں
نسخۂ نول کشور، دفترِ ماتم و حاشیہ نسخۂ قلمی کی بیت ہے :

فرمایا ذوالجلال نے اپنے جلال سے ہونا جدا نہ فاطمہؑ زہرا کے لال سے

بند۶۴ : دفترِ ماتم مصرع ۳، ۴ کی ترتیب بدل ہوئی ہے۔
بند۶۷ : نول کشور و دفترِ ماتم، مصرع ۶ :

"جیسے نبیؐ کے سامنے آتے تھے عید کو"

بند۶۹: نول کشور و دفتر ماتم و قلمی مرثیہ مصرع ۶:

"پھرتے ہیں منہ میں کان سے پنبہ نکال کے"

بند۷۲: قلمی نسخہ و نول کشور مصرع ۴:

"ارکانِ روم کان پکڑتے تھے نام سے"

بند۷۶: دفتر ماتم، مصرع ۳:

مردانہ وار شہ نے کیے وار اس کے رد"

دفتر ماتم، مصرع ۶: بنیاد عرش و فرش ہلائی حسینؑ نے"

بند۷۷: دفتر ماتم، نول کشور و حاشیہ قلمی:

پائی نہ راہ رنگ بھی اڑ کر ٹھہر گیا

بند۷۸: قلمی نسخہ بیت کی ردیف "پڑے" ہے متن مطابق نسخۂ نول کشور ہے۔
دفتر ماتم کی بیت ہے۔

بندوں کو کھیل قدرت حق کا نظر پڑا پاؤں سے خود موزے کو دے کر اتر پڑا

بند۷۹: نسخۂ نول کشور، مصرع ۴:

اڑ کر قدم جدا گیا اور سر جدا گیا

بند۸۰: نسخۂ نول کشور، مصرع ۲:

جنات وجد میں تھے کہ تیغ دو سر یہ ہے

بند۸۱: نسخۂ نول کشور، مصرع ۱:

ناگاہ ذوالفقار نے کی صلح جنگ میں

بند۸۲: قلمی نسخے میں مصرع اول و دوم یہ ہے:

چمکی جو منہ پہ، عقل سروں سے نکل گئی بے پر تو تھی پرے کے پروں سے نکل گئی

اور حاشیے پر مصرع بدل وہ لکھے ہیں جو ہم نے متن میں درج کیے ہیں، نسخۂ نول کشور و دفتر ماتم میں بھی یہ مصرعے اسی طرح چھپے ہیں۔

بیت میں بڑا اختلاف ہے۔ قلمی نسخے کے متن میں تو دونوں مصرعے اسی طرح جیسے میں نے نقل کیے ہیں۔ لیکن آخری جملہ یہ بھی لکھا ہے: "تو پھولوں کی بو نہ تھی"۔ اسی کے ساتھ حاشیہ

پر مصرع بدل ہے "بر برش (کذا) سے اس کی ڈھال کے پھولوں میں بو نہ تھی"
نسخۂ نول کشور و دفتر ماتم میں بھی چھٹا مصرع یہی ہے۔

بند۸۴: نسخۂ نول کشور، مصرع ۲:

روح و بدن کے ربط کے پیوند تھا جدا

بند۸۵: قلمی نسخے کے حاشیہ پر متبادل بیت یہ بھی ہے۔

نے مرتے تھے، نہ جیتے تھے، لیکن سسکتے تھے بھیگے تھے مرغِ روح کے پر، اڑ نہ سکتے تھے

بند۸۷: مطبوعہ نسخوں میں یہ بند نہیں ہے، قلمی مرثیے سے نقل ہے۔

بند۸۸: دفتر ماتم میں یہ بند نہیں ہے۔ قلمی نسخہ، مصرع ۱ کا متبادل مصرعہ حاشیے پر یوں درج ہے:

"یاران ذوالفقار سے ہستی کے گھر بہے"

نسخۂ نول کشور مصرع ۲: مطابق متن ہے، لیکن قلمی نسخہ ہے۔

"تخم بدی عمر کا بچا، سب شجر بہے"

نسخۂ نول کشور، مصرع ۴:

"سوتے تھے جو زمیں پہ وہ افلاک پر بہے"

قلمی نسخہ، مصرع ۵:

جز آب تیغ منہ میں گرے تھے نہ سر کبھو

نسخۂ نول کشور میں ردیف "کبھی" ہے۔ "کبھو" مرثیے کی قدامت کا ثبوت ہے۔ جسے مرزا صاحب نے بعد میں ترک کر دیا ہوگا۔

یہ بند مرزا صاحب کے مرثیے "باقرؑ کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے" کا بند نمبر ۶۲ ہے۔

بند۸۹: قلمی نسخہ و نول کشور، مصرع ۱:

عیسےٰؑ کی طرح اوج فلک پر چلی گئی

لیکن قلمی نسخے میں مصرع بدل ہے۔

اونچی ہوئی تو اوج فلک پر چلی گئی

بیت کا حاشیہ ہے:

بیٹھی جو پشت سر سے تو رو سے دوچار تھی آنسو کی طرح دیدۂ مردم کے پار تھی

بند۹۰: صرف قلمی نسخے میں ہے، اور اس کے مصرع ۳، ۴، ۵، ۶ کے متبادل مصرعے بھی حاشیے

پر لکھے ہیں۔ مثلاً مصرع ۳ و ۴ جو ہمارے متن میں ہے۔ اصل میں وہ حاشیے پر درج ہیں۔ متن کے مصرعے ہیں:

مانند شعلہ باگ اُٹھائے چلے گئے   آندھی کی طرح آگ لگائی، چلی گئی

اور بیت کا حاشیہ ہے:

یہ تیغ رن میں حلت و حرمت دکھا گئی   مچھلی سمجھ کے موت کو بے ذبح کھا گئی

نیز یہ بند، بند ۴۶ مرثیہ "بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے"

بند ۹۱: قلمی و نسخہ نول کشور "سونا نصیب کے لیے اکسیر ہو گیا"

بند ۹۲: نول کشور، مصرع ۱: خورشید کا چلن یہ چلی ہو کے تیم جاں

بند ۹۳: دفتر ماتم میں نہیں ہے، نسخہ نول کشور میں پانچ بند پہلے لکھا ہے۔

بند ۹۵: قلمی نسخہ و دفتر ماتم، مصرع ۲

"پھر قبلے کی طرف بھی نہ اعدانے رو کیا"

قلمی نسخہ، مصرع ۳ حاشیے پر "چھپ چھپ کے"

نسخہ نول کشور۔

ہر دم لہو سے تیغ نے تازہ وضو کیا   جھک جھک کے دوڑ دوڑ کے خونِ عدو کیا

بند ۹۶: دفتر ماتم مصرع ۲: دو کر کے تن کو نقش دوم یہ دکھا گئی

دفتر ماتم مصرع ۴: توحید کی یہ حجّت قاطع بتا گئی

نول کشور، مصرع ۴: توحید کی یہ حجّت قاطع بتا گئی

بند ۹۷: قلمی نسخہ و دفتر ماتم، مصرع ۴:

مانگو دعا، یہ حصّۂ امت کا وقت ہے

نسخہ نول کشور، مصرع ۵: "اب تم اور حضوری معبود ہے، حسینؑ

۶ یہ سر جھکا کے بولے کہ موجود ہے حسینؑ

بند ۹۸: قلمی نسخے کے حاشیہ اور دفتر ماتم کی بیت مطابق متن، لیکن قلمی نسخے کا متن اور نسخہ نول کشور کی بیت ہے:

تیغ رواں پہ قبضۂ حکم خدا رہا   تسمہ گلے میں جس کے لگا تھا لگا رہا

دفتر ماتم کے حاشیے پر نوٹ ہے کہ یہ بند، بند ۸۵ سے مربوط ہے۔

بند ۱۰۱: دفتر ماتم، مصرع ۲: "راکب کو ذوالجناح نے دیکھا اور آہ کی"

مصرع ۵: "سنتا ہے کرن اپنی جو فریاد کیجیے

بند ۱۰۲: دفتر ماتم، مصرع ۱: شفقت سے ذوالجناح کی گردن پہ رکھ کے سر!

قلمی نسخے میں پانچواں مصرعہ ہے:

عاشق کو ان کے ان کے برابر اتار دے

لیکن قلمی نسخے کے حاشیے، دفتر ماتم اور نسخہ نول کشور میں بیت کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

اے اسپ باوفا مرے دل کو قرار دے

بند ۱۰۳: دفتر ماتم، مصرع ۳: "یعنی دکھیں نہ زخم تنِ سرورِ زماں"

بند ۱۰۵: دفتر ماتم و نول کشور مصرع ۱:

"کرتے تمہارے سیتی تھی اس سے بزیب و زین"

قلمی نسخہ و دفتر ماتم، مصرع ۲:

سرمہ بھی تیری آنکھوں میں دیتی تھی نور عین

نول کشور، مصرع ۴: "ماتم ہے یا حسینؑ"

بند ۱۰۶: قلمی نسخہ، مصرع ۲: مرکب سے ہاتھوں ہاتھ اتارا حسینؑ کو

بند ۱۱۱: قلمی نسخہ مصرع ۶: "موزہ نہ تھا، نقاب نہ تھا اور ردا نہ تھی"

لیکن دفتر ماتم و نسخہ نول کشور میں "نقاب نہ تھی" دراصل ناسخ سے پہلے "نقاب" کی تذکیر و تانیث میں اختلاف تھا، ناسخ کے بعد اہل لکھنؤ نے مؤنث تسلیم کر لیا۔

بند ۱۱۳: نسخہ نول کشور، مصرع ۶:

"اب جس کو قتل کرتے ہو یہ میرا بھائی ہے"

دفتر ماتم، مصرع ۶: اب جس کو قتل کرتے ہیں یہ میرا بھائی ہے

متن مطابق نسخہ قلمی۔

بند ۱۱۴: قلمی نسخہ، مصرع ۴: حاضر ہے سر بھی اُن کے عوض کاٹ لے عدو

بند ۱۱۵: قلمی نسخہ، مصرع ۵: دھڑکا تھا جس کے آنے کا وہ اب نکل پڑی

قلمی نسخے کا حاشیہ، دفتر ماتم اور نسخہ نول کشور مطابق متن

بند ۱۱۶: نسخہ نول کشور و دفتر ماتم و حاشیہ نسخہ قلمی میں بیت یوں ہے:

ہے ہے تمہارے حلق پہ تیغِ جفا پھرے مشکل کشا بھی آج خبر کو نہ آ پھرے

متن کی بیت قلمی نسخہ کے متن میں درج ہے۔

بند ۱۱۷: نسخہ نول کشور، مصرع ۲:

حضرت بہن کے دھیان میں تھے ششدر و حزیں

یہ بند اس مرثیہ میں بھی موجود ہے جس کا مطلع ہے۔

عصیاں کے عارضے سے جو دل ناتواں ہوا

بند ۱۱۸: یہ بند نسخہ نول کشور میں نمبر ۱۰۰ پر ہے اور ہمارے متن کا بند نمبر ۱۱۹ نسخہ نول کشور میں ۹۹ ہے۔ قلمی نسخے میں بند نمبر ۱۱۷ کے نیچے ترک میں لکھا ہے:

شیعو اب نہ پوچھو کہ جلتے ہیں مشرقین

پھر بند ۱۱۸ و ۱۱۹ پر نسخہ۔ نسخہ۔ درج ہے گویا، بند ۱۱۸ متروک ہے۔

بند ۱۱۹: قلمی نسخہ میں دوسرا مصرع ہے:

قاتل نے عین سجدے میں کاٹا سرِ حسینؑ

پھر اس مصرع کے نیچے متبادل مصرع لکھا ہے:

تم بے امام ہو گئے مارے گئے حسینؑ

یہی مصرع نسخہ نول کشور و دفترِ ماتم میں ہے۔

زینب کے حالِ غیر پہ واجب ہے شور و شین

"حالِ غیر پہ" کے نیچے متبادل فقرہ لکھا ہے "بے قراری پہ"

بند ۱۲۰: نسخہ نول کشور، مصرع ۴ "کاندھے پہ ہاتھ رکھنی ہے"

نول کشور و دفترِ ماتم مصرع ۵ "بینائی آنکھ میں نہیں"

بند ۱۲۱: نسخہ نول کشور و دفترِ ماتم میں مرثیہ اس بند پر ختم اور یہی مقطع ہے لیکن قلمی نسخے میں یہ بند موجود نہیں اس میں تین بند اور ہیں جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہیں۔

بند ۱۲۳، مرزا صاحب کا مرثیہ ہے:

"عصیاں کے عارضے سے جو دل ناتواں ہوا"

مذکورہ بند اس مرثیہ کا بھی مقطع ہے۔

فرہنگ

۱۔ شیر دار: دودھ دینے والی۔

۲۔ تحسین: آفریں۔

۳۔ مُقتضا: تقاضہ۔ مطالبہ۔

۴۔ قوت: خوراک۔

۵۔ دفعتاً: اچانک۔ ضرورت شعری کی وجہ سے مرزا صاحب اس کا املا صوتی طریقے پر لکھتے ہیں۔

۶۔ عندلیب: بلبل۔ سدرہ: حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کی ایک منزل جس پر پہنچ جبریل علیہ السلام رک گئے تھے۔ عندلیبِ سدرہ: کنایہ ہے جبرئیلؑ سے۔

۷۔ سُبحہ: تسبیح۔

۸۔ برات: نجات

۹۔ وزدِ مرگ: موت

۱۰۔ حاجب: دربان

۱۱۔ مجمرہ: انگیٹھی

۱۲۔ نیّر: بڑا سیارہ۔ نیّرِ اکبر، سورج۔ نیّرِ اصغر، چاند۔

۱۳۔ سرنوشت: قسمت، قسمت کا لکھا۔

۱۴۔ فشار: قبر کا مرنے والے کو دبانا۔ بھینچنا۔

۱۵۔ مردم: (مرد کی جمع) لوگ

۱۶۔ عصیاں کی شراب کو سرکہ بنائے گا: نجس کو پاک، گنہ گار کو معاف کر دے گا، شراب اگر خاص عمل کے ذریعے سرکہ بن جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

۱۷۔ مستغنی المزاج: فطرتاً بے نیاز آدمی۔

۱۸۔ بطن: تہہ کے معنی، پنہاں۔

۱۹۔ اَنْزَعُ الْبَطِیْن : حضرت علی علیہ السلام کا لقب ۔

۲۰۔ غُرُّ الْمُحَجَّلِیْن : روشن پیشانی والے گھوڑا۔ قائدِ غُرِّ الْمُحَجَّلِیْن : عمدہ، روشن، پیشانی والے گھوڑے سوار شہ شہسواروں کے رہنما و قائد۔ حضرت علی علیہ السلام کا لقب ۔

۲۱۔ زکریا علیہ السلام ایک نبی تھے جو اپنی قوم کی اذیتوں سے بچنے کے لیے ایک درخت میں پناہ لینے گئے، قدرتِ خدا سے درخت کا شکم کھلا اور حضرت زکریا کے داخل ہوتے ہی وہ تنا بند ہو گیا۔ مگر دشمن نے اس درخت کو اس طرح کاٹا کہ زکریا علیہ السلام بھی دو نیم ہو گئے ۔

۲۲۔ یُورِش : یورش، بھرپور حملہ۔ غول کا ٹوٹ پڑنا ۔ بُرِش۔ کاٹ۔ تیزی دونوں لفظوں میں تجنیس ہے۔

۲۳۔ سَلْخ : کھال کھینچنا، چاند کے مہینے کی آخری دو تاریخیں۔

۲۴۔ غُرَّہ کرنا : چاند کا نکلنا۔ سلخ اور غُرَّہ ، ہلال، آسمان میں مراعاۃ النظیر ہے۔ اور فقط غُرَّہ و سَلْخ میں تضاد و تقابل ۔

۲۵۔ سَجِل ہونا : تحریر ہونا۔

۲۶۔ سُنْبُلہ : ایک برج کا نام

۲۷۔ غاشِیَہ بردار : غلام۔ شاہی سواری کی پرشش سے کر سواری کے ساتھ چلنے والا خادم۔
غاشیہ : وہ کپڑا جو آراستہ گھوڑے کی زین پر ڈال جاتا ہے کہ وہ گرد سے محفوظ رہے ۔ گردپوش۔

۲۸۔ سرِ سواری : سواری کے اوپر۔

۲۹۔ عَنْبَر شمامہ : عنبر کی خوشبو۔

۳۰۔ طُرَّہ : کلغی۔ وہ نشان جو پگڑی پر لگاتے ہیں۔ امتیازی نشان ۔

۳۱۔ شَمْلہ : عمامے کا وہ سرا جو گردن کی طرف یا کنپٹی کی طرف لٹکتا ہے۔

۳۲۔ مورچَھل : مور کے پروں کا پنکھا۔ ایک خوبصورت آلہ جس کے اوپر قیمتی بالوں یا مور کے پروں کا گچھا لگا کر، امیروں کے پر ہلاتے ہیں (مکھیاں دور رکھنے والی شئے)

۳۳۔ جِدال : بحث، جنگ ۔

۳۴۔ پُنْبَہ : روئی ۔

۳۵۔ گُرْدان : گُرد کی جمع (پہلوان ۔

۳۶۔ جِھِلَم : خود سے لگی ہوئی جالی کی نقاب، فولادی نقاب۔ جو چہرے کی حفاظت کے لیے منہ پر ڈالی جاتی تھی ۔

۳۷۔ پَرْتَلا : تلوار لٹکانے کا تسمہ۔ ڈاب ۔

۳۸۔ نُقْرہ سَمَنْد : سفید رنگ کا گھوڑا ۔

۳۹۔ لا تُعَدّ : بے شمار۔ بہت زیادہ ۔

۴۰۔ جَلاجِل : جانجھ۔ ایک قسم کا باجا، جسے ہاتھوں سے بجاتے ہیں ۔

۴۱۔ مِغْفَر : لوہے کی ٹوپی، ایک جنگی ٹوپی۔ خود ۔

۴۲۔ ڈاب : نیام۔ پرتلا ۔

۴۳۔ کمربند : پیٹی ۔

۴۴۔ تَری : پار ہوئی، تیر گئی ۔

۴۵۔ یا اَرْضُ ابْلَعِیْ : اے زمیں نگل جا، پی جا۔ (قرآن مجید)

۴۶۔ گَبْر : آتش پرست۔ کافر۔

۴۷۔ گِلِ ارمنی : ارمنستان کی مٹی۔ ارمَنی : عیسائی۔ نصرانی ۔

۴۸۔ تَحْوِیل : سورج کا دورہ مکمل کر کے، برجِ حمل میں داخل ہونا۔

۴۹۔ طالِع : بچے کی پیدائش کے وقت نجومی ساعت ۔ (اس بند میں خورشید، حلن، تحویل، نوروز، شبِ برات، طالع، دن رات، باہم متعدد مناسبتیں رکھنے والے الفاظ ہیں)

۵۰۔ زَلو : جونک ۔ (دفترِ ماتم کے حاشیہ پر یہی معنے چھپے ہیں)

۵۱۔ ہَڑواڑ : قبرستان ۔

۵۲۔ حُجَّتِ قاطع : حریف کے دعوے کو ختم کر دینے والی دلیل۔ مضبوط دلیل۔

۵۳۔ امڈیں : گھر کر آئیں۔ چھا گئیں ۔

۵۴۔ شہِ دُلدُل سوار : حضرت علی علیہ السلام ۔

۵۵۔ سنان : سنان ابن انس، وہ شخص جس نے امام علیہ السلام کو نیزہ مارا تھا۔

۵۶۔ موزہ : جوتا، تلوے اور پنجے کو چھپاتے والا موزہ ۔

۵۷۔ چادرِ تطہیر : وہ چادرِ عصمت و طہارت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علیؑ،

حضرت فاطمہؑ زہرا، حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ جمع ہوئے تھے اور "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (سورۃ الاحزاب کی ۳۳ ویں) آیت نازل ہوئی جس میں پنجتنِ پاک کو عصمت کاملہ کی سند دی گئی تھی — (ترجمہ) بلاشبہ اللہ نے ارادہ کیا کہ اہل بیت تم سے رِجس (ہر قسم کی نجاست) کو دور کردے اور تمھیں وہ طہارت دے جو پاکیزگی کا حق ہے۔"

۵۸- وا اخا (کا) : ہائے بھائی۔

مرثیہ نمبر ۱۲

قدرت کے حوصلے کا تحمّل حُسینؑ ہے

۸۸ بند

بیان شہادت امام حسین علیہ السلام

- تعارف و تبصرہ
- مرثیہ
- تحقیق متن
- فرہنگ الفاظ

مرثیہ پر نظر

مرثیہ کی اٹھان اور مصرعوں کا آہنگ دیکھ کر شبہ ہوتا ہے، جیسے کسی آج کے شاعر نے لکھا ہے:

مثلاً پہلا بند، خاص طور پر یہ بیت:

خوش ہو کے خاک میں چمن اپنا ملا دیا　　ایمان کو حسینؑ نے مر کر جلا دیا
بندوں کا کیا حساب ہے اور کیا شمار ہے
حیدرؑ کا لال یاورِ پروردگار ہے

اور یہ بند دیکھیے:

ایواں ہے جس کا عرش، وہ ایواں حسینؑ ہے　　قرآں ہے رحل جس کی، وہ قرآں حسینؑ ہے
قائل ہیں انبیائے سلف، جاں حسینؑ ہے　　مورِ ضعیف سب ہیں، سلیماںؑ حسینؑ ہے
ایماں کے قافلے کو جو دیکھا جہان میں
یوسفؑ بھی خضر کو نہ ملے کاروان میں

ایمان جس کا پھل ہے وہ طوبیٰ حسینؑ ہے　　کوثر ہے جس کا قطرہ وہ دریا حسینؑ ہے
بیمار سب جہاں ہے، مسیحا حسینؑ ہے　　خالق کے بعد، بندوں میں یکتا حسینؑ ہے
یکتا یہ بندہ صبر و شکیبائی میں ہوا
جس کا کوئی شریک نہ تنہائی میں ہوا

یہ ندرتِ فکر اور زورِ بیان اس مرثیہ میں بہت نمایاں ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھیے اور سرسری نظر سے مطالعہ کر جائیے۔ آپ مرثیہ کو سادگی سے آراستہ اور شاعرانہ خوبیوں سے پیراستہ پائیں گے۔ صنعتوں کا التزام، محاسنِ لفظی و معنوی کا اہتمام نہ ہونے کے باوجود دبیر کا یہ کمال بڑی بے ساختگی سے نمایاں ہوتا ہے۔

مرثیہ دبین کی کسک اور درد انگیزی و رقت خیزی کی تاثیر بھی پوری قوت سے محسوس ہوتی [illegible] سامنے آتا ہے وہ طویل کو مختصر اور مرکب کو مفردہ بنانے کا عمل ہے

مرثیہ، اپنے اجزاء کی وجہ سے پھیلاؤ چاہتا ہے، شاعر اپنی فنی قوت اظہار کی خاطر فکر و خیال کے پہلو نکالتا ہے۔ خطیب جس قدر شیوا بیان ہوتا ہے اسی نسبت سے اس کی تقریر میں پہلو داری ہوتی ہے۔ ادیب کو جتنی مہارت ہوتی ہے اس کی عبارت میں اسی قدر پھیلاؤ ہوتا ہے۔ پھر شاعر و خطیب کی ذاتی حیثیت و محبوبیت بھی مجمع اور سامعین کا مطالبہ بدل دیتی ہے۔ اچھا شاعر اپنے سامعین اور قدر دانوں کو مطمئن کرنے کے لیے نظم لکھتا ہے۔ مجمع میں اپنا کلام سناتا ہے۔ لوگ اثر لیتے ہیں کچھ لوگ اس نظم یا مرثیہ کو دوبارہ سننے کے لیے پھر مجلس کرتے ہیں۔ اور شاعر وہ کلام دوبارہ پڑھتا ہے۔ چونکہ چھوٹی بڑی مجلسیں بکثرت ہوتی تھیں اور اپنے دور میں مرزا صاحب ہر جگہ نہیں پڑھ سکتے تھے، اس لیے چھوٹے ذاکر مرزا صاحب کا مرثیہ ان سے لے کر پڑھتے تھے، شاعر کے نہ ہونے اور زبان کے بدلنے سے تاثیر کا بدلنا بھی ضروری ہے۔ مرزا صاحب دو سو بند پڑھتے تھے، لوگ دل جمعی سے سنتے تھے، دوسرے مرثیہ خوان کے لیے مشکل تھا کہ وہ مجمع کو اتنی دیر تک روک سکے لہٰذا وہ مرثیہ کو مختصر کرتے تھے، اس اختصار میں اجزا بے جوڑ اور فکر بے ربط ہو جاتی تھی۔

مرزا دبیر نے اپنے دوستوں اور قدر دانوں کی خاطر ایک جدت اختیار کی اور مرثیہ میں اتنے موڑ رکھے کہ پڑھنے والا جہاں سے چاہے مرثیہ شروع کر دے اور جتنے وقت میں چاہے مرثیہ ختم کر دے اس طرح طویل مرثیہ کو مختصر کرنے کا طریقہ وضع ہو گیا، وہ مرثیہ میں متعدد مطالع کے موجد ہیں ایک ایک مرثیہ میں چار چار یا پانچ مطلع لکھے اور زیر نظر مرثیہ تو اٹھارہ مطلعوں پر مشتمل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب مجلس کی مناسبت سے مختصر پڑھنا چاہیں تو ابتدائی بند حسب موقع کم کر دے اور ستر ہ بند تک مطلعے نہ پڑھے تو اڑسٹھ بند باقی رہتے ہیں اور اگر آخری دو بند بھی نہ پڑھے تو چھیاسٹھ بند کم و بیش پون گھنٹے میں پڑھ سکتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اس جدت کے علاوہ ایک نئی بات یہ کی ہے کہ آخر میں ایک بند عربی میں اور دوسرا بند اس کے ترجمے میں لکھا ہے، عربی کا بند کسی کی فرمائش سے لکھا ہے یا اظہار قدرت کے طور پر؛ انہوں نے مستقل عربی میں مشق سخن کے بغیر لکھا ہے یا اس زبان میں طبع آزمائی کر چکے تھے۔ سر دست اس سے بحث نہیں۔ لیکن اس سے ایک تو مرزا صاحب کی دسترس کا حال معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے اس نظر کی داد دینا پڑتی ہے کہ یہ دونوں بند مرثیہ کے جزو لاینفک نہیں بنائے۔ چنانچہ ان کی اشاعت دفتر ماتم میں تو ہوئی مگر اس کی روایت ہمارے قلمی مرثیے تک نہیں پہنچتی۔

دفتر ماتم میں مرثیہ کے آخر میں دو بند تخلّص کے ہیں۔ پہلا بند ہمارے قلمی نسخے میں نہیں ہے۔
قلمی مرثیہ بیاسی بندوں پر مشتمل ہے اور دفتر ماتم کی ساتویں جلد میں اٹھّاسی بند ہیں۔ نول کشور کے شائع کردہ مجموعے میں یہ مرثیہ موجود نہیں ہے۔ میں نے مطبوعہ اور قلمی مرثیہ کا تقابلی مطالعہ کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے۔

۱۔ دفتر ماتم جس مخطوطے کے پیش نظر چھاپا گیا ہے وہ قدیم نسخہ تھا اور میرا نسخہ اس کے بعد کا مخطوطہ ہے
۲۔ مرزا صاحب نے اس مرثیہ پر کم از کم تین مرتبہ نظر کی ہے، ابتدائی فکر کا نقش چھپا ہے اور اسی پر بعض بند مکرر لکھے جنھیں بلا غور و فکر اسی طرح متن میں لکھ لیا گیا۔
۳۔ نظر ثانی شدہ مرثیہ پر پھر غور کیا گیا اور وہ متن تیار ہوا جس سے نقل تیار ہوئی ہے جسے میں نے زیر نظر متن کی بنیاد قرار دیا ہے۔
۴۔ میرا نسخہ جس مطلع سے شروع ہوتا ہے، دفتر ماتم میں وہ ساتواں مطلع ہے۔
(مطلعوں کی تفصیل بحث و تحقیق میں دیکھیے)
۵۔ دفتر ماتم میں بنیادی نسخے کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ میرا نسخہ اگرچہ بہت خوش خط نہیں مگر عام خطی نسخوں کے برخلاف اچھے خاصے تفصیلات کا حامل ہے۔
(الف) خط واضح ہے۔ املا غلط، کاتب لفظیں چھوڑنے، یا مکرر لکھنے کا عادی ہے۔
(ب) سرورق پر ۸۴ بند تحریر ہے جب کہ مرثیہ میں ۸۲ بند لکھے ہیں۔
(ج) بند نمبر ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۶۱ پر "لا" درج ہے یعنی مرثیہ خواں، یا خود کاتب مجلس پڑھتے ہوئے ان بندوں کو چھوڑ سکتا ہے۔
(د) دس ورق، ہر ورق میں چار بند، صفحہ ۸ تا ۱۱، اور صفحہ ۱۳ و ۱۵ پانچ بند، صفحہ ۲۰ تین بند۔ سائز کاپی کا ہے۔
(ھ) کاتب کا نام اکبر علی ہے ان کی قابلیت کے لیے ترقیمہ کی عبارت و املا ملاحظہ ہو:
"تمت تمام شد بوقت دو پاس روز باقی مندہ تمامی یافت۔
خط بد نمط عاصی اکبر علی تحریر بتاریخ بست و پنجم محرم الحرام ۱۲۷۳ھ ہجری"
کسی دوسرے قلم سے ۳ کو ۵ بنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن ۳ کا عدد صاف پڑھا جاتا ہے
(و) سرورق پر مندرجہ ذیل تحریر ہے:

(۱) "تصنیفات جناب مرزا دبیر صاحب ہفدہ چیدہ مدح جناب سبطِ اکبر گفتہ اند،
قدرت کے حوصلہ کا تحمل حسین ہی

بند ۸۴

اور بالائی گوشے میں "مقابلہ نمودہ شد"
اسی گوشے کے داہنی طرف لکھا ہے: "قیمت ۲ر از اصغر علی، مالک شجاعت علی"
(۲) ۲۵ محرم ۱۲۷۳ھ یعنی ۲۵ ستمبر ۱۸۵۶ء میں مرزا صاحب کی عمر پچپن سال تھی اور لکھنؤ کی شاہی ختم ہوکر کمپنی کا راج قائم ہو چکا تھا۔
اس طرح یہ مرثیہ غدر سے پہلے کا تو بلاشبہ ثابت ہوگیا، لیکن مرثیے کا اسلوب بتاتا ہے کہ شاید یہ مرثیہ اس سے پندرہ بیس برس پہلے کی تصنیف ہو۔

مرثیہ

قدرت کے حوصلے کا تحمّل حسین ہے

۸۵ بند

بیان شہادت امام حُسین علیہ السّلام

۱ قدرت کے حوصلے کا تحمّل حسینؑ ہے — سب جزو ہیں مقابلے میں کل حسینؑ ہے
بو جس کی باغِ خلد ہے وہ گل حسینؑ ہے — گل جس کا عشقِ حق ہے وہ بلبل حسینؑ ہے
خوش ہو کے خاک میں چمن اپنا ملا دیا
ایماں کو حسینؑ نے مر کر جلا دیا

۲ آیاتِ ہفتؔ ہیکل گردوں، حسینؑ ہے مطلع قرآن کا چُنا ہوا مضموں، حسینؑ ہے
بحرِ علوم کا دُرِ مکنوں، حسینؑ ہے — یوسفؑ ہے نثر، مصرعِ موزوں حسینؑ ہے
روشن ہے سب پہ، وِرد ہے یہ طفل و پیر کو
جوشن ہے ان کا نام صغیر و کبیر کو

۳ قدرت کے آفتاب کا مطلع حسینؑ ہے مطلع انوارِ انبیا کا مُرَقّع حسینؑ ہے
خُلق و سخا و حلم کا مجمع حسینؑ ہے — مشکل میں خاص و عام کا مرجع حسینؑ ہے
بندوں کا کیا حساب ہے اور کیا شمار ہے
حیدرؑ کا لال، یاورِ پروردگار ہے

۴ ہر مدرسے میں مصحفِ ناطق حسینؑ ہے مطلع گویا زبانِ مُخبرِ صادقؐ حسینؑ ہے
معشوقِ خلق و عاشقِ خالق حسینؑ ہے — صَلِّ عَلیٰ درود کے لائق حسینؑ ہے
حیدرؑ کی روح، فاطمہؑ کی جان جانیے
حق یہ ہے بس حسینؑ کو ایمان جانیے

۵ ایواں ہے جس کا عرش، وہ سلطان حسینؑ ہے مطلع قرآں ہے رحل جس کی وہ قرآں حسینؑ ہے
قالب ہیں انبیائے سلف، جان حسینؑ ہے مورِ ضعیف سب ہیں، سلیماں حسینؑ ہے

ایماں کے قافلے کو جو دیکھا جہان میں
یوسفؑ بھی خضرؑ کو نہ ملا کاروان میں

۶ حرزِ گلوئے مصحفِ یزداں حسینؑ ہے مطلع تعویذِ حبِّ خالقِ سبحاں حسینؑ ہے
انگشتری ہے شرع، سلیماں حسینؑ ہے شیعہ ہیں خضر، چشمۂ حیواں حسینؑ ہے

یہ آبرو ہے خضر علیہ الصلوۃ کی
خضر اک طرف، حیات ہے آبِ حیات کی

۷ ایماں ہے کوہِ طور، تجلی حسینؑ ہے مطلع شرعِ نبیؐ کی حدِّ نعلی حسینؑ ہے
یحییٰؑ کے دل کا صبر و تسلی حسینؑ ہے محرابِ تیغِ شمر، مصلی حسینؑ ہے

یوں فرض دینِ شیعہ میں حبِّ امام ہے
جس طرح سے نماز میں واجب سلام ہے

۸ تسبیحِ دانہ ہای امامت حسینؑ ہے مطلع نامِ خدا، اذان و اقامت حسینؑ ہے
فالِ نجاتِ روزِ قیامت حسینؑ ہے اعجاز و وحی و فضل و کرامت حسینؑ ہے

یوں امر و نہی آپ کے دل سے گوارہ ہے
مرغوب جس طرح عملِ استخارہ ہے

۹ عطرِ گلِ ریاضِ امامت حسینؑ ہے مطلع فصلِ بہارِ باغِ شہادت حسینؑ ہے
مجموعۂ حدیقۂ قدرت حسینؑ ہے رضواں غلام، مالکِ جنت حسینؑ ہے

نامِ نبی بڑھا خلفِ بوتراب سے
جیسے فزوں ہو بوئے گلاب آفتاب سے

۱۰ پشت و پناہِ یثرب و بطحا، حسینؑ ہے مطلع مختارِ دین و مالکِ دنیا حسینؑ ہے
درِ نجف میں گوہرِ یکتا حسینؑ ہے برجِ شرف میں نیّرِ زہرا حسینؑ ہے

صرفِ طوافِ لاش، فرشتوں کی فوج ہے
[illegible]

۱۱ ایمان جس کا پھل ہے وہ طوبیٰ حسینؑ ہے مطلع کوثر ہے جس کا قطرہ وہ دریا حسینؑ ہے
بیمار سب جہاں ہے مسیحا حسینؑ ہے خالق کے بعد بندوں میں یکتا حسینؑ ہے

یکتا یہ بندہ صبر و شکیبائی میں ہوا
جس کا کوئی شریک نہ تنہائی میں ہوا

۱۲ دریا دلی میں ساقیِ کوثر حسینؑ ہے مطلع تشنہ لبی میں فخرِ سکندر حسینؑ ہے
نہ کشتیِ سپہر کا لنگر حسینؑ ہے گردابِ آبرو کا شناور حسینؑ ہے

مجھ کو قسم ہے تشنہ لبانِ فرات کی
طوفانِ حشر میں ہے یہ کشتی نجات کی

۱۳ حق کا زباں شناس و سخن رس حسینؑ ہے مطلع ایجاد سے مرادِ خدا، بس حسینؑ ہے
شمعِ حریمِ کعبۂ اقدس حسینؑ ہے رویا نہ کوئی جس کو وہ بیکس حسینؑ ہے

دسویں کو سر سے چھوٹ کے چہلم کو تن ملا
مدفن ملا، پر آہ! نہ غسل و کفن ملا

۱۴ دار القرارِ صبر و تحمل حسینؑ ہے مطلع بیت الاثاثِ فقر و توکل حسینؑ ہے
گنجینۂ شکوہ و تجمل حسینؑ ہے حقا امیدگاہ جز و کل حسینؑ ہے

برتر ہے اوجِ عرش سے پایا حسینؑ کا
افضالِ ذوالجلال ہے سایا حسینؑ کا

۱۵ کوہِ شکوہِ صبر و تحمل، حسینؑ ہے مطلع باغ و بہارِ فقر و توکل، حسینؑ ہے
روحِ بیاضِ جاہ و تجمل، حسینؑ ہے شیرازۂ حیاتِ جز و کل، حسینؑ ہے

اس کا شرف نبیؐ ہے، نبیؐ کا شرف ہے یہ
یکتا ہے آبرو میں کہ درِ نجف ہے یہ

۱۶ کشور کشائے مغرب و مشرق، حسینؑ ہے مطلع مفتاحِ گنجِ حکمتِ خالق، حسینؑ ہے
طفلی سے ذوالجلال کا عاشق، حسینؑ ہے شاہد ہے صبحِ قتل کہ صادق، حسینؑ ہے

زینبؑ کی قید، رحلتِ اکبرؑ قبول کی
کی نذرِ حق، تمام کمائی بتولؑ کی

۱۷ گلگوں قبائے آلِ پیمبرؐ حسینؑ ہے مطلع صاحب عزائے اکبر و اصغر، حسینؑ ہے
محوِ رضائے خالقِ اکبر، حسینؑ ہے اللہ پر فدا مع لشکر، حسینؑ ہے

نے طبل نے سپاہ نہ باقی علم رکھا
دل پیشِ نیزہ، سر تہہِ تیغِ دو دم رکھا

۱۸ بے فوج و بے علم جو امامِ مُبیں ہوا مطلع رخصت حرم سے قبلۂ دنیا و دیں ہوا
قرآنِ نور زیبِ دہِ رحلِ زیں ہوا غل پڑ گیا کہ طور پہ موسیٰؑ مکیں ہوا

دیکھو ذرا عروج علیؑ کے نشان کا
عیسیٰؑ نے پھر ارادہ کیا آسمان کا

۱۹ اس دبدبے سے رن کو چلا سیدِ غیور شوکت جلو میں، فتح قریب اور شکست دور
پرتو فگن ہوا جو رخِ شاہِ دیں کا نور ہر نقشِ پا زمیں پہ بنا صافِ چشمِ حور

دیکھا گیا نہ غلبۂ نورِ جناب کو!
عینک کی احتیاج ہوئی آفتاب کو!

۲۰ نورِ خدا کا نور جو تجھیں جلوہ گر ہوا صحرا میں نخلِ طور وہیں ہر شجر ہوا
اکسیر خاک ہو گئی ہر ذرّہ زر ہوا ہر سنگریزہ غیرتِ لعل و گہر ہوا

دیکھو فلک کے پردے سے اختر نکل پڑے
غرفوں سے حورِ خلد کھلے سر نکل پڑے

۲۱ پہنچا یہ کارخانوں میں فرمانِ کبریا جائے نسیمِ خلد کرے راہ کو صفا
ہاں رعد سے کہو کہ دُہل فتح کے بجا قدرت کی چوب برق کے نقّارہ پر لگا

رن میں گذر ہے آبروئے کائنات کا
چھڑکاؤ اب خضرؑ کرے آبِ حیات کا

۲۲ فرّاشِ مہر، فرشِ زری سر بسر بچھائے صرّافِ چرخ، درہمِ انجم ابھی لٹائے
جب اپنی وعدہ گاہ پہ میرا حسینؑ آئے رضوان کلیدِ ہشت جناں نذر کے جائے

ہاں جاؤ سب جلو میں شہِ مشرقین کی
زیر... کار... میر حسینؑ کی

۲۳ بولا فلک قمر سے کہ حاصل ثواب کر حیُّ القدم سر اپنا فدائے رکاب کر
چلّایا روز، فخر نہ آئے آفتاب کر طالع ہے مہرِ برجِ نبیؐ، تو حجاب کر

لرزے میں ہے زمیں، فلک تھرتھراتے ہیں
غل ہے کہ اب حسینؑ زمانے سے جاتے ہیں

۲۴ برپا ہے آمدِ شہِ والا کی دھوم دھام حاضر مُسبّحانِ فلک ہیں بہ احتشام
باندھے پرا کھڑے ہیں ملائک پئے سلام جنّات کا ہجوم ہے پریوں کا اژدھام

میکال تھامے گوشۂ داماں حسینؑ کا
پلکوں سے جبرئیلؑ مگس راں حسینؑ کا

۲۵ ہے گردِ شہ کے لشکرِ افضالِ کبریا پابوسؑ ہر قدم پہ ظفر مثلِ نقشِ پا
اقبال و فتح ہاتھ میں تھامے ہوئے عصا زہراؑ صدا یہ دیتی تھی "روحی لک الفدا"

کیوں واری، تم تو اپنے گلے کو کٹاتے ہو؟
زہراؑ کی بیٹیوں کو کسے سونپے جاتے ہو؟

۲۶ حجّتؑ کے ختم کرنے کو وہ حجّتِ خدا آیا قریب ظالموں کے اور یہ کہا
بتلاؤ ظالمو، تمہیں اب آرزو ہے کیا وہ تم ہو اور یہ ہم ہیں، وہ تیغیں ہیں، یہ گلا

پر سوچ لو، ظلم کرتے ہو کس تشنہ کام پر
اپنے نبیؐ کے لال پر، اپنے امام پر!

۲۷ کیوں کر کہوں کہ تم مجھے پہچانتے نہیں سب جانتے ہیں مجھ کو، تمہیں جانتے نہیں!
تیروں سے یوں کسی کا جگر چھانتے نہیں میں تم کو منع کرتا ہوں، تم مانتے نہیں

مہماں سے اپنے نہر بھلا چھین لیتے ہیں؟
پانی قصوروار کو بھی اپنے دیتے ہیں

۲۸ تم نے اگر بلایا ہے تو تیر چاہیئے گر آپ سے میں آیا ہوں تعزیر چاہیئے
لو، کاٹ لو اگر سرِ شبّیر چاہیئے ثابت بھی کرنا پر مری تقصیر چاہیئے

پانی پلاؤ، ابنِ امیرِ عرب ہوں میں!
اب تشنہ لب نہ سمجھو مجھے جاں بلب ہوں میں

۲۹ عالم مرا مطیع، مطیعِ خدا ہوں میں — نانا کی شکل ہادیِ ہر دوسرا ہوں میں
بابا کی طرح خلق کا مشکل کشا ہوں میں — سیّد ہوں میں، امام ہوں میں پیشوا ہوں میں
مخدومِ خلق و خادمِ ربِّ جلیل ہوں!
میں وارثِ مسیحؑ و ذبیحؑ و خلیلؑ ہوں!

۳۰ درِّ نجف ہوں، شاہِ نجف کا خلف ہوں میں — قطبِ زمیں و نیّرِ برجِ شرف ہوں میں
نُہ اوصیا ہیں جس کے گہر، وہ صدف ہوں میں — تم ہو سوئے یزید، خدا کی طرف ہوں میں
اس کا پسر ہوں جس نے مُہموں کو سر کیا
اس کا قمر ہوں جس نے کہ شق القمر کیا!

۳۱ واقف ہوں حالِ غیب سے بالکل، میں تشنہ لب — جو دل میں ہے تمہارے وہ مجھ پر عیاں ہے سب
تم گھر میں اہلِ بیت کے جاؤ گے بے ادب — مسندِ رسولؐ حق کی جلاؤ گے، ہے غضب
زینب کے سر سے چادرِ زہراؑ اتارو گے؟
ہے ہے، طمانچے میری سکینہ کو مارو گے؟

۳۲ چاہیں تو ہم زمیں کو ابھی آسماں کریں! — اعجاز انبیائے سلف کے عیاں کریں
عیسیٰؑ صفت رواں تنِ بے جاں میں جاں کریں — مثلِ خلیلؑ نار کو باغِ جناں کریں
موسےٰؑ کی طرح ساحروں کو پست کرتے ہیں
ہم اژدہا عصا کو، بسرِ دست کرتے ہیں

۳۳ تم میں سے کس شجاع کو ہے مجھ سے ہمسری — فاقہ ہے کس یتیم کا میراثِ مادری
تم میں ہے کون راکبِ دوشِ پیمبری — تم میں ہے کون جوہرِ شمشیرِ حیدری
نانا نے کس کے دوش پہ معراج پائی ہے
مسجد میں کس کے باپ نے تلوار کھائی ہے

۳۴ غصّے سے گر جبیں پہ ہماری شکن پڑے — تو سر پہ سر، بدن پہ بدن، رن پہ رن پڑے
رن سے بھی بے گریز کیے کچھ نہ بن پڑے — روکیں سپر جو منہ پہ تو سورج گہن پڑے
گردوں گرے چڑھائیں اگر آستین کو
ہم آستیں کی طرح الٹ دیں زمین کو

۳۵ ابنِ علیؑ ہوں سبطِ رسالت پناہ ہوں — حیدرؑ کا آفتاب ہوں زہراؑ کا ماہ ہوں
بے کس ہوں، بے دیار ہوں اور بے سپاہ ہوں — بے رحمو! مجھ پہ رحم کرو، بے گناہ ہوں
حق کے غضب سے، فاطمہؑ کی آہ سے ڈرو
سیّد کو قتل کرتے ہو، اللہ سے ڈرو!

۳۶ چشمِ نبیؐ و حیدرؑ و زہراؑ کا نور ہوں — سردار ہوں، غیور ہوں اور بے دیار ہوں
نزدیکِ حق ہوں باطل و عصیاں سے دور ہوں — کیوں مجھ کو قتل کرتے ہو؟ میں بے قصور ہوں
نے آب نے غذا، نہ کوئی جا قیام کی
کیوں منصفو، یہی ہے ضیافت امام کی

۳۷ منظور میرا قتل ہے، بہرِ حصولِ جاہ؟ — یہ اپنے دل سے دور رکھو تم، خدا گواہ
گر میں ہوا تباہ تو تم بھی ہوئے تباہ — دنیا میں زرد رو ہوئے، عقبیٰ میں روسیاہ
نے دیں ہی ملے گا نہ دنیا ہی پاؤ گے
واللہ بے حساب جہنم میں جاؤ گے

۳۸ لو، اب بھی باز آؤ نہ عمداً سقر میں جاؤ — تھوڑا مجھے ستایا ہے، بس بس نہ اب ستاؤ
بجلی گرے گی، تیغ نہ مظلوم پر اٹھاؤ — برسے گا خوں فلک سے، نہ میرا لہو بہاؤ
ہشیار، خاک ملتی ہے زہراؑ جبین پر
پھوڑا ہے سر پٹکنے کو گردوں زمین پر

۳۹ مجھ کو نہ مال چاہیئے نہ ملک نے سپاہ — حاشا، نہ شوقِ طبل و علم ہے نہ حبِّ جاہ
بس ایک آرزو ہے یہ میری خدا گواہ — دروازہ بند کر کے کروں طاعتِ الٰہ
جاروب میں دیا کروں قبرِ بتولؑ پر
قرآں پڑھا کروں میں مزارِ رسولؐ پر

۴۰ یہ امر سہل ہے تمھیں دشوار ہوں اگر — رخصت دو ہند کی، نہ کرو اب فساد و شر
لے لو قسم عرب میں نہ جاؤں گا عمر بھر — یہ سب ہے اس لیے کہ نہ زینبؑ ہوں ننگے سر
واں بھی نہ بیٹیوں میں حیا سے میں جاؤں گا
کھو کر جواں پسر کو کسے منہ دکھاؤں گا

۴۱ جاؤں گا اک گھڑی کو مدینے کے درمیاں — صغرا ہے، اُمِّ سلمہؓ ہے، اُمُّ البنینؑ ہے واں
ہمراہ اپنے لوں گا انھیں بھی میں خستہ جاں — جب ہم نہیں تو ان کا ٹھکانا وہاں کہاں
چھوڑا وطن کو، گھر کو، عزیزوں کی قبر کو
دیکھو ہمارے صبر کو اور اپنے جبر کو

۴۲ مکّہ، مدینہ، شام مبارک یزید کو — ملکِ عرب تمام مبارک یزید کو
یثرب کا انتظام مبارک یزید کو — بے کس ہوا امام، مبارک یزید کو
گذرا سو گذرا کچھ نہ کسی سے کہوں گا میں!
جنگل میں مثلِ خضر اکیلا رہوں گا میں!

۴۳ ہمراہی حرم بھی نہ ہو گر تمہیں قبول — زینبؑ کو دوں مجاورِیِ تربتِ بتولؑ
بانو کو میں بٹھا دوں سرِ مرقدِ رسولؐ — تنہا کسی طرف کو نکل جاؤں میں ملول
نادار اقربا مرے مثلِ بتولؑ ہیں!
تم ان کو محسنؑ دینا کہ آلِ رسولؐ ہیں

۴۴ ناگہ ندا یہ آئی، کسے چھوڑ جاؤ گے؟ — بھیّا، کسے مجاورِ زہرا بناؤ گے؟
آفت میں وارثی سے مری ہاتھ اٹھاؤ گے؟ — میں اپنی جان دوں گی جو یہ غم سناؤ گے
اچھا چلو تو یاں سے مزارِ رسولؐ پر
انصاف اس کا ہوئے گا قبرِ بتولؑ پر

۴۵ اب تو میں صدقے جاؤں مجھے ساتھ لیجیے — یہ حال قبرِ فاطمہؑ پر عرض کیجیے
گر وہ کہیں تو خیر مجھے چھوڑ دیجیے — لے لو قسم بچھڑ کے جو بنتِ علیؑ جیے
ہو گی وہ اور بہن جو جدا ہو کے روئے گی
زینبؑ تو پیارے بھائی پہ قرباں ہوئے گی

۴۶ تھاما تھا تم نے ہاتھ مرا باپ کے حضور — حضرت کو شرم ہاتھ پکڑنے کی ہے ضرور
کیوں چھوڑنے لگے مجھے حضرت، مرا قصور؟ — ہمراہ ہوں میں جائیے نزدیک یا کہ دور
ہاں یہ قصور ہے کہ قرارِ جگر گیا
اکبر کو میں نے پالا تھا سو آج مر گیا

۴۷ پانی پلانا تم کو سمجھتے ہیں جو گناہ — وہ ہم کو خس دلویں گے اے شاہِ دیں پناہ؟
مڑ کر کہا حسینؑ نے سچ ہے اخا گواہ — بہنا نہ مضطرب ہو کہ رزّاق ہے الٰہ
حجّت کے ختم کرنے کو ایسے کلام ہیں
حجّت بھی اب تمام ہے ہم بھی تمام ہیں

۴۸ بہنا پناہ دیتا ہے اس خستہ تن کو کون — جاتا ہے قتل گاہ سے پھر کر وطن کو کون
بے کس ہیں مانتا ہے ہمارے سخن کو کون — غربت میں چھوڑ دیتا ہے اپنی بہن کو کون
جیتے جی اے بہن تو برادر کے ساتھ ہے
مرنے کے بعد بھی تو مرے سر کے ساتھ ہے

۴۹ آنکھیں ملا ملا کے یہ کہنے لگے عدو — سچ کہہ حسینؑ! ہم ہوئے برباد یا کہ تو
بے جا ہے اب یہ صلح و مدارا کی گفتگو — اکبرؑ کے بعد ہے تمہیں جینے کی آرزو
بستی کی راہ دیں، نہ بیاباں کی راہ دیں
بیعت بھی اب کرو تو نہ تم کو پناہ دیں

۵۰ مظلومیت سے شاہ نے دیکھا سوئے فلک — آئی ندا یہ ہاتفِ غیبی کی یک بیک
اذنِ جہاد چاہتے ہو ہم سے یا کمک — عاجز نہیں، سبھوں پہ ہو غالب ابد تلک
ہم سمجھے قبضہ چومتے ہو ذوالفقار کا
دکھلاؤ زور قدرتِ پروردگار کا

۵۱ یہ سن کے اپنے جامے سے باہر ظفر ہوئی — گویا جدا نیام سے تیغِ دو سر ہوئی
جوہر کو فوج دیکھ کے زیر و زبر ہوئی — قبضے سے قبضِ روحِ سپاہِ عمر ہوئی
حاشا، سنے نہ دیکھے یہ جوہر حسام میں
کہتے تھے سب کہ تیغ ابھی ہے نیام میں

۵۲ شر نے کہا لرز کے خدا خیر اب کرے — یہ شعلہ وہ ہے جس کا جہنم ادب کرے
فتنہ پکارا دیکھیے یہ کیا غضب کرے — اغلب تھا دین کفر سے جذبہ طلب کرے
موجِ نسیمِ تیغ کا یہ غلغلہ ہوا
لشکر سمٹ کے پانی کا اک بلبلہ ہوا

۵۳ مالک تھی دو زبانوں کی تیغِ شہِ انام — جوہر کلام اس کا تھا پرپیچ کا کلام
جوہر نہ کیسے صاحبِ تسخیر[34] تھی حسام — ازبر تھی ہر زبان پہ سیفی اسے تمام
مولا نے دشمنوں پہ جو اس کو علم کیا
تیغِ دو دم نے جوہرِ سیفی کو دم کیا

۵۴ رہوارِ صحنِ چرخِ بریں دیکھنے لگا — اور سم سے نبضِ گاوِ زمیں دیکھنے لگا
اوجِ سرِ سپاہِ لعیں دیکھنے لگا — اور مڑ کے مرضیِ شہِ دیں دیکھنے لگا
تن کر چلا جو زور بدن تولتا ہوا
آگے نقیبِ حشر چلا بولتا ہوا

۵۵ پھر تو قدم قدم پہ قیامت بپا ہوئی — بہرِ گریزِ گاوِ زمیں بادِ پا[35] ہوئی!
ہو کر رواں پہاڑوں کی خلقت ہوا ہوئی — ساکن مثالِ کوہ ہوا جا بجا ہوئی
اٹھا نہ تھا غبار وہ گھوڑے کی گشت سے
اڑنے کو پر زمیں نے کھولے تھے دشت سے

۵۶ ظاہر میں تیغ ایک تھی پر صورتیں ہزار — دریا میں موج، باغ میں بو، کوہ میں شرار
گہ قاف میں بصورتِ سیمرغ آشکار — گہہ مثلِ کہکشاں وہ فلک کے گلے کا ہار
زیرِ زمیں بہار کے طالع جگا دیئے
گاوِ زمیں کی شاخ میں دو پھل لگا دیئے

۵۷ کہتا تھا بس کہ گنبدِ دوّارِ[36] آسمان — جھک جھک گئی تھی سقفِ ضیا بارِ آسمان
وہ تیغ رن میں بن گئی معمارِ آسمان — کُشتوں سے باندھا پشتۂ دیوارِ آسمان
وہ تیغ خاص تھی کمرِ بوترابؑ کی!
کفّار کیسے، کفر کی مٹی خراب کی!

۵۸ قاروں کا درہمِ بغلی[37] تھی وہ شعلہ زن — گاہے فلوسِ ماہیِ ظلمت پہ سکہ زن
مشرق میں مثلِ مہر چھپی گر وہ صف شکن — مغرب سے ماہِ نو کی طرح نکلی دُفعَتَن[38]
ہو کر وہ تنگ تنگیِ دشتِ جدال سے
لڑتی تھی غرب و شرق و جنوب و شمال سے

۵۹ تیغِ دو سر نے تن سے سروں کو اڑا دیا — تیغوں کو کاٹا اور سپروں کو اڑا دیا
عنقائے[39] مغربی کے پروں کو اڑا دیا — دل کھول کھول کر جگروں کو اڑا دیا
ہاتھوں سے خائنوں کے کمانیں نکال گئیں
کیسی کمانیں، جسم سے جانیں نکل گئیں

۶۰ آئی جو خود پر تو مع سر کیا شگاف — کاٹا جو سر تو سینے سے در آئی تا بہ ناف
آئی جو ناف تک تو کیا اسپ کو بھی صاف — پہنچی زمین پر تو وہ بولی کہ بس معاف،
نزدیک تھا جدا جو نہ یہ شعلہ تاب ہو
گاوِ زمیں حلال ہو، مچھلی کباب ہو

۶۱ کفار رن سے ڈوبنے سب نہر کو گئے — تیغوں کی آبرو بھی مخالف ڈبو گئے
چھپ کر دلیر تیغ کے نزدیک جو گئے — دو، چار- پانچ، دس ہوئے دس بیس ہو گئے
روحیں بھی دم نہ لیتی تھیں غیر از سقر کہیں
ڈر تھا نہ پیچھے آتی ہو تیغِ دو سر کہیں

۶۲ ناگہ ندا یہ آئی کہ وعدہ وفا کرو — بس، اے حسینؑ بس، نہ زیادہ وغا کرو
اے تاجِ حشر آج سر اپنا فدا کرو — آباد بزمِ خلوتِ ربّ العلا کرو
آئے ہو قتل کرنے کو یا قتل ہونے کو
رن میں بتول آئی ہے لاشے پہ رونے کو

۶۳ یہ سنتے ہی لرز گیا خورشیدِ مصطفےٰ — تلوار کی نیام میں اور شکرِ حق کیا
تنہا پہ ہر طرف سے بڑھا لشکرِ جفا — جز "اقتلوا الحسین"[40] نہ کچھ اور تھی صدا
حربے تھے چار لاکھ کے اک نیم جان پر
بس ہر گھڑی تھی موت کی لذّت زبان پر

۶۴ سوکھی زباں حسینؑ جو سب کو دکھاتے تھے — واں جبرئیل آنکھوں سے دریا بہاتے تھے
یاں نیزہ کھا کے گھوڑے پہ شہ تھرتھراتے تھے — واں حاملانِ عرشِ بریں کانپ جاتے تھے
جنّت میں تھا یہ حال رسولانِ نیک کا
بے تیغ کٹ رہا تھا کلیجہ ہر ایک کا

۶۵ سب کو قلق تھا، پر ملک الموتِ نامور   بیٹھے تھے زیرِ سایۂ طوبیٰ جھکائے سر
لکھا ہے راویوں نے کہ طوبیٰ ہے وہ شجر   مرقوم جس کے برگ پہ ہے نام ہر بشر
افتادہ جس کے نام کا وہ برگ پاتے ہیں
بس قبض روح کو ملک الموت آتے ہیں

۶۶ پر صبحِ قتل سے نہ حواس ان کے تھے بجا   گہ سکتہ، گاہ غش، گہے نالہ، گہے بکا
رن میں تو کٹ رہا تھا گلستانِ مرتضیٰؑ   طوبیٰ کے گر رہے تھے یہاں برگ پُرضیا
اکبر کے نام کا کوئی اصغر کے نام کا
کیا نام مٹ رہا تھا رسولِ انام کا

۶۷ لکھا ہے ایک برگ تھا طوبیٰ کا تاج سر   خوشبو میں عطر، رنگ میں گل، نور میں قمر
ناگاہ وقتِ عصر گرا وہ بھی ٹوٹ کر   الفت سے اس کی ساتھ جھکا گرنے کو شجر
آئی ندا کہ حیدرؑ صفدر کا نام لو
ہاں اے فرشتو، دوڑ کے طوبیٰ کو تھام لو

۶۸ احوال ہو گیا ملک الموت کا تباہ   اس برگ کو اٹھا کے جو کی نام پر نگاہ
دیکھا، حسینؑ ابن علیؑ فدیۂ الٰہ   رِندیل کو پٹک کے کہا "وا محمداہ"
ہے ہے، مرا خوزادہ، مرا ابن فاطمہؑ
لو پنجتن کا ہوتا ہے دنیا میں خاتمہ

۶۹ وہ برگ لے کے خلد میں آئے برہنہ سر   قصرِ علیؑ میں ڈھونڈھا علیؑ کو اِدھر اُدھر
دیکھا، پڑا ہوا ہے عمامہ زمین پر   ناگاہ ایک حور یہ چلائی پیٹ کر
کیا جانے کیوں زمین کے فرشتے پکارے ہیں
سر ننگے کربلا کو ابھی وہ سدھارے ہیں

۷۰ یہ سن کے قتل گاہ سے روتا ہوا چلا   پہنچا غضب کے وقت سرِ دشتِ کربلا
غش تھے علیؑ، گلے پہ رکھے پیار سے گلا   اور ایڑیاں رگڑتا تھا زہرا کا لاڈلہ
زانو سرِ حسینؑ کے نیچے علیؑ کا تھا
اور سینۂ حسینؑ پہ زانو شقی کا تھا

۷۱ دیکھا گیا ملک سے نہ حالِ شہِ زماں   رو کر نکالا جیب سے گلدستۂ جناں
کی عرض یہ علیؑ سے کہ اے شاہ دو جہاں   ہے اذن، قبض میں کروں روحِ نبیؐ سے جاں
منہ پھیر کر علیؑ نے کہا اختیار ہے
پر اپنی والدہ کا انھیں انتظار ہے

۷۲ یہ ذکر تھا کہ دشت سے چلائی فاطمہؑ   شبیر، السلام علیک، آئی فاطمہؑ
سن کر تمھاری غربت و تنہائی، فاطمہؑ   بھائی کو، نانا جان کو بھی، لائی فاطمہؑ
خیمے کے در پہ دیر سے آنسو بہاتی تھی
غش تھی سکینہ اس کو گلے سے لگاتی تھی

۷۳ آئی تھی آرزو میں کہ دیدار دیکھوں گی   کیا جانتی تھی حلق پہ تلوار دیکھوں گی
اک سنگ دل کو سینے پہ اسوار دیکھوں گی   سیّد کے گرد نرغۂ کفار دیکھوں گی
ہے ہے، یہ ظلم، خاک میں ان کو ملاؤں میں
اور اب کہو تو عرش کا پایا ہلاؤں میں

۷۴ بیٹا، تمہارے دل پہ کہو کیا گذرتی ہے   گھبرا رہے ہو سانس نہیں کیا ٹھہرتی ہے
زینبؑ بھی جاں بلب ہے، سکینہ بھی مرتی ہے   تم سنتے ہو جو فاطمہؑ یہ بین کرتی ہے
سر پیٹتی ہوں ہاتھ مرا آ کے تھام لو
قابو میں ہو زبان تو اماں کا نام لو

۷۵ بولے علیؑ، کہ صبر کر، اے مادرِ حسینؑ   اب تا بحشر ہے تری قسمت میں شور و شین
منظور اب حسینؑ کی تکلیف ہے کہ چین   اس نے کہا گواہ ہے معبودِ مشرقین
میں نے سوال بعد نمازوں کے جب کیا
آرام چین بچے کا اپنے طلب کیا

۷۶ رو کر کہا علیؑ نے کہ اے بنتِ مصطفاؐ   اب غور کر حسینؑ کی تکلیف پر ذرا
سینے پہ اس کے دیر سے بیٹھا ہے بے حیا   دے قبض روح کی ملک الموت کو رضا
مرنے میں اس کو چین ہے، ایذا ہے جینے میں
اب درد ہے بہت مرے بیٹے کے سینے میں

۷۷ سر پیٹ کر یہ اس نے کہا اے ابو الحسنؑ تم کہہ دو میرے منہ سے نہ نکلے گا یہ سخن
کیا عذر، ہو جو مرضیِ معبودِ ذوالمننؐ پر ٹکڑے ٹکڑے ہے مرے بچے کا سب بدن
یوں قبض عضو عضو سے روحِ حسینؑ ہو
زخموں میں جتنا درد ہے اتنا ہی چین ہو

۷۸ آواز غیب آئی کہ ہرگز نہ ہو ملول محکوم اس کا ہے ملک الموت اے بتول
اس کے غلاموں کی ہمیں ایذا نہیں قبول قدرت کے بوستان کا کل ایک ہے یہ پھول
عزت بڑھے گی سب سے ترے نورِ عین کی
ہم آپ قبض روح کریں گے حسینؑ کی

۷۹ زہراؑ یہ بین کرتی تھی رو رو کے زار زار اور چل رہی تھی اس کے جگر پر چھری کی دھار
حاشا، نہ قبضِ روح کی ایذا تھی زینہار پر تیغ تھی یہ کند، کہ رکتی تھی بار بار
کٹتے ہی سر کے بنتِ نبیؐ کو غش آگیا
بالیں پہ مرتضیٰؑ کو نبیؐ کو غش آگیا

۸۰ غش سے جو آئی ہوش میں پھر مادرِ حسینؑ دیکھا تڑپ رہا ہے تنِ اطہرِ حسینؑ
نے رخت، نے قبا، نہ کلاہِ سرِ حسینؑ نکلی ہے لے کے بی بیوں کو خواہرِ حسینؑ
آغوش میں لیا وہ بدن لوٹتا ہوا!
پوچھا علیؑ سے "سر مرے بچے کا کیا ہوا"؟

۸۱ رو کر کہا علیؑ نے کہ تیرے پسر کا سر؟ وہ شمر، زلفیں پکڑے لیے جاتا ہے ادھر
سر پیٹ کر حسینؑ کی مادر نے کی نظر چلائی کس طرف ہے، کہاں ہے کدھر کدھر
کیوں کر بلائیں دوڑ کے لوں دست و پا نہیں
یا مرتضیٰ علیؑ! مجھے کچھ سوجھتا نہیں

۸۲ یہ کہہ کے بین کرنے لگی بنتِ مصطفےٰؐ ہے ہے، مرا حسینؑ، مرا لال، مہ لقا
بس اے دبیرِ خستہ کہ ہے شدتِ بکا درگاہِ ذوالجلال میں رو رو کے کر دعا
جب تک فلک ہے عرشِ معلےٰ کے سائے میں
شیعہ رہیں پیمبرؐ و زہراؑ کے سائے میں

۸۳ قَدْ قَالَتِ الْبَتُوْلُ لَهٗ، روحنا فداك وَيْلٌ لِقَاتِلٍ قَطَعَ الرَّاسَ مِنْ قِفَاكَ
يَا لَيْتَنِيْ هَلَكْتُ وَلَمَّا اَدْرِ مَا اعْتَرَاكَ اَشْكُوْا اِلٰى اَبِيْ وَاِلَى اللّٰهِ، مِنْ جَفَاكَ
يَبْكِيْ اَبُوْكَ يَا وَلَدِيْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارْ
كَالْمُزْنِ مِنْ عَزَاكَ حَزِيْنًا بِلَا اخْتِيَارْ

ترجمہ

۸۴ روحِ بتول کہتی تھی: میں تجھ پہ ہوں فدا اے وائے، اس پہ جس نے ترا سر جدا کیا
اے کاش میں نہ دیکھتی یہ حادثہ ترا شکوہ کروں گی پیشِ خدا، اور مصطفا
بابا تمہارے تم کو شب و روز روتے ہیں
باراں کی طرح اشک رواں ان کے بہتے ہیں

۸۵ تھے عینِ اضطرار، یہ خیر النسا کے بین بے ہوش تھے ملائکہ لاشے کے جانبین
بس اے دبیر کہہ یہ یہاں سے بشور و شین "بَلِّغْ تَحِيَّتِيْ وَسَلَامِيْ عَلَى الْحُسَيْنْ!
اور عرض کر کہ گنجِ تولا عطا کرو
جاگیرِ کربلائے معلا عطا کرو

"تمت تمام شد، دو پاس روز باقی ماندہ تمامی یافت۔ خط بد نمط عاصی اکبر علی۔
تحریر فی تاریخ بست و پنجم محرم الحرام ۱۲۷۳ ہجری"

تحقیقِ متن

۱۔ قلمی مرثیہ، مخطوطہ اکبر علی، ۲۵ محرم ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء

۲۔ دفترِ ماتم، جلد ہفتم، طبع دوم، مطبع شاہی لکھنؤ، ۱۹۱۲ء ص ۸۹

بند ۱: دفترِ ماتم میں اٹھارہ بندوں پر مطلع لکھا ہوا ہے اور یہ مطلع مندرجۂ ذیل ترتیب سے چھپے ہیں،

۱۔ حرزِ گلوئے مصحفِ یزداں حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ کا بند نمبر ۶

۲۔ ایواں ہے جس کا عرش وہ سلطاں حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ کا بند نمبر ۵

۳۔ پشت و پناہ یثرب و بطحا حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ کا بند نمبر ۱۰

۴۔ ایمان جس کا پھل ہے وہ طوبا حسین ہے — ۱۱

اس بند کا پانچواں مصرع ہے: "سقا یہ بے مثال شکیبائی میں ہوا"

۵۔ دار القرارِ صبر و تحمل حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ بند نمبر ۱۴

۶۔ کوہِ شکوہ صبر و تحمل حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ بند نمبر ۱۵

۷۔ قدرت کے حوصلے کا تحمل حسینؑ ہے — ۱

۸۔ کشور کشائے مغرب و مشرق حسینؑ ہے — ۱۶

۹۔ ہر مدرسے میں مصحفِ ناطق حسین ہے — ۴

۱۰۔ قدرت کے آفتاب کا مطلع حسین ہے — ۳

۱۱۔ آیاتِ ہفت ہیکلِ گردوں حسین ہے — ۲

۱۲۔ ایماں ہے کوہِ طور تجلی حسین ہے — ۷

۱۳۔ دریا دلی میں ساقیِ کوثر حسین ہے — اس بند کا تیسرا مصرع

ہمارے قلمی نسخے میں "یہ کشتی" ہے اور دفترِ ماتم میں "شہ کشتی" جو صحیح ہے۔

۱۴۔ حق کا زباں شناس و سخن رس حسینؑ ہے — ۱۳ چھٹے بند کے ایک

حرف میں معمولی سا اختلاف ہے،

"مدفن ملا، پر، آہ! نہ غسل و کفن ملا"

۱۵۔ تسبیح دانہ ہائے امامت حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ کا بند نمبر ۸

۱۶۔ عطرِ گلِ ریاضِ امامت حسینؑ ہے — قلمی مرثیہ کا بند نمبر ۹

۱۷۔ گلگوں قبائے آلِ پیمبر حسینؑ ہے۔ قلمی مرثیہ ۱۷ اس کی بیت دفترِ ماتم میں ہے:

حق عشقِ حق کا روزِ شہادت ادا کیا — ستر دو تن کو تین پہر میں فدا کیا

۱۸۔ جب عازمِ جہاد امامِ مبیں ہوا — قلمی مرثیہ بند ۱۸ لے فوج و لے علم جو امامِ مبیں ہوا

بند ۲: دفترِ ماتم کا بند ۱۱، مصرع ۴

"یوسف ہے نثرِ مطلعِ موزوں حسین ہے"

بند ۶: دفترِ ماتم کا پہلا بند ہے۔ قلمی نسخہ مصرع ۶

"خضر اک طرف، حیات آبِ حیات کی" — دفترِ ماتم سے تصحیح کی ہے۔

بند ۶: دفترِ ماتم اور قلمی مرثیے میں مصرع ۳

"بچپنے کے دل کی صبر و تسلی حسینؑ ہے"

بند ۱۲: قلمی نسخہ مصرع ۳ "یہ کشتیِ سپہر کا لنگر حسینؑ ہے" — متن مطابق دفترِ ماتم

بند ۱۳: دفترِ ماتم مصرع ۴ "رویا جسے نہ کوئی وہ بےکس حسینؑ ہے"

دفترِ ماتم، مصرع ۶ مطابق متن و قلمی نسخہ:

مدفن ملا، پہ آہ، نہ غسل و کفن ملا"

بند ۱۵: دفترِ ماتم، مصرع ۲ "باغِ بہارِ فقر و توکل، حسینؑ ہے"

بند ۱۷: دفترِ ماتم کی بیت ہے:

حق عشقِ حق کا روزِ شہادت ادا کیا
ستر دو تن کو تین پہر میں فدا کیا

دیکھا سوار جو خلفِ بوتراب کو — چوما ادب سے روحِ امیں نے نقاب کو

بند ۲۰: دفترِ ماتم کی بیت ہے:

دیکھا گیا نہ جلوۂ نورِ جناب کو — عینک کی احتیاج ہوئی آفتاب کو

بند۲۱ : قلمی نسخہ ، مصرع ۴ ، " قدرت کی چوب برق نقارہ پر لگا " تصحیح دفترِ ماتم سے کی ہے۔

بند۲۳ : دفترِ ماتم ، بیت :

" ویران ہے زمین ، فلک تھرتھراتے ہیں"

بند۲۴ : دفترِ ماتم ، مصرع ۲ " حاضر مسبّحان فلک بھر اہتمام"

مصرع ۶ " روح القدس پروں سے مگس راں حسینؑ کا"

قلمی نسخے کے کاتب نے " تھامے " کا املا " تھانبے " لکھا۔

بند۲۶ : دفترِ ماتم ، مصرع ۲ " آیا حضور ظالموں کے اور یہ کہا"

مصرع ۳ ، ۴

کیوں ظالمو ، کہو تمھیں اب آرزو ہے کیا؟ وہ تم ہو ، یہ حسینؑ ، وہ تیغیں ہیں ، یہ گلا

بند۲۷ ، قلمی نسخہ ، مصرع ۳ " نیزوں سے یوں کسی کا بدن چھانتے نہیں"

متن کا مصرع دفترِ ماتم کے مطابق ہے۔

قلمی نسخے کے کاتب نے " میں " کو " مع " لکھا ہے

" مع تم کو منع کرتا ہوں "

دفترِ ماتم ، مصرع ۶ ، " پانی قصوروار کو بھی لوگ دیتے ہیں"

بند۲۸ : دفترِ ماتم ، مصرع ۳ ، ۴

موجود ہے۔ اگر سرِ شبیر چاہیئے پر تم کو خوفِ مالکِ تقدیر چاہیئے

بند۳۰ ، دفترِ ماتم ، مصرع ۳ " نور و ضیا ہیں جس کے گہر وہ صدف ہوں میں"

قلمی نسخہ میں " پیرا و صبا ہیں جس کے گہر وہ صدف ہوں میں"

دفترِ ماتم ، مصرع ۵ " اس کا پسر ہوں جس نے کہ غزدوں کو سر کیا"

بند۳۱ : دفترِ ماتم ، مصرع ۴ ، ۵ ، ۶

مسندِ نبیؐ کی آج جلاؤ گے ، ہے غضب

ہے ہے تمانچے میری سکینہ کے مارو گے زینب کے سر سے چادرِ زینب اتارو گے

بند۳۳ : دفترِ ماتم ، مصرع ۳ ، ۴

ہے تم میں کون راکبِ دوشِ پیمبری ہے تم میں کون ، جوہرِ شمشیرِ حیدری

بند۳۴ : دفترِ ماتم ، مصرع ۲ " پھر سر پہ سر ، بدن پہ بدن ، رن پہ رن پڑے"

دفترِ ماتم میں بند۳۴ سے پہلے ایک بند زائد ہے ، جس کا مفہوم چوں کہ بند ۳۵ میں موجود ہے اس لیے ہم نے اسے متن میں نہیں لکھا ، وہ بند یہ ہے :

میں خاصِ حق ہوں ، قبلۂ ہر خاص و عام ہوں حاجت روائے خلق ہوں ، شاہِ انام ہوں

احمدؐ کا میں نشان ہوں ، حیدرؑ کا نام ہوں مختارِ سلسبیل ہوں اور تشنہ کام ہوں

پشت و پناہِ شرعِ رسالت پناہ ہوں

میں ، ناخدائے کشتیِ دینِ الٰہ ہوں

بند۳۶ : دفترِ ماتم ، مصرع ۲ " سردار ہوں ، غیور ہوں ابنِ غیور ہوں"

مصرع ۵ " نا آب ، نا غذا ، نہ کوئی جا قیام کی"

قلمی مرثیہ ، مصرع ۵ " نہ کوئی جا مقام کی "

بند۳۹ : دفترِ ماتم بیت :

جاروب میں دیا کروں قبرِ رسولؐ پر قرآں پڑھوں ہمیشہ مزارِ بتولؑ پر

بند۴۰ : دفترِ ماتم ، مصرع ۳ " لے لو قسم ، عرب میں نہ آؤں گا عمر بھر"

مصرع ۵ " واں بھی میں بستیوں میں حیا سے نہ جاؤں گا"

بند۴۱ : قلمی نسخہ ، مصرع ۴ " جب ہم نہیں تو ان کا ٹھکانا بھلا کہاں"

بند۴۲ : دفترِ ماتم میں تیسرا مصرع دوسرا ، اور دوسرا مصرع تیسرا ہے۔

بند۴۳ : قلمی نسخے میں مصرع ۲ اور ۳ کا قافیہ یوں ہے :

زینب کو دوں مجاوریِ تربتِ رسولؐ

بانو کو میں بٹھا دوں سرِ مرقدِ بتولؑ!

لیکن دفترِ ماتم متن کے مطابق ہے جو دوسرے بند کی روشنی میں درست ہے ۔ نیز دفترِ ماتم کی بیت یہ ہے :

فاقے سے مر نہ جائیں ، خبر ان کی لیجیو!

تم خمس پنجتن کے عزیزوں کو دیجیو!

اس کے بعد ایک بند اور درج ہے :-

تم سب کے زعم میں ہوں فقط میں قصوروار یہ سب ہیں بے قصور ، پیمبرؐ کے رشتہ دار

زینب علی الخصوص بہن میری غم گسار　　　ماندِ فاطمہؑ ہے سدا صائم النہار
زیور نہ زر، نہ گوہر و یاقوت دیجیو
کچھ نذر اس کے جد کی پئے قوت دیجیو

بند۴۴ : دفترِ ماتم، مصرع ۱　"ناگہ صدا یہ آئی : کسے چھوڑ جاؤ گے"
پھر تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب مختلف ہونے کے علاوہ تیسرے مصرع کی صورت یہ ہے :
ہے ہے، میں جان دوں گی جو یہ پھر سناؤ گے

مصرع ۵　"اچھا، چلو یہاں سے مزارِ رسولؐ پر
بند۴۶ : دفترِ ماتم، مصرع ۲　"میں ہوں جلو میں، جائیے نزدیک یا کہ دور"
مصرع ۴　"کیوں مجھ کو چھوڑنے لگے حضرت، مرا قصور"
بند۴۷ : دفترِ ماتم،　پانی پلانا ہم کو سمجھتے ہیں جو گناہ
وہ خس، ہم کو دیویں گے، اے شاہِ دیں پناہ
قلمی نسخہ "بہنا" دفترِ ماتم "بھینا"
دفترِ ماتم، مصرع ۵　"ان سے ثبوتِ حق کے لیے یہ کلام ہیں"
بند۴۸ : دفترِ ماتم میں یوں ہے :
آفت میں چھوڑتا ہے اکیلا بہن کو کون　　　اب گھر ہے قبر، جاتا ہے زینب، وطن کو کون؟
بھینا اماں دیتا ہے اس خستہ تن کو کون؟　　　سنتا ہے بے کسی میں ہمارے سخن کو کون؟
نامحرموں کے نرغے میں زینب گھرے گی تو
بھائی کے سر کے ساتھ کھلے سر پھرے گی تو

بند۴۹ : قلمی نسخہ، مصرع ۳　"بے جا ہے اب صلح و مدارا کی گفتگو"
دفترِ ماتم مصرع ۴　"اکبر کے بعد تم کو ہے جینے کی آرزو"
قلمی نسخہ، مصرع ۵　"بستی کی راہ دیں، نہ مدینے کی راہ دیں"
بند۵۰ : دفترِ ماتم، مصرع ۲　"حق کی طرف سے آئی یہ آواز یک بیک"
بند۵۱ : دفترِ ماتم، مصرع ۲　"یعنی جدا نیام سے تیغ دو سر ہوئی"
بند۵۲ : دفترِ ماتم، مصرع ۲　"یہ وہ شر ہے جس کا جہنم ادب کرے"

بند۵۴ : دفترِ ماتم، مصرع ۵　"تن کر بڑھا جو زور بدن تولتا ہوا"
بند۵۵ : دفترِ ماتم مصرع ۵　"اٹھا نہ تھا غبار وہ توسن کی گشت سے"
بند۵۶ : دفترِ ماتم، مصرع ۱　"پیکر تو دو تھے تیغ کے پر صورتیں ہزار"
بند۵۷ : دفترِ ماتم، مصرع ۳　"یہ تیغ رن میں بن گئی معمارِ آسمان"
بند۵۸ : دفترِ ماتم، مصرع ۱　"قاروں کا درہم لبلبی، گہ وہ شعلہ تن"
مصرع ۳　"مشرق میں مثلِ ماہ چھپی، گر وہ صف شکن"
مصرع ۵　"ہو ہو کے تنگ تنگی دشتِ جدال سے"
بند۵۹ : دفترِ ماتم، مصرع ۵　"قبضے سے خاطیوں کی کمانیں نکل گئیں"
بند۶۰ : دفترِ ماتم :
پہنچی جو خود پر تو پڑا ایک قلم شگاف　　　سر سے بڑھی تو سینے میں در آئی تا بہ ناف
گذری جو ناف سے تو کیا اسپ کو بھی صاف　　　اتری زمیں پر تو زمیں بولی، بس معاف
قلمی نسخہ، مصرع ۶　"گاو زمیں حلال ہو، مچھلی کباب ہو"
بند۶۱ : دفترِ ماتم، مصرع ۱　"سب رن سے ڈوبنے کے لیے نہر پر گئے"
مصرع ۳　"چھٹ کر دلیر تیغ کے نزدیک جو گئے"
بند۶۲ : دفترِ ماتم، مصرع ۲　"اے تاجدارِ حشر! سر اپنا فدا کرو"
قلمی نسخہ مصرع ۶　زہرا کو بھیجتا ہوں میں لاشے پہ رونے کو
بند۶۳ : دفترِ ماتم، مصرع ۲　"تلوار روکتے ہی بڑھے وال سے اشقیا"
۳　"ظلمت میں ہر طرف سے گھرا نورِ کبریا"
۴　"جز اقتلوا الحسین نہ تھی رن میں کچھ صدا"
بند۶۴ : دفترِ ماتم کی ترتیب یہ ہے مصرع ۳، ۴، ۱، ۲
بند۶۵ : دفترِ ماتم میں ایک بند مطلع کا زائد ہے :
برباد جب مرقعِ خیر النسا ہوا　　　اور یک قلم قلم چمنِ مصطفا ہوا
پھر اقتلوا الحسین کا غل جا بجا ہوا　　　سبطِ نبی پہ نرغۂ اہلِ جفا ہوا
خنجر قلق کا فاطمہ کے دل پہ پھر گیا
زہرا کا چاند ظلم کے بادل میں گھر گیا

سب کو قلق تھا اور ملک الموت نام ور　　　بیٹھے تھے زیر سایۂ طوبیٰ برہنہ سر
لکھا ہے راویوں نے کہ طوبیٰ ہے وہ شجر　　　ہر برگ پر جس کے رقم نام ہر بشر
افتادہ جس کے نام کا وہ برگ پاتے ہیں
پھر قبض روح کو ملک الموت آتے ہیں

بند ۶۶ : دفتر ماتم، مصرع ۳ ”رن میں تڑکٹ رہا تھا گلستانِ مصطفےٰ[ص]“
بند ۶۸ : دفتر ماتم، مصرع ۱ ”حال اس گھڑی ہوا ملک الموت کا تباہ“
مصرع ۶ ”ہونا ہے پنجتن کا زمانے میں خاتمہ“
بند ۶۹ : دفتر ماتم، مصرع ۲ ڈھونڈا علیؑ کو قصر علیؑ میں اِدھر اُدھر
مصرع ۴ پوچھا تو ایک حور یہ چلّائی پیٹ کر
بند ۷۰ ، دفتر ماتم، مصرع ۱ ”سر پیٹتا ہوا وہ سر قتل گہ چلا
بند ۷۱ : دفتر ماتم، مصرع ۳، ۴

کی عرض مرتضیٰ سے کہ اے شاہ دو جہاں　　　ہے اذن قبض میں کروں جانِ نبیؐ کی جاں

قلمی نسخہ مصرع ۶ ”پر اپنی والدہ کا انھیں اختیار ہے“
بند ۷۲ : دفتر ماتم، مصرع ۴، اور بیت۔

پیارے کے نانا جان کو بھی لائی، فاطمہؑ
ٹھہری تھی رن میں ایک تنِ پاش پاش پر　　　بابا گرے تھے کانپ کے اکبر لاش پر

بند ۷۳ : دفتر ماتم، مصرع ۶ ”واری، کہو تو عرش کا پایہ ہلاؤں میں“
بند ۷۴ : دفتر ماتم، مصرع ۲ گھبرا رہے ہو، سانس نہیں کیا ٹھہرتی ہے
مصرع ۴ تم سنتے ہو یہ فاطمہؑ جو بین کرتی ہے
مصرع ۵ سر پیٹتی ہوں اٹھ کے مرے ہاتھ تھام لو
بند ۷۵ : دفتر ماتم، مصرع ۲ ”محشر تلک ہے اب تری قسمت میں شور و شین“
مصرع ۶ ”آرام و چین بچے کا اپنے طلب کیا“
بند ۷۶ ، دفتر ماتم میں بند ۷۹ اور بند ۸۰ پر ”نسخہ“ ــ ”نسخہ“ درج ہے۔
پہلا بند ہے ۷۹

فرمایا مرتضیٰؑ نے کہ اے بنتِ مصطفاؐ　　　گر چاہتی ہے راحتِ مظلوم کربلا
دے قبض روح کی ملک الموت کو رضا　　　ایذا میں ہے حسین ترا نازنیں ترا
تن کانپتا ہے صدمے سے اور رنگ زرد ہے
اس دم بہت حسینؑ کے سینے میں درد ہے

دوسرا بند ۸۰، ہمارے قلمی نسخے سے ملتا جلتا ہے :

فرمایا مرتضیٰؑ نے کہ اے بنتِ مصطفاؐ　　　اب غور کر، حسینؑ کی تکلیف پر ذرا
سینے پہ اس کے دیر سے بیٹھا ہے بے حیا　　　دے قبض روح کی ملک الموت کو رضا
راحت ہے اس کو مرنے میں ایذا ہے جینے میں
اب درد ہے بہت ترے بیٹے کے سینے میں

بند ۷۷ : دفتر ماتم، مصرع ۱ ”راضی تو وہ ہوئی، پہ کہا : یا ابوالحسنؑ“
مصرع ۳ ”کیا عذر ہے، جو مرضیِ معبود ذوالمنن“
بند ۷۸ : دفتر ماتم، مصرع ۵ ”عزت بڑی ہے سب سے ترے نورِ عین کی
بند ۷۹ : دفتر ماتم، مصرع ۱ ”زہرا تو سن رہی تھی یہ فرمانِ کردگار“
دفتر ماتم کی بیت ہے :

کٹنے میں سر کے سبطِ نبی کو غش آ گیا　　　بالیں پہ فاطمہؑ کو علیؑ کو غش آ گیا

بند ۸۰ : دفتر ماتم، مصرع ۳ جو دفتر ماتم میں مصرع ۴ ہے۔
نے رخت کہنہ ہے، نہ کلاہ سرِ حسینؑ
بند ۸۱ : دفتر ماتم، مصرع ۱ ”بولے علیؑ کہ سر ترے بچے کا کاٹ کر
بیت :

اب تو کلیجہ شق ہوا جاتا ہے، یا علیؑ　　　آنکھوں سے کچھ نظر نہیں آتا ہے، یا علیؑ

بند ۸۲، ۸۳، ۸۴ ، دفتر ماتم سے نقل ہے۔ قلمی نسخے میں نہیں ہے۔
بند ۸۵ : دفتر ماتم

تھے بین اضطرار پہ خیر النسا کے بین　　　حور و ملک تڑپتے تھے لاشے کے جانبین
اب اے دبیرؔ کہہ یہ صبا سے بشور و شین　　　”بَلِّغْ تحیّتی وسلامی الی الحسینؑ“

فرہنگ

۱۔ ہفت ہیکل: وہ سات دعائیں جو ہفتہ کے ہر دن کو باری باری پڑھی جاتی ہیں، نیز "ہیکل" جسم، ہفت ہیکل۔ سات آسمان۔

۲۔ دُرِ مکنوں: قیمتی موتی۔

۳۔ جوشن: زرہ۔ دو چھوٹی اور بڑی دعائیں جو ردِ بلا اور حفاظت کے لیے پڑھی جاتی ہیں۔ نیز حفاظت کے لیے گلے میں بھی ڈالتے ہیں۔

۴۔ مُرقّع: تصویر۔ تصویروں کا مجموعہ۔

۵۔ مَرجَع: وہ شخص جس کی فرماں برداری کی جائے، جس سے حکم پوچھے جائیں۔ مرکز

۶۔ مُصحَفِ ناطق: بولتا قرآن، مراد امام

۷۔ مُخبِرِ صادق: صحیح خبر دینے والا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب۔

۸۔ مُور: چیونٹی۔ مور و سلیمانؑ کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ کسی میدان سے گذر رہے تھے ایک چیونٹی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب بھاگ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ کی فوج کچل نہ دے۔ حضرت سلیمانؑ نے اس چیونٹی کو اٹھا کر اپنے ہاتھ پر بٹھالیا۔ اس طرح ایک ناتواں مخلوق ایک عظیم بادشاہ اور نبی کے ہاتھ پر معراج پا گئی۔ اور حضرت سلیمانؑ نے اس کی عزت افزائی کر کے بتایا کہ اللہ کے نبی ادنیٰ کو ادنیٰ نہیں سمجھتے۔ اگر کسی ادنیٰ میں صلاحیت ہو تو اسے بلندیاں عطا کرتے ہیں۔

۹۔ تَعلّی: بلندی۔

۱۰۔ امر و نہی: حکم و ممانعت۔ احکامِ خداوندی۔ مَرغوب: پسندیدہ، محبوب۔ عملِ استخارہ: اللہ سے کسی کام کے شروع کرنے میں خیر و بہتری طلب کرنا۔

۱۱۔ حدیقہ: باغ، ریاض۔ رضوان: داروغۂ جنت۔

۱۲۔ یثرب: مدینہ۔ بطحا: کعبہ اور اس کا ملحقہ علاقہ جو پتھریلا ہے۔ نیّرِ زہرا: چمکتا سورج۔

۱۳۔ نہ کشتیِ سپہر: نو آسمانوں کو نو کشتیاں قرار دیا ہے۔ سپہر: آسمان۔

۱۴۔ بیتُ الاثاث: اصل سرمایہ رکھنے کی جگہ۔ گنجینہ: خزانہ۔ حقّا: سچ اور حق یہ ہے۔ بلاشبہ۔

۱۵۔ افضال: فضل و انعام خداوندی۔

۱۶۔ مِفتاح: کنجی۔ کلید

۱۷۔ فرّاش: خادم۔ فرش فروش کا انتظام کرنے والا۔ صرّاف: سونے چاندی کا کاروبار کرنے والا۔

۱۸۔ حقُّ القدم: کسی معزز آدمی کی آمد کا نذرانہ

۱۹۔ مُسبّحان: تسبیح پڑھنے والے۔ فرشتے۔

۲۰۔ مگس راں: وہ خادم جو امیروں کے قریب مورچھل لے کر کھڑا ہوتا اور مکھیاں قریب نہیں آنے دیتا۔

۲۱۔ پابوس ہونا: قدم چومنا۔

۲۲۔ رُوحی لکَ الفدا: میری جان تم پر قربان۔

۲۳۔ حُجّت: دلیل۔ خدا کی طرف سے مقرر کردہ نبی یا امام۔

۲۴۔ مسیح: حضرت عیسیٰؑ۔ ذبیح: حضرت اسماعیلؑ۔ خلیلؑ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب۔

۲۵۔ نُہ اوصیا: وہ نو امام جن کے بارے میں یکے بعد دیگرے وصیت کی گئی ہے، یعنی امام زین العابدینؑ و امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و امام علی رضا و امام محمد تقی و امام علی نقی و امام حسن عسکری و امام مہدی آخر الزمان علیہم السلام۔

۲۶۔ مہم: جنگ، غزوہ۔ شقُّ القمر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ، آپ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

۲۷۔ سَقَر: جہنم

۲۸۔ جاروب: جھاڑو۔

۲۹۔ ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضوان اللہ علیہا زوجۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو محرم ۶۱ھ میں زندہ تھیں۔ امام البنین: زوجۂ حضرت علی علیہ السلام مادر حضرت عباسِ علمدارؑ، یہ سب خواتین مدینہ میں تھیں۔

۳۰۔ خُمس: سالانہ منافع اور سالانہ بچت وغیرہ کا پانچواں حصہ راہ خدا میں نکالنا۔ جس کا نصف

حصہ خدا و رسولؐ و امام کا ہے اور نصف حصہ سادات کا۔

۳۱۔ مُدارا: صلح۔ مدارات۔ رعایت کرنا۔

۳۲۔ ہاتِف: آواز دینے والا۔ عالمِ غیب سے بولنے اور آواز دینے والا فرشتہ۔

۳۳۔ حُسام: تلوار۔

۳۴۔ تسخیر: قابو میں کرنا۔ صاحبِ تسخیر: وہ عامل جو ریاضت و چلہ کشی کے ذریعے جن اور پری کو قابو میں کرلے۔

۳۵۔ بادِ پا: تیزی سے بھاگنے والا۔ (تیز رفتار گھوڑا)

۳۶۔ دَوّرا: دورہ کرنے والا۔ گنبدِ دوّار: آسمان۔ سَقف: چھت، سقفِ ضیا بار: روشنی دینے والی چھت۔ چاند تاروں کا آسمان۔

۳۷۔ دِرْہَمِ نُقرَئی: ایک قدیم سکہ، چاندی کا روپیہ۔ فُلوسِ ماہی: مچھلی کی جلد پر گول گول چھلکے۔ (درہم، فلوس، سکّہ۔ متناسب الفاظ جمع کرکے حسن پیدا کیا ہے)۔

۳۸۔ دَفعتَن: "دَفعتہً" / "دَفعتاً" کا یہ املا، شعری ضرورت کی بنا پر اختیار کیا ہے۔ اور یہاں قافیہ ہے "شعلہ زن" "سکّہ زن" / "صف شکن" لہٰذا "دَفعتَن" لکھا ہے۔

۳۹۔ عَنقائے مُغرِب: ایک خیالی پرندہ، نظر آنے والا طویل و عریض پرندہ۔

۴۰۔ اُقتُلُوا الحُسَینؑ: حسینؑ کو قتل کردو۔

۴۱۔ سَکتَہ: ایک بیماری جس میں آدمی کی حس و حرکت جاتی رہتی اور مریض مردہ معلوم ہوتا ہے۔ سانس آتی ہے اور بس۔

۴۲۔ خوزادہ: (خدا زادہ = خو = مخفف خدا) آقا کا فرزند، شہزادہ۔

۴۳۔ ذُوالمِنَن: احسان و انعام کا مالک۔ خدا۔

۴۴۔ بَلِّغ تَحِیَّتِی وَسَلَامِی عَلَی الحُسَینؑ: امام حسینؑ کے حضور میں میرا سلام و آداب پہنچادو۔

۴۵۔ تَوَلّا: محبتِ اہل بیت۔

مرثیہ نمبر ۱۳

زنداں کی طرف ہند تحمل سے رواں ہے

۱۰۲ بند

احوال قید شام

- تعارف و تبصرہ
- مرثیہ
- تحقیق متن
- فرہنگ الفاظ

مرثیہ پر نظر

"زنداں کی طرف ہند تجمل سے رواں ہے" مطلع کا پہلا مصرع ہے اور مطلع ہی سے موضوع اور واقعہ کا عنوان سمجھ میں آجاتا ہے۔ ہند کا قید خانۂ شام میں آنا عہد انیس و دبیر کا عام موضوع ہے۔ کہتے ہیں کہ یزید کے حرم سرا میں ہند نامی ایک خاتون تھی جو مدتوں مدینہ میں رہی اور اہل بیت کے گھر میں خدمت گذاری کا شرف پا چکی تھی — امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے مکہ اور مکے سے عراق آنا زبان زد تھا۔ کربلا کا واقعہ ہوا تو ہند کھٹکی اسے تفصیل سے تو کچھ نہ معلوم ہو سکا مگر مدینہ — باغی — قتل — سر کا آنا — قیدیوں کا پابندِ زنداں ہونا۔ گھر میں چرچا تھا، ہند نے ان قیدیوں کو دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ اور ایک دن وہ کنیزوں، خواصوں اور محافظ عورتوں کے ساتھ محل سرا سے قید خانے تک آئی۔ قید خانے کا عملہ، یزید کے نوکر بلکہ خود ہند کی کنیزیں بھی چاہتی تھیں کہ ملکہ کسی طرح قیدیوں کو نہ دیکھے ان سے ہمدردی نہ کرے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

اُدھر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو اطلاع ہو گئی وہ متفکر ہوئیں کہ جس خادمہ نے اس گھرانے کو عالم اعزاز و احترام میں دیکھا تھا، جن لوگوں کا شیوہ بھوکوں کو شکم سیر کرنا، یتیموں کی سرپرستی کرنا، قیدیوں کو رہائی بخشنا تھا آج وہی عورت اُن کو قیدیوں کی حالت میں دیکھے گی تو کیا ہوگا۔ یہ سب باتیں خالص شاعرانہ خیال اور تخلیقی فکر سے نظم کی گئی ہیں۔

مرزا صاحب نے آرائشِ سخن کے لیے، امیرانہ زنانی سواری اور شاہی حرم سرا کے ٹھاٹ باٹ، اس کے مقابل میں معزز تباہ حال خواتین کے نفسیات و جذبات کی عکاسی اور تمثیلی روئداد بیان کرنے میں ماہرانہ مصوّری سے کام لیا ہے۔ مرثیہ کی مجموعی ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ مرثیہ، سوز خوانی کے لیے لکھا گیا تھا، پھر اسے تحت اللفظ میں پڑھنے کے لیے اشعار نظرِ ثانی کی اور "سراپا" کا اضافہ کرکے کم و بیش تیس بند یعنی نوے اشعار کا اضافہ کیا، اس طرح یہ مرثیہ مختصر و طویل مرثیہ کی ٹکنیک سے تیار ہوا یعنی "سراپا" کے تیس بند (از بند ۱۰ بند ۴۰) نکال دیتے جائیں تو بہتر "بند کا" بینیہ "مرثیہ بن جاتا ... مصائب خوانی کے لیے کافی ہے۔ ٹھاٹ کی مجلس پڑھنا ہو تو یہی تیس بند ملا لیے جائیں۔

"سراپا" یعنی چہرہ (پیشانی، بھویں، آنکھ، ناک، لب، رخسار، ڈاڑھی، ٹھڈی، دانت، گردن، سینہ غرض) تمام اعضا کی تعریف، انیسویں صدی کے نصف اول سے کچھ پہلے مرثیے میں جز کے طور پر داخل ہوئی۔

لکھنؤ کے شاہی ٹھاٹھ باٹ، اور قصیدے کے رواج، تکلفات امارت کے قیام و رواج نے اس وقت جڑیں پکڑ لی تھیں، اس لیے بیان واقعات کا لہجہ بدل گیا، رزم و بزم کا بیان ہو یا حرف و حکایت کی زبان، شاعر ہمیشہ اپنے وقت کے لہجہ میں بات کرتا ہے، ماحول کے تقاضوں اور لہجے کے آہنگ نے ہر صنف سخن کو متاثر کیا، مرثیہ میں اس کا تاثر، غالباً چہرے سے بین تک مکمل طور پر نمایاں ہے۔ بہر حال دبیر کے شباب فن اور ان کی شاعری کے پندرہ بیس سال بعد "سراپا" مرثیہ کی تکنیک میں جزو بن کر داخل ہوا، اب اس "سراپا" میں رنگا رنگ ایجادیں ہوئیں جس کی لطافت اپنے طویل فنی پس منظر میں قابل دید و داد ہے۔ اس تنوع میں ایک نادر زاویہ اس مرثیہ میں ہے ۔۔ سراپا ۔۔ عام طور سے کسی زندہ شخص کا لکھا جاتا تھا، پورے وجود، متحرک ذات کو موضوع بنایا جاتا تھا۔ مرزا صاحب نے اس مرثیہ میں امام حسین علیہ السلام کے سر بریدہ کے اعضاء کی تصویر کشی کی ہے۔ سر و رخسار، چشم و ابرو، بینی و ذقن، خد و خال کی مدح کے بعد گردن کی تعریف کرتے ہوئے خیال آیا کہ

اک گردنِ انور جو قلم ہو گی، ہے دو جا ` کچھ نقص نہیں عین کمال اب بھی ہے پیدا
اب ذکرِ الٰہی کو دہن دو ہوئے گویا ہر اک ہے عبادت کی تمامی میں مہیا
اُس نصف نے بالکل شرفِ سجدہ لیے ہیں
اِس نصف نے قرآن کئی ختم کیے ہیں

آدھا مرثیہ، بند ۵۰ سے خصوصی طور پر نجی گفتگو، ڈرے سہمے، محتاط اور آبرومند ماحول میں دکھائی ہے، عورتوں کی دلیری، آزمائش میں حوصلہ مندی، مشکلات میں نسوانی جبلت کے ساتھ مقابلہ کی طاقت، اپنے ماضی پر فخر اور حال پر عاجزی اور شکست کے اظہار سے پہلو تہی۔ احتجاج اور صبر و شکر کا تذکرہ، رلانے کا تصور اور اہل مجلس کو تڑپا دینے کی کیفیت، زبان کی سادگی اور بیان کی اثر آفرینی مرثیہ کے بقیہ حصے کا امتیازی پہلو ہے۔

تازہ ہے تمامی یہ سخن، تازہ ہے تمہید

(۲)

مرزا دبیر نے ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء سے مرثیہ گوئی کا آغاز کیا (حیات دبیر ج ا ص ۲۲) اگر یہ روایت صحیح ہے تو میرا قلمی نسخہ مرزا صاحب کی ستائیس سالہ شاعری کی نشان دہی کرتا ہے۔ صفر، ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء کا مخطوطہ قطعی طور پر تو یہ نہیں بتاتا کہ مرثیہ اسی سال کی تصنیف ہے۔ البتہ اس سے زمانہ تصنیف کی تقریبی حد بندی ضرور ہو جاتی ہے۔ میرا قلمی نسخہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اوّلاً تو تحریر یہ مرزا کی تقریباً ۳۹ برس کی عمر سے تعلق رکھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ زمانہ دبیر کی شعری جوانی کا زمانہ ہے ۔۔ تیسرے مخطوطے کی عبارتیں بتاتی ہیں کہ مرثیہ کسی اچھے نسخے سے نقل کیا گیا، کاتب عطا حسین بد خط ہونے کے باوجود بڑی حد تک صحیح نویس ہیں، اس نسخے میں جو عبارت جس طرح لکھی تھی اسی طرح نقل کر دی ہے۔ مصرع پر مصرع، بیت کے آخر میں بیت۔ لفظ کے اوپر لفظ مرزا صاحب کی ترمیم و تبادلہ شعر و لفظ ہے۔ مرثیہ کے نصف حصے کی کتابت محبوب علی نے کی۔ ان کا خط اچھا اور املا صحیح ہے ۔۔ مرثیہ کے سر ورق پر تصحیح اور آخر میں کچھ اہم تفاصیل ہیں۔ مثلاً سر ورق کی عبارت ہے:

نوازش علی (دستخط)

مرثیہ تصنیف میاں دبیر سلمہٗ اللہ تعالےٰ

صحیح نمودہ شد

مرثیہ

زنداں کی طرف ہند تجمل سے رواں ہے

المالک ہذا الجز عبد الضعیف الراجی

(الی) اللہ عطا حسین اللہم بارک لی و (لی؟) الاولادی

بحرمۃ النبی مع (؟ وآلہ) الامجاد۔

المالک عطاحسین خان عفی عنه وعن و الدیه

بند ۵۷

زنداں کی طرف ہند تجمل سے رواں ہے

ورق ۱۴-الف کی عبارت ہے۔

تمت تمام شد خط خام نصف بندہ حقیر سراپا تقصیر محبوب علی و نصف خط دستخط خاص
خان صاحب خداوند نعمت عطا حسین خان دام اقبالہ شروع نمودہ شد از چہار گھڑی
شب گذشتہ و تمام شد بوقت چہار گھڑی شب باقی ماندہ بروز شنبہ بوقت صبح در ماہ
صفر المظفر ۱۲۵۷ھ ہجرات) نبوی صلعم
ہر کہ خواند دعا طمع دارم! زانکہ من بندۂ گنہ گارم تم تم تم تم تم
تمام شد صحو

ای کریمی کہ ار حرار
واللہ کلاہ سر عالم ہوا حر
حلہ ملا معصومہ کا رومال ملا

پھر ترچھے خط میں دو رباعیاں تحریر ہیں۔

۱ سرورق پر تعداد بند ،، لکھ کر کاٹ دی ہے اس کے بعدہ، لکھا ہے لیکن دراصل اس نسخے کے متن و حواشی پر لکھے ہوئے بند ا ٹھتر ہیں۔

مرثیہ چار پانچ گھنٹے میں دو آدمیوں نے نقل کیا ہے اس لیے خط رواں اور جلدی نقل کرنے کے آثار سے آراستہ ہے۔

مرثیہ:

زنداں کی طرف ہند تجمّل سے رَواں ہے

۱۰۲ بند

قید شام کا حال

ہند کی قید میں آمد

۱ زنداں کی طرف ہندؑ تجمّل سے رواں ہے   پر جو قدم اٹھتا ہے وداعِ دل وجاں ہے
نے صبر ہے، نے ہوش ہے، نے تاب وتواں ہے   دل وقفِ تردّد ہے، زباں صرفِ فغاں ہے ۱
یہ نذرِ حرم، لختِ جگر لے کے چلی ہے
واں تحفہ کی جا داغِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۲ گریاں حشمِ شاہؑ پہ ہیں دیکھنے والے   آگے تو سواری کے بڑھے جاتے تھے نالے
ہے بے خبری گوشۂ دامن کو سنبھالے   اور رختِ بدن پنجۂ ماتم کے حوالے
گر فرش پہ ہے زلزلہ، گر عرش بریں پر
آہیں جو فلک پر ہیں تو آنسو ہیں زمیں پر

۳ دل مثلِ خیامِ نبویؐ جلتا ہے ہر بار   مانندِ گریبانِ حرم سینہ ہے افگار
اور صورتِ زخمِ شہدا چشم ہے خوں بار   بالوں سے پریشانیِ سادات نمودار
زنداں کی طرف آہ مسلسل جو رواں ہے
ہر گام پہ سجادؑ کی زنجیر عیاں ہے

۴ ہر اشک کے قطرے میں ہے ضم، چشمۂ زمزم   اندیشہ مصاحب ہے، دمِ سرد ہے ہمدم
شب ہے پہ عیاں صبحِ قیامت کا ہے عالم   ہے شام کی کشور میں یہ پہلی شبِ ماتم
کہتی تھی کہ لوٹے ہوئے قیدی وہ کدھر ہیں؟
زنداں سے ندا آتی تھی زہراؑ کی۔ اِدھر ہیں

۵ دل قرعۂ جگر تختۂ لبِ حال پہ یہ فال — اللہ مرے، خیر سے ہو فاطمہؑ کا لال
ہر چند امیرانہ ہے سب حشمت و اجلال — آشفتہ فقیروں کی طرح دل کا ہے احوال

اغلب ہے اگر قتلِ شہِ دیں کا یقیں ہو
یوں خاک پہ یہ تڑپے کہ پیوندِ زمیں ہو

۶ منّت ہے خواصوں کی کہ چادر کو سنبھالو — یہ راستہ ہے چہرے کو بالوں میں چھپالو
وہ کہتی ہے، اب ذکر نہ پردے کا نکالو — چادر کے عوض خاک مرے بالوں پہ ڈالو

کیوں کر نہ زمانہ اسے ان حالوں سے دیکھے
جو خواب میں زہرا کو کھلے بالوں سے دیکھے

۷ باندھے ہوئے دامن کو کنیزیں کئی ہشیار — بڑھ بڑھ کے خبر لاتی ہیں زنداں کی ہر اک بار
کہتی ہیں کہ اے بی بی، قیامت کے ہیں آثار — ہے ہے، موے پیے موت یہ زنداں کے گرفتار

در بند ہے، دم رکتا ہے، بے ہوش پڑے ہیں
تلواریں نکالے ہوئے درباں کھڑے ہیں

۸ بیرونِ خرابہ کئی سر نیزوں پہ ہیں، آہ — کوئی ہے ستارہ، کوئی خورشید، کوئی ماہ
روتی ہیں جو بیبیں، تو وہ تھرّاتے ہیں، واللہ — گھر پھر چلو، تم دیکھو نہ یہ صدمۂ جاں کاہ

جب "ہائے حسینا" کوئی مظلومہ کہے گی
ہائے توبہ، تمھیں سننے کی کیا تاب رہے گی

۹ پہنچی درِ زنداں کے برابر جو سواری — تب ہند کے قدموں پہ گریں لونڈیاں ساری
بولیں کہ ردا اوڑھ لو، ہم آپ پہ واری — کل ہم پہ نہ حاکم کا غضب ہو کہیں طاری

درباں تمھیں دیکھ کے کیا دل میں کہیں گے
ہم چشموں کے بی بی پہ سدا طعنے رہیں گے

۱۰ پہنچی درِ زنداں پہ جو با نالہ و افغاں — تعظیم سواری کو اٹھے دور سے درباں
کیا دیکھتی ہے ہند کہ پیشِ درِ زنداں — نیزوں پہ علم ہیں کئی سر خوں میں غلطاں

کہنے لگی: اللہ یہ کیا قدرتِ رب ہے
[illegible]

۱۱ ناگاہ نظر آیا وہاں اک سرِ انور — دیکھا اسے اور یاد حسینؑ آئے برابر
اک زینہ بلند اور ہو گر عرش کا منبر — تو خطبۂ اوج اس کا پڑھے قدرتِ داور

سر ہے کہ گلِ تازۂ بستانِ شفاعت
اس سر کی قسم کھاتا ہے سامانِ شفاعت

۱۲ توفیقِ خدا عقل کو کرتی ہے اب آگاہ — لکھ صفحۂ تقریر پہ تصویرِ سرِ شاہ
دیکھا جو اسے ہند نے کیا شان تھی کیا جاہ — حشمت پہ تو ہو "واہ" اور اُس حال پہ ہو "آہ"

دیکھو سرِ بے تن کی ذرا شوکت و شاں کو
بے شمع کے شعلہ میں دکھاتا ہوں جہاں کو

۱۳ نیزے پہ نگیں ہے سرِ زیبائے امامت — افتادہ ہے رن میں قدِ بالائے امامت
چہرہ ہے گلِ باغِ تمنّائے امامت — جلدِ سوم مصحفِ طغرائے امامت

تشبیہ کوئی مصحفِ رخ کے نہیں قابل
بسم اللہ اگر شمس و قمر ہوئیں مقابل

۱۴ نیزے سے نہیں اوجِ سرِ شاہِ دو عالم — ادنیٰ ہے مقام اس کا سرِ عرشِ معظّم
ہاں نیزے کو بخشا ہے شرف اک قدِ آدم — اب تختِ سلیماں کا ہے یہ قبلۂ اعظم

تسلیم طلب نیزہ ہے موسیٰؑ کے عصا سے
تعظیم کا مشتاق ہے یہ عرشِ خدا سے

۱۵ بس لائقِ حق مصحفِ عارض کی ثنا ہے — اپنے لیے "سبحانکَ لاعِلمَ لَنا" ہے
لب آیۂ شیریں "نباتًا حسنًا" ہے — پر تشنہ دہانی بھی عیاں بعدِ فنا ہے

کس حُسن سے سوکھے ہوئے ہونٹوں میں زباں ہے
خورشید کنارِ دو مہِ نو میں عیاں ہے

۱۶ تفسیرِ دو عارض ہے حدِ شرع سے افزود — اک خاک سے آلودہ ہے اک خوں سے آلود
لو رطب کہ بھی یابس بھی ہے قرآں میں موجود — اک نقطے سے ہے شہرۂ فکن مصحفِ معبود

وہ نقطہ بیاں کے لیے محتاجِ دہن ہے
یاں نقطۂ گویا دہنِ شاہِ زمن ہے

۱۷ جس خاک پہ خورشیدِ ضیا چہرے کی پائے   تو پنجۂ مژگانِ شعاعی سے اٹھائے
پھر میلِ طلا تارِ شعاعی کو بنائے   اور چشمِ قمر میں وہ سدا سرمہ لگائے
شامل جو نہ ہو روشنی اس قدرتِ رب کی
آفاق میں پھر صبح نہ ہوئے کسی شب کی

۱۸ گر بیچ میں ہوتا نہ جمالِ شہِ ابرار   پڑھتے نہ درود آئینے کو دیکھ کے دیدار
دو آنکھیں ہمیں حق نے جو دیں ہے یہی اسرار   اک لحظہ میں اِس رخ کی زیارت کریں دو بار
کیا نام خدا پر تو عارض کی چمک ہے
ہر ذرہ نسب نامۂ خورشیدِ فلک ہے

۱۹ دیکھو تو یہ گیسو ہیں و یا قدرتِ داور   دکھلاتے ہیں کوثر سے جدا موجۂ کوثر
رخ چشمۂ حیواں ہیں، یہ ہیں خضر کے رہبر   پر تو اسی کاکل کا ہے جبریل کا شہپر
ہے نحس جو لوں نام یہاں بالِ ہما کا
گیسو نہیں، سایہ ہے چپ و راست خدا کا

۲۰ پر آہ عدو کو نہیں خوفِ اَحَدی[11] ہے   نیزے سے انھیں باندھا ہے کیا بے خردی ہے
کی ہے وہ بدی جس میں عذابِ اَبَدی ہے   لو تارِ شعاعی کو گرہ نیزے سے دی ہے
گیسو کی طرح گرد فدا ہوتی ہے زہرؑا
سلجھاتی ہے ان زلفوں کو اور روتی ہے زہرؑا

۲۱ کہتی ہے بچپنا مجھے آواز سنا دو   ٹوٹا ہو کوئی تار جو زلفوں کا بتا دو
بال اپنے تہہِ عرش میں کھولوں جو رضا دو   آتی ہے ندا سر سے کہ امت کو دعا دو
کب زلف کے بندھنے سے برائی پہ نگہ جائے
امت کی شفاعت کا نہ عقدہ[12] کوئی رہ جائے

۲۲ کیا قبلۂ ابرو کا شرف پلکوں سے ہے، واہ   رُو سب کا سوئے قبلہ ہے، قبلہ سوئے اللہ
دیکھا ہے ہلالِ خمِ ابرو کا کہیں چاہ؟   ہے شرم سے ہالے کے گریباں میں رخِ ماہ
قرباں میں نقاشیٔ ربِ دو جہاں پر

۲۳ مضمونِ مژہ[13] کے لیے تازہ یہ قبا ہے   یہ بندِ قبائے نگہِ لطفِ خدا ہے
لیکن یہ مژہ ہے جو سیہ پوش تو کیا ہے   نورِ نظرِ شاہِ شہیداں کی عزا ہے
ہیں اشک فشاں آنکھیں غمِ نورِ نظر میں
پیراہنِ آبی ہے ہر اک بحر کے بر میں

۲۴ مدحِ الف بینیِ زیبا سے ہے دل شاد   توحیدِ جنابِ اَحَدی بندوں نے کی یاد
جو ایک الف کا وہی اک خالقِ ایجاد   ہر قلّت و کثرت میں یہ اک داخلِ اعداد
کونین کی بنیاد میں یہ ایک الف ہے
کل ابجدِ ایجاد میں یہ ایک الف ہے

۲۵ خط حاشیۂ مصحفِ[15] شاہِ دوسرا ہے   گو نقش اس[14] کے ورا، نقشِ دلِ خیر وریٰ ہے
قرآں پہ ہاتھ اپنا یہ قدرت نے دھرا ہے   کھاتی ہے قسم احسنِ ازل سے یہ بھرا ہے
عارض پہ دلیلِ شرف اس خط کی قوی ہے
ہم پہلوئے قرآں یہ حدیثِ نبوی ہے

۲۶ ہے یہ خطِ زیبا کہ امامت کا جریدہ[16]   یہ نسخۂ درماں ہے پئے درد رسیدہ
عارض کی تجلّی سے یہ مضموں ہے چیدہ   لو طور کی آتش پہ ہوا سبزہ دمیدہ
خوشبو وہ ہے جس سے کہ خجل مشکِ ختا ہے
یہ خطِ شفاعت پئے اربابِ خطا ہے

۲۷ حسنِ دُرِ دنداں کی میں تعریف کروں کیا   ہے نقطۂ شک چشمِ صدف میں دُرِ یکتا
اصل ان کی حضور ایک گہر کی نہیں اصلا   ہاں ترجمہ ہر دانۂ لولو کا ہے لالا
حسنِ لب و دنداں پہ عطارد نگراں ہے
یہ دُرج میں تسبیحِ دُر کا ہکشاں ہے

۲۸ وصفِ لب و دنداں میں سخن سنج[17] ہوں کیا ہم   تولیں جو وقاراں کا تو ساماں نہیں باہم
میزان تو ہو برگِ گل اور سنگ ہو شبنم   پر اس میں بھی عصیاں کا خیال آتا ہے پیہم
شبنم ہو تو ہو قدرتِ ربِّ اَزَلی کی
میزاں ہو تو برگِ گلِ اعجازِ علیؑ کی

۲۹ یہ لب ہیں کہ دو مصرعِ دیوانِ قدرؑ ہیں   قرآن خموشی کے و یا زیر و زبر ہیں
دونوں کے اشارے یہ سوئے اہلِ نظر ہیں   دو لال ہیں زہراؑ کے لیں اور دو ہی گُہر ہیں
مردہ جو دمِ نزع پکارے شہِ دیں کو
بخشیں دمِ عیسےٰؑ یہ دمِ بازپسیں کو

۳۰ ہے قابلِ کوثر صفتِ چاہِ زنخدانؑ! !   پانی ہوا خجلت سے یہاں چشمۂ حیوان
گنجائشِ یوسفؑ ہے کب اس چاہ میں پنہاں   سرتابقدم روح بنے یوسفِؑ کنعاں
اس چاہ کی ہے چاہ دلِ خیرِ بشر میں
اس چاہ سے جو نکلا گرا قعرِ سقر میں

۳۱ اب بدختِؑ گردن میں خمیدہ ہے سراسر   اک نصف بہم سر سے ہے اک نصف بدن پر
قدِ شمعِ حرم، شعلہ ہے یہ گردنِ انور   لو قدرتِ حق شعلہ ہے، دو حصّے برابر
گردن ہے و یا مطلعِ انوار و ضیا ہے
ہے نور کا مطلع مگر اب قطع ہوا ہے

۳۲ اک گردنِ انور جو قلم ہو گئی ہے دو جا   کچھ نقص نہیں عینِ کمال اب بھی ہے پیدا
اب ذکرِ الٰہی کو دَہَن دو ہوئے گویا   ہر اک ہے عبادت کی تمامی میں مہیّا
اُس نصف نے بالکل شرفِ سجدہ لیے ہیں
اِس نصف نے قرآن کئی ختم کیے ہیں

۳۳ اس شان سے جو ہند نے سرِ شاہ کا دیکھا   بے ساختہ گھبرا کے کہا "ہائے حسینا"
چلائیں کنیزیں: تمھیں کچھ خبر ہے، یہ کیا؟   لو آگے بڑھو بی بی، یہ سر پیٹنا کیسا؟
کیا یہ پسرِ احمدِ مختار کا سر ہے؟
یہ تو ترے شوہر کے گنہ گار کا سر ہے۔

۳۴ مصروف ہے بخشش میں سرِ شاہِ خوش انجام   شب نور کی تقسیم سے ہے صبح کے ہم نام
کھولے ہوئے دامن کو زمیں طالبِ انعام   بھرتا ہے فقیرِ فلک اک چلّو سے نو جام
حاضر مع اطفال کواکب ہے قمر بھی
شب لے چکی جو لینا تھا آتی ہے سحر بھی

۳۵ ایسا تو زمانے میں غضب ہو گا بھلا کیا   اُمّت نے گلا کاٹا ہو فرزندِ نبیؐ کا
وہ بولی: کہ باور تو مجھے بھی نہیں، اِلّا   شبیرؑ کے نقشے سے بہت ملتا ہے نقشا
ہستی میں یہ آوارہ وطن ہوئے گا کیسا
سر کی تو یہ حشمت ہے، بدن ہوئے گا کیسا

۳۶ ناگاہ یہ اک لونڈی نے آواز دی، رو رو   اے بی بی! یہ سر چھوٹے سے بچے کا تو دیکھو
ہے ہے نہ پھرا ہو گا ابھی گھٹنیوں یہ تو   جھولے ہی میں سر کاٹ کے لے آئے ہیں بدخو
بچوں کی طرح دودھ اُگل کر جو مُوا ہے
سو، باچھوں سے بہہ بہہ کے گلے پر وہ جما ہے

۳۷ کوئی سرِ اکبر پہ نظر کر کے پکاری   بی بی! یہ پیمبرؐ تو نہیں، میں ترے واری
ہم شکلِ نبی کہتی ہے خلقت اسے ساری   آگے تو مدینے میں سکونت تھی تمھاری
پہچانو تو ہم شکلِ نبیؐ ہے کہ نبی ہے
یہ اور کوئی ہے کہ رسولِ عربیؐ ہے

۳۸ اک کہتی ہوئی آئی کہ یہ حادثہ کیا ہے!   اک سر پہ میں قربان گئی سہرا بندھا ہے
قسمت نہ الٹ جائے، حذر کرنے کی جا ہے   یہ آرسی مصحف کی گھڑی قتل ہوا ہے
اغلب ہے کہ مردے کو ملا ہو نہ کفن بھی
ہوئے گی انھیں قیدیوں میں اس کی دُلھن بھی

۳۹ کیں ہند نے بند آنکھیں کہ یارا نہیں اصلا   اور حکم دیا: ہاں، درِ زندان کو کر دو وا
دربان پکارے کہ ہے انکار ہمیں کیا   پر آپ کی تکلیف کا ہے دھیان سراپا
کل دیکھیو بُلوا کے محل میں انھیں دن کو
ہم باندھ کے اک رسّی میں لے آئیں گے اِن کو

۴۰ زنداں میں قدم رنجہ کریں آپ نہ زنہار   حاضر درِ دولت ہی پہ کل ہوں گے گنہ گار
در کھولنے میں ہیبتِ حاکم سے ہے انکار   ایسا نہ ہو، کم اِن میں سے ہو کوئی گرفتار
جب فوج نے خلعت لیے ہیں ملک لیے ہیں
تب اتنے اسیر اور یہ سر لا کے دیئے ہیں

۴۱ تب ہند نے آخر یہ کیا اُن سے بہانا   اِس فتح کے ہونے کے لیے میں نے ہے مانا
خود جا کے اسیروں کو کھلاؤں گی میں کھانا   وہ بولے کہ حاشا، نہ کھلانا نہ کھلانا
ہم شمر سے پوچھ آئیں، ذرا آپ ٹھہر جائیں
حاکم کو ہے منظور کہ یہ فاقوں سے مر جائیں

۴۲ اس نے کہا: اللہ یہ ایسے ہیں گنہ گار!   القصہ کہ آئی درِ زنداں پہ وہ ناچار
دستک کفِ افسوس و کلید آہِ شرربار   دربانوں نے دروازہ کُشادہ کیا اک بار
واں ہند کا دروازے کے باہر ہی قدم تھا
یاں فاطمہؑ کی بیٹیوں کے دم میں نہ دم تھا

۴۳ عابدؑ سے یہ فرمانے لگی دخترِ زہراؑ   لو ہند تو آ پہنچی، میں اب کیا کروں بیٹا؟
ذلّت کا تو ہے سامنا اور موت میں عرصا   بے رحموں کے قابو میں ہیں کچھ بس نہیں اپنا
مانگو یہ دعا نائبِ شاہِ دو جہاں ہو
واں داخلہ ہو ہند کا یاں روح رواں ہو

۴۴ اے کاش زمیں شق ہو بدن میرا سما جائے   زینبؑ پہ کسی اور کی آئی ہوئی آ جائے
اب تک تو میں غم کھاتی تھی اب غم مجھے کھا جائے   بھائی کہاں چادر جو مرے سر پہ اُڑھا جائے
افراط ہے اب ذلّتِ جاں کاہ کی مجھ پر
کیوں بجلی نہیں گرتی مری آہ کی مجھ پر

۴۵ آنکھوں کے تلے پھرتی ہے وہ شمر کی تلوار   گردن پہ نہیں پھرتی کہ ہو فیصلۂ کار
برچھی دلِ اکبرؑ کی بھی یاد آتی ہے ہر بار   ہوتی نہیں پر حیف کلیجے سے کبھی پار
ذلّت ہے، حقارت ہے، اسیری ہے، جفا ہے
جو بھائی کو کھو کر جیے اس کی یہ سزا ہے

۴۶ جب ہند کی آمد ہوئی زندانِ ستم میں   مطلع بیبیوں کو غم تازہ ہوا پیاروں کے غم میں
زینبؑ نے کہا یادِ شہنشاہِ اُمم میں   جلد آؤ، نہیں مرتی ہے بھینا کوئی دم میں
وارث کوئی بجز ذاتِ خدا سر پہ نہیں ہے
[illegible] سر پہ نہیں ہے

۴۷ یہ کہتی تھی اور روتی تھی بنتِ شہِ مرداں   واں لونڈیوں سے ہند کی کہنے لگے درباں
لو جا کے اسیروں کی تلاشی کسی عنواں   ہو کاردؑ و شمشیر کسی پاس نہ پنہاں
جو مرد ہو باہر اسے زنداں سے نکالو
بچوں کو بھی گودی سے اسیروں کی اٹھا لو

۴۸ داخل ہوئیں زنداں میں کنیزیں تو یہ دیکھا   اک صاحبِ آزارؑ ہے بن پانی تڑپتا
اور لیٹا ہوا روتا ہے اک ننھا سا بچا   کہتا ہے کہ ہے ہے مرے بابا مرے بابا
بیمار سے بولا بھی نہیں جاتا عطش میں
پر ہونٹوں سے "پانی" کی صدا آتی ہے غش میں

۴۹ پھر بڑھ کے کیے سب نے اسیروں کے نظارے   دیکھا کہ ہیں سر بیڑیوں پر شرم کے مارے
بولیں کہ سنو صاحبو! کہتے ہیں پکارے   "ہو کارد و خنجر نہ کوئی پاس تمہارے
گر ہند کے روئیں کو خلل ہوئے گا لوگو
تو ذبح یہ سب قافلہ کل ہوئے گا لوگو

۵۰ طیش آ گیا فضّہ کو پکاری یہ لرز کر   کچھ خیر ہے، ہم پاس کہاں کارد و خنجر؟
ہاں وارثوں کے حصّے میں آئی یہ مقدّر   پاس اپنے فقط طوق و سلاسل کا ہے زیور
ہوتی جو چھری پھیرتے ہم حلق پر اپنے
اشراف ہیں دکھلاتے نہ یوں ننگے سر اپنے

۵۱ آواز سے فضّہ کی گیا ہند کا آرام!   اغلب تھا کہ ہو داخلِ زنداں وہ خوش انجام
پر دوڑ کے جلدی سے کنیزوں نے لیا تھام   اور بولیں کہ مردانہ ہے، جاتے کا نہیں کام
نامحرموں میں تم کو جو سن پائے گا حاکم!
کل صبح ہمیں دارؑ پہ کھنچوائے گا حاکم

۵۲ دروازے کے نزدیک ہے اک شخص کا بستر   بستر کہاں لیٹا ہوا ہے خاک کے اوپر
دو طوق ہیں، دو بیڑیاں اور اک تنِ لاغر   ننھا سا پسر رو رہا ہے اُس سے لپٹ کر
کیا اس کو کہیں حِس کو نہ کچھ اپنی خبر ہو
بے اس کے اُٹھے آپ کا کس طرح گذر ہو

۵۳ دربان پکارے: اُسے ہم کو تو بتاؤ   کیا معنی، اگر غش میں ہے تو کھینچ کے لاؤ
اک کہنے لگا، شمر کو اس وقت بلاؤ   بیروں کا تڑپنا زنِ حاکم کو دکھاؤ
آئے گا اگر شمر تو ڈر جائے گا بیمار
باہر ابھی زنداں سے چلا آئے گا بیمار

۵۴ اِس مشورے کا آہ ہوا جب کہ قرینہ   یکبار دھڑکنے لگا سب بیروں کا سینہ
مقتل میں ہلا لاشۂ سلطانِ مدینہ   اور دوڑ کے عابدؑ کے گلے لپٹی سکینہ
کہتی تھی کہ ماں بہنیں کہاں اور کہاں ہیں!
اب تو مرے بھائی جہاں جاویں گے ہاں ہیں

۵۵ کہتی تھی کبھی لونڈیوں سے ہند کی رو رو   تم کو بھی ترس ہم پہ نہیں آتا ہے لوگو!
طاقت ہے کسے چلنے کی لے جاؤ گی کس کو؟   بھیا کے سرے سوجے ہوئے پاؤں تو دیکھو
لوٹو نہ ہمیں پہلے عدو لوٹ چکے ہیں
مقتل میں بھی دو بھائی مرے چھوٹ چکے ہیں

۵۶ کیوں شمر کو بلواتی ہو، کاہے کو بلاؤ   مطلب ہے ستانے سے تمہیں، ہم کو ستاؤ
وہ دُرّے لگائے گا تمہیں دُرّے لگاؤ   پر حاضر و ناظر ہے خدا، بھول نہ جاؤ
کس طرح گوارا نہ کریں ظلم و ستم کو
کیا جیتے ہیں بابا جو بچا لیویں گے ہم کو

۵۷ ہے کس کی حمایت جو کریں دکھ سے کنارا   کس نے نہیں گھر کا ہمیں، کس نے نہیں مارا
ہم سنتے تھے، آیا تمہیں کچھ دھیان ہمارا   بے رحم تو یہ ظلم غضب ہوگا تمہارا
گر مجھ کو طمانچہ کوئی ہیہات لگے گا
کیوں دیکھنے والو، تمہیں کیا بات لگے گا

۵۸ گہ عابدِ بے کس کی وہ زنجیر ہلاتی!   تلوے کبھی سہلاتی، یہ بھائی کو سناتی
بھیا اُٹھو، دھڑکے سے ہے بہنا مری جاتی   حاکم کے محل کی ہیں یہاں بیبیاں آتی
ہیں طوق سنبھالے ہوئے ہوں اُٹھو سنبھل کر
باہر ہی کہیں لیٹ رہو خاک پہ چل کر

۵۹ حاکم کے مکانوں پہ ہے کیا زور تمہارا   وہ سب کو نکلوا دے تو ہے کس کا اجارا
آلا ہے ابھی پشت کا ہر زخم تمہارا   ہے قہر جو اب شمرِ لعیں نے تمہیں مارا
پھر اتنی بھی توقیر نہ ہیہات رہے گی
جب شمر اٹھا دے گا تو کیا بات رہے گی

۶۰ اُس دم سرِ زنجیر کو میں ہاتھ میں لوں گی   اور طوق اٹھائے ہوئے کاندھے پہ چلوں گی
شمر آئے گا تو آتشِ فرقت میں جلوں گی   تم ہوگے کہیں اور کہیں میں ہاتھ ملوں گی
جب غیر تمہیں گھر کے گا گھبرا کے اٹھو گے
ٹھہرا کے گرو گے کبھی ٹھہرا کے اٹھو گے

۶۱ اٹھنے لگے عابدؑ سرِ زنجیر پکڑ کے   اور غش ہوئے پھر بازوئے ہمشیر پکڑ کے
رونے لگے دل صاحبِ تطہیر پکڑ کے   درباں بڑھے غصے سے شمشیر پکڑ کے
اٹھ کر کہا عابدؑ نے شفا ہوئے جو مر جاؤں
جلدی کہو بہنا میں کہاں بیٹھوں، کدھر جاؤں

۶۲ اک گام اٹھایا تھا کہ پھر غش ہوا طاری   تب جوڑ کے ہاتھ اپنے سکینہ یہ پکاری
لوگو! جو بھیا کو اٹھایا کئی باری   تقصیر نہ اُن کی ہے نہ تقصیر ہماری
مختار ہو جو چاہو وہ تعزیر دو ان کو
اب ایسا غش آیا ہے کہ ہوش آئے گا دن کو

۶۳ چلا کے کہا ہند نے ہاں ہے نہ ستاؤ   اب نام نہ لو شمر کا، بس بس نہ ڈراؤ
درباں تو اسیروں کو نہ تلواریں دکھاؤ   میرے لیے بیمار کو تپ میں نہ ستاؤ
آنکھیں نہیں کھلتیں، یہ بھلا دیکھے گا مجھ کو؟
ہے ماں بہن اس کی بھی یہ، کیا دیکھے گا مجھ کو!

۶۴ دروازے میں داخل ہوئی وہ عاشقِ مولا   زنداں کے اک درزے میں سب رانڈوں کو دیکھا
اک ہاتھ میں کبریٰ کے بندھا کنگنا تو پوچھا   کیا تحت کی شب کو تجھے تقدیر نے لوٹا؟
سہرا بندھا نیزے پہ جو سر خون میں تر ہے
تو اس کی دلھن ہے، وہ ترے دولھا کا سر ہے!

۶۵ قسمت نے رنڈاپے کا نشاں تجھ کو دکھایا دولھا کو ترے نیزے پہ پروان چڑھایا
سر تو ہے یہاں، بولو، کفن لاشے نے پایا؟ کیا لٹ کے ترے بیاہ میں یہ قافلہ آیا؟
وہ بال جھنڈولے ہیں پڑے کانوں پہ جس کے
سر چھوٹی سی برچھی پہ ہے فرزند کا کس کے؟

۶۶ سن کر یہ بیاں بانوئے مضطر ہوئی مضطر اغلب تھا کہ رو کر کہے "ہے ہے علیؑ اصغر"
پر رہ گئی ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ کر حیران ہوئی ہند کہ اب کیا کروں، داور!
سب کے لبِ اظہار پہ ہے مہرِ حیا کی
صورت تو امیروں کی ہے حالت فقرا کی

۶۷ ہر طرح کی حشمت مجھے بخشی ہے خدا نے زنداں میں بھی حاکم نے مجھے دنیا تھا آنے
پر حق کے سوا کون مرے درد کو جانے مارا ہے مجھے "ہائے حسینا" کی صدا نے
صدمہ درِ زنداں پہ بھی تقدیر سے پایا
اک سر کو مشابہ سرِ شبیر سے پایا

۶۸ جس وقت سے اس خوں بھرے سر کو ہے دیکھا دل کہتا ہے، سر پیٹ کے چل جانب صحرا
شبیرؑ کی جانب سے تردد نہیں بے جا تم نام وہی لیتی ہو، سر کا وہی نقشا
بے قدر کیا عشقِ حسینؑ ابنِ علیؑ نے
میں آئی یہاں اور نہ کی بات کسی نے

۶۹ تب دل میں یہ فرمانے لگی زینبِ ناچار بن بولے ترے بات نہیں بننے کی زنہار
چھیڑائے ہوئے سر کو، یہ کی ہند سے گفتار گر تم ہو غنی، ہم بھی سدا کے نہیں نادار
اب لٹ گئے ہیں آگے محل بھی تھا، حشم بھی
آفاق میں تھے وارث و والی کبھی ہم بھی

۷۰ بی بی ہمیں کچھ خلق سمجھیو نہ خدارا اک دن تھا کہ مجرائی جہاں اپنا تھا سارا
لیتا نہیں یاں کوئی سلام آج ہمارا سو ترکِ سخن ہم نے کیا سب سے گوارا
گر اہلِ دُوَل دولت و اموال میں خوش ہیں
ہم خاک نشیں اپنے پھٹے حال میں خوش ہیں

۷۱ یہ دربدری کا کئی دن سے ہے قرینہ عقبیٰ میں مکاں خلد ہے، دنیا میں مدینہ
ہم صاحبِ ایماں ہیں، کسی سے نہیں کینہ حاکم نے ترے بھر دیا اندوہ سے سینہ
بچوں پہ یتیمی ہے تو رانڈوں پہ جفا ہے
جو وقت پیمبر تھا سو وہ ہم پہ پڑا ہے

۷۲ پاس آکے کہا ہند نے: گردن تو اٹھاؤ کیا کہتی ہو، پھر تو مجھے آواز سناؤ
بکھرے ہوئے بالوں کو تو چہرے سے ہٹاؤ قرباں ہو لونڈی، نہ گنہ گار بناؤ
حاکم سے ابھی جا کے رہائی کی قسم لوں
زینبؑ ہو تو کہہ دو، میں بلائیں لوں، قدم لوں

۷۳ آواز تو زینبؑ کی سی ہے آپ کی، واللہ زینبؑ نے کہا: توبہ کر، اے ہندِ حق آگاہ
ہے ہے کہاں زینبؑ، کہاں میں پیاروں موئی آہ آ ہوش میں، کس سے تو ملاتی ہے، کسے، واہ
شاید تو بہت حضرتِ زینبؑ پہ فدا ہے
ہر لفظ اُنھیں کی ترے کانوں میں صدا ہے

۷۴ زینبؑ مجھے کہتی ہے، دُہائی ہے، دُہائی زنداں میں، اور حیدرِؑ کرّار کی جائی؟
زینبؑ کی کبھی لونڈی بھی ہے قید میں آئی تو اُن کی محبّ ہو کے سخن لب پہ یہ لائی؟
کرتے ہیں مدد سب کی علیؑ رنج و محن میں
سو بازوئے زینب وہ بندھے رکھتے رسن میں؟

۷۵ شبیر کے سر کٹنے کا آیا تجھے باور؟ معصوم، گناہوں سے بری، سبطِ پیمبرؐ
زینب کی اسیری کا یقیں ہو گیا کیوں کر؟ سرتاجِ خواتینِ عرب، دخترِ حیدرؑ؟
دردا، رسن اور زینبِ ناچار کے شانے
یوں بندھتے ہیں دنیا میں گنہ گار کے شانے؟

۷۶ شبیر کی تو عاشق و شیدا ہے جو خواہر پھرتا ہے تری آنکھ تلے نقشۂ سرور
یہ تو مرے بھائی کا ہے سر نوکِ سناں پر تو اس کو سمجھتی ہے سرِ سبطِ پیمبرؐ
اس رفعِ تردد کے بھی سامان بہت ہیں
اک شکل کے اک نام کے انسان بہت ہیں

۷۷ اس نے کہا: وہ کہیے کہ ہو دل کو تسلّی — اک نام کے ہوتے ہیں بشر، یہ تو ہیں سمجھی
پر، فاطمہ زہراؑ کا حسینؑ ایک ہے بی بی — زینبؑ بھی ہے کل ایک محمدؐ کی نواسی
مانا ہے، سنوں خیر جو شاہِ دوسراؐ کی
ٹھنڈک ابھی میں جا کے کروں خیرِ نسا کی

۷۸ زینبؑ تو بھلا تم نہیں، آخر کو ہے کیا نام — مطلب سے ہے مطلب مجھے، اس قصّے سے کیا کام؟
اب اہلِ مدینہ کی خبر دو کہ ہو آرام — کچھ ان کا کہو حال، سنو کچھ مرا پیغام
فرما چکی ہو تم کہ مدینے میں مکاں ہے
سرسبز تو گلزارِ رسولِ دو جہاں ہے؟

۷۹ فرمایئے، صحت سے تو ہیں سیّدِ ابرار؟ — عبّاس تو ہیں خیر سے، اے بے کس و ناچار؟
شبّیرؑ کا تو ہو گا اور اب ان پہ سوا پیار؟ — بیٹا کیا تھا رو برو سے حیدرِ کرّار
سنتی ہوں کہ بھائی کے علم دار ہوئے ہیں
اب نامِ خدا جعفرِ طیّار ہوئے ہیں

۸۰ یاد آیا مجھے خوب، کہو بانو ہے کیوں کر؟ — اقبال کی ان کے میں قسم کھاتی ہوں اکثر
شوہر تو ہے شبّیرؑ سا، بیٹا علیؑ اکبر — یہ سبطِ پیمبرؐ ہے وہ ہم شکلِ پیمبرؐ
خود بیاہ کے ہنسے کو روح گئی خیرِ نسا کی
کبریائی سے کہلائی بہو شیرِ خدا کی

۸۱ اللہ زیادہ کرے، اب ان کے ہیں کے لال؟ — حُسنِ علیؑ اکبر کا بہت شُہرہ ہے فی الحال
بن بیاہا ہے، یا بیاہا گیا ہے وہ خوش اقبال — اٹھارواں ہے سال کہ انیسواں ہے سال
مشتاق ہوں ہم شکلِ رسولؐ عربی کی
اللہ رکھے اس کو زیارت ہے نبیؐ کی

۸۲ عابدؑ جو بڑا بیٹا ہے ماں باپ کا محبوب — سو فاطمہؑ بنتِ حسنؑ سے ہے وہ منسوب
اب شادیِ اکبر ہے کہاں بانو کو مطلوب — یہ تو ہے بہت خوب، دولھن بھی ملی پر خوب
ہم شکلِ پیمبرؐ کا شرف سب سے جدا ہے
شبّیرؑ کا محبوب تو محبوبِ خدا ہے

۸۳ بیمار تھی سابق میں اب اچھی ہوئی صغرا — کیوں بی بی سکینہ ہے کوئی دخترِ مولا؟
سینے پہ سلاتے ہیں حسینؑ اس کو ہمیشا — شبّیرؑ بھی، عبّاسؑ بھی، سب اس کے ہیں شیدا
لپٹی ہوئی رہتی ہے سدا شہ کے جگر سے
اللہ رکھے اس کو چھڑائے نہ پدر سے

۸۴ ہاں، شادیِ کبریٰ کا تو اے بی بی بیان کر — اس بیاہ کا پُر داغ حسنؑ لے گئے دل پر
سینے سے تو کٹ کٹ کے جگر آتا تھا باہر — اور نام زرِ قاسم اُسے کہتے تھے شبّرؑ
کبریٰ بھی سلامت رہے اور ابنِ حسنؑ بھی
دنیا میں پھلے پھولے یہ دولھا بھی دولھن بھی

۸۵ لو بھیجو درود! اب مجھے زینبؑ کی خبر دو — سچ ہے مری بی بی کے پسر چاند سے ہیں دو
زینب سے کہا کرتے ہیں اکثر شہِ خوش خو — بھینا، یہ مرے بیٹے ہیں میں بیاہوں گا ان کو
کڑھنے کی کسی کے نہ کوئی بات ہو زینبؑ
ہو بیاہ بھی ان دونوں کا تو ساتھ ہو زینبؑ

۸۶ جب نام یہ ہندہ نے تفصیل سے سارے — سب قیدیوں کے سامنے پھرنے لگے پیارے
اور سینے میں دم رکنے لگا ضبط کے مارے — اک بار سب اللہ کو، رو رو کے پکارے
غش کی کہیں شدّت تھی، کہیں ہچکی بندھی تھی
سر بیڑی پہ رکھے کوئی دم توڑ رہی تھی

۸۷ زینبؑ سے کہا ہندہ نے: بی بی یہ ہوا کیا؟ — میں آپ ہی کو جانتی تھی دخترِ زہراؑ
زہراؑ کی قرابت کی تو بو سب میں ہے پیدا — وہ بولی کہ بیووں کے تڑپنے پہ نہ تو جا
زہراؑ کا جو کنبہ ابھی پوچھا گیا بی بی
آباد گھر اپنا انھیں یاد آ گیا بی بی!

۸۸ ہم ہیں وہی قیدی، وہی بے کس وہی نادار — زہراؑ کی قرابت کے لیے رتبہ ہے درکار
وہ کہنے لگی، ہائے غضب! اب بھی ہے انکار — اچھا نہ بتاؤ مجھے، ہو جاتا ہے اظہار
وہ سر جو مشابہ ہے حسینؑ ابنِ علیؑ سے
اب جاتی ہے یہ احوال میں پوچھوں گی اسی سے

۸۹ یہ کہہ کے چلی سر کی طرف کرتی وہ زاری   زینبؑ بھی تڑپ کر سوئے دروازہ پکاری
اے سر، مرے بھائی کے! یہ بھیا ترے واری   اب شرم ترے ہاتھ ہے زنداں میں ہماری

زینبؑ کو نہ خواہر، نہ عزیز اپنی بتانا
میں واری، بتانا تو کنیز اپنی بتانا

۹۰ نیزے کے تلے ہند یہ سر سے ہوئی گویا   اے قافلہ سالارِ شہیداں! مرا مجرا
تابوتِ علیؑ لے گئے تھے اُن کے اپنا   برحق تو اگر حیدرِؑ صفدر کا ہے بیٹا

تو سوکھے ہوئے ہونٹوں کے اعجاز دکھا دے
زینبؑ کو بتا دے، مجھے زینبؑ کو بتا دے

۹۱ بولا سرِ شبیرؑ، تأمّل تجھے کیا ہے   حیدرؑ کا میں بیٹا ہوں گواہ اس پہ خدا ہے
زینبؑ کو اگر پوچھتی ہے، تو یہ پتا ہے   بھائی کا لہو بہینا کے ماتھے پہ لگا ہے

رو رو کے لہو ماتھے سے دُھلوا دے ہمارا
جا، فاطمہؑ کی بیٹی کو پرسا دے ہمارا

۹۲ پر دیکھ، خبردار، امیری نہ جتانا   پھر مجھ سے بھی وہ روٹھے گی، مشکل ہے منانا
اللہ، غضب ہوگا جو بے قدر اسے جانا   مر جائے گی غیرت سے ردا بھی نہ اُٹھانا

شرمائے جو وہ ملنے میں، تجھ خستہ جگر سے
کہہ دیجیو پوچھ آئی ہوں شبیرؑ کے سر سے

۹۳ سن کر یہ ندا سر کی، پھری پیٹتی سر کو   اور آتے ہی زینبؑ کے قدم پر گری رو رو
باہر سے پکارا یہ سرِ سیّدِ خوش خو   زینبؑ! مری غم خوار کو چھاتی سے لگا لو

تم دو اسے پرسا، تمھیں پرسا دے یہ رو کر
کم کرتی ہو اخلاق، بنتِ فاطمہؑ ہو کر

۹۴ زینبؑ اٹھی ملنے کے لیے اور ہوئی گویا   لوگو، کرو تعظیم اسے حضرت نے ہے بھیجا
سر پیٹ کے وہ بولی کہ تعظیم مری کیا   ہے ہے مری سیدانی، سنا حال تو اپنا

زینبؑ نے کہا: پیارے قضا کر گئے بی بی!
سب لٹ گئے، سب چھٹ گئے، سب مر گئے بی بی!

۹۵ پھر انگلی سے بتلانے لگی سب کو وہ دکھیا   یہ بانوؑ ہے بی بی، یہ سکینہؑ ہے یہ کبریٰ
ناگاہ وہاں ہند نے اک بی بی کو دیکھا   زخمی ہے جبیں، خوں سے آلودہ ہے چہرا

کہتی ہے کوئی شمر سے، کہتا نہیں جا کے
بھائی کی طرح ذبح کرے مجھ کو بھی آ کے

۹۶ عقیلہؑ کہا ہند نے: یہ بی بی ہے کلثوم   کلثوم کے صدقے ہوئی وہ عاشقِ قیوم
پوچھا جو لہو زخم کا تڑپا دلِ مغموم   دو ٹکڑے نبی زادی کا ماتھا ہوا معلوم

چلائی کہ سیدانی پہ ہے ہے یہ جفا کی
اس امتِ بے رحم پہ لعنت ہے خدا کی

۹۷ وہ بولی کہ تہمت نہ کرامت پہ خدارا   کاذبؑ نہیں کلثوم جو ہو کذب گوارا
جب لوٹ میں مقنع تھا مرے سر سے اتارا   تب شمر نے نیزہ تھا مری پشت پہ مارا

بہتان نہ میں لوں گی مجھے خوفِ خدا ہے
ماتھا مرا زخمی نہیں اُمت نے کیا ہے

۹۸ ہم کو درِ ساعاتؑ میں جب لائے ستم گر   میں دیکھ رہی تھی سرِ فرزندِ پیمبرؐ
تھا "مُرّہ" کے نیزے کے برابر سرِ اکبر   فرزند کے رخ پر نگراں تھا سرِ انور

لے جاتا تھا ظالم جدھر اس پیارے کے سر کو
سر بھائی کا پھر جاتا تھا نیزے پہ اُدھر کو

۹۹ اُن پتلیوں کا پھرنا مجھے یاد ہے واللہ   پر حیف، ہوا "مُرّہ" جو اس بات سے آگاہ
لے کر سرِ اکبر کو گیا دُور وہ گمراہ   نیزے پہ تڑپ کر سرِ شبیرؑ نے کی آہ

آواز دی اکبر کو کہ جاتے ہو کدھر کو
مڑ مڑ کے لگا دیکھنے وہ سر بھی اِدھر کو

۱۰۰ دیکھا جمیں غربت سے سرِ شہ تے مکرّر   یعنی کہو ظالم سے، نہ لے جا سرِ اکبر
سر نے یہ اشارا جو کیا ہو گیا محشر   سر ننگے نظر آ گئے رانڈوں کو پیمبرؐ

مجھ سے نہ سنبھالا گیا اُس دم جگر اپنا
سر پیٹ کے دے پٹکا کجاوےؑ پہ سر اپنا

۱۰۱ اُس ضرب سے ماتھا مرا دو ٹکڑے ہوا ہے — ان صدموں سے ہے ہے میں نہیں مرتی، یہ کیا ہے
آوازِ بتولؑ آئی کہ یہ صبر کی جا ہے — شبیرؑ کے رونے کو تمہیں حق نے کہا ہے

دل سے ستمِ لشکرِ بے داد بھلا دو
شبیرؑ کو رویا کرو، امت کو دعا دو

۱۰۲ شاکر ہو دبیر آلِ نبیؐ کی ہے یہ تائیدؑ — تازہ ہے تمامی یہ سخن، تازہ ہے تمہید
دزدانِ مضامین پہ نہ کر منع کی تاکید — تو مجتہدِ نظم ہے فرض ان پہ ہے تقلید

گل چیں ہے تو گلشنِ الہامِ خدا کا
مضموں سے نہ مضموں ہو تو کوا رُو شعرا کا

رُباعی مرزا سلامت علی دبیر

بزمِ شہِ والا میں فقیر آیا ہے — دربارِ جلیل میں حقیر آیا ہے
امداد، امداد یا ابا عبداللہ — تحصیلِ سعادت کو دبیر آیا ہے

رُباعی دیگر دبیر

اعدا کو حرام کا ادھر مال ملا — حر کو اسد اللہ کا اِدھر لال ملا
واللہ کلاہِ سرِ عالم ہوا حُر — حُلّہ ملا، معصومہ کا رومال ملا

صفر المظفر ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء

تحقیقِ متن

- قلمی مرثیہ: مخزونہ کتب خانۂ مرتضوی۔ مکتوبہ، صفر ۱۲۵۷ھ/اپریل ۱۸۴۱ء۔
- دفترِ ماتم: جلد ۱۱، طبع اول مطبع دبدبۂ احمدی لکھنؤ۔

بند ۱: دفترِ ماتم کا متن اور قلمی نسخے کا مصرع بدل ۱:

اے مومنو زنداں کی طرف ہند رواں ہے

قلمی مرثیہ مصرع ۲ و ۳ حاشیہ: دامن میں گل لختِ جگر لب پہ فغاں ہے

ہر چشم سے اک گنجِ دُرِ اشک عیاں ہے

حاشیہ قلمی مرثیہ مصرع ۵: یاں نذرِ حرم لختِ جگر لے کے چلی ہے

بین السطریں قلمی مرثیہ مصرع ۴ اور رخت "قبا"

بند ۱۰: قلمی مرثیہ میں پہلا مصرع "تب ہند نے چادر میں چھپایا سرِ عریاں" قلم زد کر کے جو مصرع لکھا ہے وہی دفترِ ماتم میں چھپا ہے۔ نیز قلمی مرثیے کے حاشیے پر بیت بدل یہ لکھی ہے:

بولی لبِ حسرت سے یہ شب کون سی شب ہے — روشن کئی خورشید، کیا قدرتِ رب ہے

دفترِ ماتم میں مندرجہ متن بیت بند نمبر ۲۴ میں بھی مکرر ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس بند کے بعد سراپا لکھ کر مرثیے کو طویل بھی بنایا ہے۔ یہ اضافہ ہمارے قلمی مختصر مرثیے میں نہیں ہے۔ اس طرح بند ۱۱ سے ۲۲ تک نیز ۲۴ تک نیز ۲۴ دفترِ ماتم سے نقل ہے۔

بند ۱۱: مرزا صاحب نے سرِ انور امام حسین علیہ السلام کے خد و خال لکھ کر مرثیہ کے سراپا ایک جدت دکھائی ہے، کٹے ہوئے سر کی صورت نگاری اور کہیں نظر نہیں آتی۔

بند ۳۶: قلمی مرثیہ چھٹا مصرع متن میں ہے:

"سو باچھوں سے بہہ بہہ کے گلے پر وہ بہا ہے"

اور حاشیہ پر متبادل مصرع ہے: "باچھوں میں بھی اور تھے گلے پر دہ بہا ہے"

دفترِ ماتم کا مصرع متن کے مطابق ہے۔

بند ۳۷: دوسرا مصرع حاشیہ قلمی اور متن دفترِ ماتم:

"بی بی یہ پیمبر تو نہ ہو، میں ترے واری"

بند ۴۰: مصرع ۲، دفترِ ماتم: "حاضر درِ دولت ہی پہ ہوں گے یہ گنہ گار"

مصرع ۴ دفترِ ماتم: "ایسا نہ ہو گم ان میں سے ہو کوئی گرفتار"

بند ۴۳: مصرع ۱، قلمی مرثیہ کا حاشیہ اور دفترِ ماتم:

"پھر دیکھ کے عابد کی طرف بولی وہ دکھیا"

قلمی مرثیہ میں متبادل بیت حاشیہ پر یوں ہے:

اس جینے سے بیزار کہیں میں نہیں ہوتی ہند آتی ہے پیوندِ زمیں میں نہیں ہوتی

نیز مصرع ۴ قلمی مرثیہ "بے رحموں کے قابو میں ہیں کچھ بس نہیں چلتا"

بند ۴۵: مصرع ۵ قلمی مرثیہ "ذلت ہے حقارت ہے اسیری ہے بلا ہے" حاشیہ پر "بلا ہے" کے اوپر "جفا ہے" بھی لکھا ہے۔ متن دفترِ ماتم کے مطابق ہے۔

قلمی مرثیہ کی بیت ہے:

تو بارگری بھائی کے لاشے پہ بھی رن میں یکبار جدائی نہ ہوئی روح و بدن میں!

بند ۴۶: دفترِ ماتم میں نہیں ہے۔

بند ۴۹: قلمی مرثیہ مصرع ۱ "بڑھ بڑھ کے کیے سب نے اسیروں کے نظارے"

بند ۵۰: قلمی مرثیہ مصرع ۴ حاشیہ پر یوں بھی لکھا ہے:

" یاں بیڑیاں ہیں طوق ہیں"

دفترِ ماتم میں بیت کے مصرع پس و پیش ہیں۔

بند ۵۶: قلمی مرثیہ کے حاشیہ متبادل بیت یوں ہے:

خود صبر سے ہم دُرّے کے کھانے کو اٹھیں گے
بابا نہیں بیٹی کے بچانے کو اٹھیں گے

دفترِ ماتم میں بیت کی صورت یہ ہے:

ذکرِ شُہَدا نے کوئی روداد ہے باقی ہاں لونڈیوں کے ہاتھ کی بیداد ہے باقی

بند ۵۸: قلمی مرثیہ حاشیہ: "تکرے کبھی سہلا کے یہ رو رو کے سناتی"

بند ۶۰: دفترِ ماتم مصرع ۴: "تم ہو گے کہیں اور میں کہیں ہاتھ ملوں گی"

بند ۶۳: دفترِ ماتم مصرع ۳: میرے بیسے بیمار کو تپ میں نہ اٹھاؤ

اور متن کا مصرع ۳ دفترِ ماتم میں مصرع ۴ ہے۔

بیت کا پہلا مصرعہ قلمی مرثیہ میں ہے:

"ہے ماں بہنیں اس کے بھی یہ کیا دیکھے گا مجھ کو"

دفترِ ماتم سے تصحیح کی ہے۔

بند ۷۲: قلمی مرثیے کے متن میں مصرع ۲ ہے:

"کیا کہتی ہو آواز مجھے پھر تو سناؤ"

حاشیہ پر متبادل مصرع لکھا ہے جو ہم نے متن میں لکھا ہے پھر اس پر ص کا نشان ہے۔

بند ۷۳: قلمی مرثیہ: "آواز تو زینب کسی ہے"

قلمی مرثیہ مصرع ۳ و ۴ میں قافیہ "آہ" "آہ" ہے۔

بند ۷۴: قلمی مرثیہ کے متن میں ہے:

"آجائے قیامت وہ سخن لب پہ تو لائی"

ہم نے حاشیہ کا متبادل مصرع اپنے متن نقل کیا ہے۔

بند ۷۵: قلمی مرثیہ مصرع ۵: "تشویش کے کم کرنے کو سامان بہت ہیں" اس بند کے اوپر مصرع متبادل لکھا ہے جسے ہم نے متن میں درج کیا ہے۔

غلام حسین دستگیر نے اسی بات کو یوں لکھا ہے:

زینب نے یوں جواب دیا ہو کے اشکبار دنیا میں ایک شکل کی مخلوق ہیں ہزار

دیکھیے دستگیر کا مرثیہ: "جس دم ہوا شہید ستم شاہِ کربلا" (جلد اول ص ۳۴۲)

بند ۷۸: قلمی مرثیہ میں اصل بیت یہ ہے:

آخر کو مدینے ہی میں صاحب کا بھی گھر ہے رونق پہ تو دربارِ شہِ جن و بشر ہے

اس کے نیچے مقابلے میں مندرجۂ متن بیت تحریر ہے۔

بند ۸۴: دفترِ ماتم میں ہے، قلمی مرثیہ میں نہیں ہے۔

بند ۸۶: قلمی مرثیہ مصرع ۴: "یک بار سب اللہ کو رو رو کے پکارے"

دفتر ماتم کی بیت:

وہ درد اٹھا دل میں کہ غش ہونے لگے سب — زنجیروں پہ سر رکھ دیئے اور رونے لگے سب

بند ۸۷: مصرع ۵ قلمی مرثیہ میں ہے: "زہرا کا بھرا کنبہ جو لوٹا گیا بی بی" حاشیہ پر قلمی مرثیہ میں اور دفتر ماتم کے متن میں وہی مصرع درج ہے جو ہم نے لکھا ہے۔

بند ۸۸: دفتر ماتم کا چوتھا مصرع:

"خیر آپ نہ بتلائیں کھلا جاتا ہے اسرار"

بند ۹۲: مصرع ۵، قلمی مرثیہ کے میں لکھا ہے: "شرمائے وہ جو" اس کے اوپر مقابلے میں "جو وہ" درج ہے۔

بند ۹۳: مصرع ۱ قلمی مرثیہ "سن کر یہ صدا" دفتر ماتم "سن کر یہ ندا" دفتر ماتم میں بیت کے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے۔

بند ۹۵: دلگیر کا مرثیہ ہے۔ "پہنچے امیر شام کی مجلس میں جب اسیر" (کلیات مرثیہ دلگیر جلد اول صفحہ ۳۱۲) اس مرثیہ میں دلگیر نے لکھا ہے کہ ہند نامی عورت، دربار یزید میں کھلے سر نکل آئی اور حضرت زینب سے باتیں کرنے لگی اس گفتگو میں حضرت زینب نے فرمایا:

یہ بی بیاں جو کھولے ہیں سب اپنے منہ پہ بال — زہرا کی بہو بیٹیاں ہیں سب نکو خصال
یہ ننگے سر ہے زوجۂ عباس پر ملال — کبرا یہ ہے جو اوڑھنی اوڑھے ہے سر پہ لال
دھنے کو میرے بانوے مغموم ہے کھڑی — بائیں طرف کو میرے یہ کلثوم ہے کھڑی

بند ۱۰۱: قلمی مرثیہ مصرع دوم: "ان صدموں میں سے ہے ہے میں نہیں مرتی یہ کیا کیا"

بند ۱۰۲: قلمی مرثیہ: مصرع دوم "تمامیِ سخن"

- مخطوطہ میں ۸۰ بند ہیں، ۲۴ بند دفتر ماتم سے نقل کیے ہیں۔
- بنیادی طور پر متن میں خطی نسخہ کو اہمیت دی گئی ہے۔

فرہنگ

۱۔ ہِند: یزید کی کنیز خاص اور بیوی۔ تَرَدُّد: فکر۔ صَرف: استعمال۔ مصروف۔

۲۔ گِریاں: رونے والا۔ حَشَم: شان۔ رَخت: لباس۔

۳۔ خِیام: خیمہ کی جمع۔ اَفگار: زخمی

۴۔ قُرعَہ: رمالوں، جفاروں کے حساب کا پانسہ۔ حَشمت و اِجلال: شان شوکت۔ آشفتہ: پریشاں حال۔

۵۔ خواصین: خاص لونڈیاں۔ خدمت گار عورتیں۔

۶۔ خَرابہ: بوسیدہ مکان۔ ٹوٹا پھوٹا گھر

۷۔ تَمکین: قائم۔ ٹھہرا ہوا۔ اُفتادہ: پڑا ہوا۔ مُصحَف: قرآن مجید۔ طُغرا: ایک خاص قسم کا خط جس میں بسم اللہ یا شاہی نام لکھا جاتا ہے۔ مصرع کا مطلب ہے کہ امامؑ کا چہرہ امامت کے قرآن کے تیسرے پارے کا طغرا ہے۔

۸۔ سُبحَانَكَ لَاعِلْمَ لَنَا سورۃ البقرہ کی ۳۲ ویں آیت ہے۔ "قَالُوا سُبحَانَكَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" ملائکہ نے کہا، تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں بس اتنا ہی جانتے ہیں جو تو نے بتایا ہے۔ نَبَاتًا حَسَنًا: نبات کے معنی ہیں مصری۔ نَبَاتًا حَسَنًا، عمدہ مصری، لیکن خود یہ کلمہ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کی ۳۷ ویں آیت ہے "فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا" اللہ نے ان کی نذر کو قبول کیا اور اسے خوب اچھی نشوونما دی"۔ کنار: گود

۹۔ رَطب: تر۔ یابِس: خشک۔ شُہرہ فِگَن: شہرت پھیلانے والا۔

۱۰۔ مِیلِ طِلائی: سونے کی سلائی۔ آفاق: دنیا۔

۱۱۔ چشمۂ حَیواں: آبِ حیات کا چشمہ۔ بالِ ہما: ہما کا پر۔ ہُما، ایک کمیاب پرندہ، جو عقاب کی قسم کا ہے اور سمندر کے پہاڑی جزائر میں پایا جاتا ہے قبل مالائی دور میں اس کا سایہ بہت مبارک سمجھا جاتا تھا۔

۱۲۔ خوفِ اُحَدی: اللہ کا ڈر۔ بے خِرَدی: بے وقوفی۔

۱۳۔ عُقدَہ: مشکل۔

۱۴۔ مِژہ: پلک۔ پیراہَن: کرتہ۔

۱۵۔ کَون: کائنات۔ خیرِ وریٰ: دنیا سے بہتر۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۱۶۔ جریدہ: خبر نامہ۔

۱۷۔ سخن سنج: شاعر۔

۱۸۔ قدر: تقدیر۔ نزع: آخری وقت۔ دمِ بازپسیں: آخری سانس۔

۱۹۔ چاہِ زنخداں: ٹھوڑی کا درمیانی گڑھا جسے حسن کی نشانی مانا جاتا ہے۔ قعرِ سقر: جہنم کی گہرائی۔

۲۰۔ مدحت: مدح۔ تعریف۔ خمیدہ: جھکا ہوا۔

۲۱۔ اِلّا: مگر۔

۲۲۔ بدخو: بدمزاج۔ بدفطرت۔ مُوا ہے: مرا ہے۔

۲۳۔ حذر کرنا: پناہ مانگنا۔

۲۴۔ یارا نہیں: ہمت نہیں۔

۲۵۔ حاشا: ہرگز نہیں۔

۲۶۔ کلید: کنجی۔ در وا کیا: دروازہ کشادہ کیا۔ دروازہ کھولا۔

۲۷۔ حیف: افسوس۔

۲۸۔ کارد: چھری۔

۲۹۔ صاحبِ آزار: بیمار

۳۰۔ مُغتَرّ: مغرور۔ سلاسِل: زنجیر۔ اشراف: معزز لوگ۔

۳۱۔ دار پہ کھچوانا: پھانسی دینا۔

۳۲۔ زنِ حاکم: بادشاہ کی بیوی۔ زنداں: قید خانہ۔

۳۳۔ قرینہ: طریقہ۔

۳۴۔ حاضر و ناظر: موجود اور دیکھنے والا۔

۳۵۔ صاحبِ تطہیر: وہ پاک اہلِ بیت جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی آیۂ تطہیر یہ ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ”بے شک اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت تم سے نجاست کو دور کر دے اور تمہیں کما حقہٗ پاک کر دے“

۳۶۔ زنہار: ہرگز نہیں۔ ایسا نہ ہو۔ نادار: غریب۔ حَشَم: شان و شوکت۔

۳۷۔ کج خُلق: بداخلاق۔ مجرائی: سلام کرنے والا۔ اہلِ دُوَل: دولت مند لوگ۔

۳۸۔ مُحِب: دوست۔ محبت کرنے والا۔ مِحَن: مشکلات۔ رَسَن: رسّی۔

۳۹۔ باور آنا: یقین آنا۔ بَری: پاک۔

۴۰۔ رفعِ تردُّد: شک دور کرنا۔

۴۱۔ دوسرا: دونوں جہان۔ دنیا و آخرت۔ خیرِ نساء: تمام عورتوں میں بہتر۔ صحنک: وہ نذر جس میں صرف پاک اور سہاگن عورتیں شریک ہوتی ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نذر نیاز۔

۴۲ کِسرائی: کسریٰ شاہ ایران کے خاندان سے تعلق رکھنے والی۔ شاہ زنان، شہر بانو بنت یزدجرد حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ۔

۴۳۔ رِدا: چادر

۴۴۔ بنی فاطمہ: اولادِ حضرتِ فاطمہؑ

۴۵۔ عُقلیہ: انداز سے۔

۴۶۔ کاذِب: جھوٹا۔ کِذب: جھوٹ۔ مُقنَع: نقاب۔

۴۷۔ درِ ساعات: وہ دروازہ جہاں گھڑی لگی ہو، جہاں گھنٹا بجتا ہو۔ مُرّہ: ایک شامی سپاہی۔

۴۸۔ کجاوا: اونٹ پر رکھنے اور اس میں بیٹھنے کی عماری۔

۴۹۔ بتول: حضرت فاطمہ زہراؑ کا لقب۔

۵۰۔ تائید: امدادِ خداوندی۔ دزداں: (دُزد) چور۔ گل چیں: پھول توڑنے والا۔ توارُد: ایک خیال اور ایک ہم قسم کے الفاظ و ترکیب کے شعر جو دو شاعر لکھیں۔

مطلب: دبیر، اہلِ بیت کی امداد کا یہ نتیجہ ہے کہ تمہارے شعر نئے اور تمہید نئی ہے تمہیں کیا ضرورت ہے کہ چور شاعروں کو شعر اور خیالات چرانے سے منع کرو، تم تو شاعری کے مجتہد ہو سب کو تمہاری تقلید کرنا ہی چاہیئے، تم چمنِ الہام کے گل چیں ہو، تمہارا خیال اور تمہارے شعروں میں توارد و ہم فکری نہیں ہو سکتی۔

مرثیہ نمبر ۱۴

جب قُربِ ہوگا آمدِ روزِ نشور کا

۱۱۰ بند

احوالِ قیامت و شفاعت

- تعارف و تبصرہ
- مرثیہ
- تحقیقِ متن
- فرہنگِ الفاظ

مرثیہ پر نظر

دبیر کا زیرِ نظر مرثیہ تاریخ مرثیہ گوئی میں ایک نئے موڑ کی نشان دہی کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ ضمیر نے مرثیے کی تکنیک میں تبدیلیاں کیں اور سب سے پہلے سراپا نگاری کی رسم ڈالی۔ ان کا مرثیہ "کس نور کی مجلس میں مری جلوہ گری ہے" پہلا مرثیہ ہے جس میں ممدوح کے خد و خال کی نقشہ کشی کی اور فخریہ کہا:

جس سال کہے وصف یہ ہم شکلِ نبی کے — سن بارہ سو انچاس تھے ہجرِ نبوی کے
آگے تو یہ اندازِ سخن تھے نہ کسی کے — اب سب مقلّد ہوئے اس طرز روی کے

دس میں کہوں، سو میں کہوں یہ ورد ہے میرا
جو جو کہے اس طرز میں شاگرد ہے میرا

اسی تصریح کی بنا پر محققین نے میر مظفر حسین ضمیر کو مرثیہ کا مجدد مانا ہے۔ لیکن میرے کتب خانے کا مستند قلمی مرثیہ اس فیصلہ کے خلاف ثبوت مہیا کرتا ہے۔ زیرِ نظر مرثیہ جو ۲۰ ربیع الاول ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء) کا لکھا ہوا ہے اور اس کے دس بند (۷۲ سے ۸۲ تک) مرزا صاحب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔ اور پورا مرثیہ اصل مرثیہ سے مقابلے کے بعد تصحیح کے نشان "صح" سے آراستہ ہے۔ نیز دفترِ ماتم کی چودھویں جلد میں چھپ چکا ہے ۔۔۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیرِ نظر مرثیہ ۱۲۴۹ھ سے کم از کم ایک سال قبل تصنیف ہو چکا تھا۔ اور شاگرد نے استاد سے پہلے مرثیے میں "سراپا" لکھنے کی طرح ڈال دی تھی۔

فرق یہ ہے کہ ضمیر نے حضرت علی اکبر کا ایک سراپا لکھا۔ اور دبیر نے شہدائے کربلا کے بجائے بارہویں امام کا سراپا قلم بند کیا۔ ضمیر نے حضرت علی اکبر کے حریف کو نظر انداز کر دیا۔ دبیر نے امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ ظہورہ کے دشمن کو بھی موضوع بنا کر ضد و مخالف کی صورت گری سے مرثیہ میں تقابل کا حسن پیدا کیا جو بعد کے مرثیہ گویوں میں بہت مقبول ہوا۔

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اس مرثیہ کے وقت مرزا صاحب کم و بیش تیس سال کے تھے اور ان کی مرثیہ گوئی کو اٹھارہ برس گزر چکے تھے۔ وہ ۱۲۱۸ھ میں پیدا ہوئے، ۱۲۳۰ھ کے لگ بھگ مرثیہ نگاری شروع کی تو ۱۲۴۸ھ میں ان کی مشقِ سخن عنفوانِ شباب ہی میں تھی۔ اس سن و سال میں قیامت کا بیان اور

ظہور امام کی بات مرزا صاحب کے نفسیات و رجحانات کی سمت متعین کرتی ہے یعنی وہ ابتدا ہی سے مذہبی پختگی اور دینی مسلمات و عقائد کے ترجمان تھے،

مرثیہ کے پہلے اٹھارہ بند پڑھیے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی زبان، ان کی فکر، ان کی شعری ڈگر، ضمیر و خلیق و دل گیر جیسے معاصر بزرگ شعرا سے کس حد تک الگ ہے، ضمیر ان کے استاد تھے، ۱۲۴۹ھ میں ان کی زبان و فکر دیکھیے اور اسی زمانے میں دبیر کا لہجہ اور خیال ملاحظہ کیجیے۔

منظفر حسین ضمیر "سراپا" لکھتے ہیں:

قرآں کی تشبیہ یہ کس دل نے بنائی
پیشانی انور ہے کہ ہے لوح طلائی
ابرو سے ہے "بسم اللہِ قرآں" نظر آئی
جدول کشش زلف کی تاروں نے دکھائی
وہ زلف وہ بینی الف و لام رقم ہے
پر میم دہن مل کے یہ اک شکلِ الم ہے

اور کعبۂ دلہا کی یہ تمثیل ہے اظہر
یہ خال سیہ ہے حجرِ الاسود زیور
محرابِ حرم پیش نظر ابروے اکبر
یہ چاہِ ذقن ہے چہ زمزم کے برابر
اس بینیِ اقدس کا مجھے دھیان گر آیا
کعبے میں دھر انور کا منبر نظر آیا

اب دبیر کہتے ہیں:

مثلِ ستارہ خال رخ راست سے عیاں
سن میں مثالِ خضر مگر حسن میں جواں
سرمایہ نور کا تو سرِ سرورِ غیور
اور اس پہ کس شکوہ و تجمل سے تاج نور
وصفِ دہانِ تنگ بھلا کیا کرے زباں
وہ ہوگا مثلِ غیبتِ مولائے دوجہاں
اللہ رے خطِ پشتِ لبِ پاک کی بہار
گویا کہ خضر کا لبِ حیراں پہ ہے گذار
گیسو دلیل شرع کے دو لام لا کلام
رخ پر ہوا سے آگئی گر زلفِ مشک فام
اس میں نمود یوں الفِ بینیِ امام
جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام
یوں لائق درود شبیہ امام ہے
جس طرح سے نماز میں واجب سلام ہے
پیرِ خرد کرے گا یہ اس سینے کی ثنا
دیکھو خزینۂ گہرِ رازِ کبریا
ہاتھوں کو دیکھ دیکھ کے سب یہ کہیں گے بات
یہ ہاتھ وہ ہیں قبضے میں جن کے ہے کائنات

لفظوں کی شاعری اور اصطلاحوں میں معنی آفرینی کے ساتھ مصرعوں کی برجستگی اور ان کی بے ساختگی کا حسن تو عام بات ہے۔ مراعاۃ النظیر، تجنیس، واشتقاق جیسے فنی محاسن کا وزن خالص علمی انداز ہے ۔

اب دوسرا سراپا ہے:

یارو سنو! اب آمدِ دجالِ روسیاہ
سگ اس کی شکل نحس سے مشتق، خدا گواہ
ریشِ دراز، جس میں شیاطیں کی پناہ
بینا جو ایک چشم، تو اک چشم کور، واہ
ہے شبہ لام ظلم وہ گیسوئے پیچدار
عصیاں کا نون ابروئے دجالِ نابکار
اس لام اور نون میں یوں چشم آشکار
جوں درمیان لعن کی ہے عین برقرار
اور ہاتھ اس کے قوتِ بازوئے ظلم و جبر
دل اس کا قبر جرم و گنہ، سینہ لوحِ قبر

مرزا صاحب رمز اور اشارے، علامات اور استعاروں کے شاعر نظر آتے ہیں جیسے آج کا تجریدی مصور، یہ مصور کاواک لکیروں، سیدھی ترچھی لائنوں میں شوخ رنگ بھرتا ہے۔ اس کا دیکھنے والا اپنے ذوق کے مطابق اس کی شرح کرتا ہے۔ دبیر الفاظ اور صنائع بدائع استعمال کرتے ہیں اور لغت و معانی و بیان کا شوق رکھنے والے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عام قاری کو علم اور فن کے نازک اور وزنی نکتوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

یہ مرثیہ ایک سو دس بند ہونے کی وجہ سے قدرے طویل ہے لیکن اگر اس کے ابتدائی سترہ بند چھوڑ دیتے جائیں تو مجلس میں خوانندگی میں وقت کم صرف ہوگا۔ اٹھارواں بند اپنی اٹھان اور شگفتگی کے لحاظ سے کامل و مکمل ہے:

صبحِ ظہورِ مہدیِ ہادی پہ ہم نثار
جس کی بہار دیکھ کے قربان ہو بہار
دن نیک، وقت نیک، زہے بخت روزگار
مردے کہیں گے خضر سے لیں جان مستعار
ہوئے گا شور چار طرف نور نور ہے
ہاں، صاحب الزماں کا جہاں میں ظہور ہے

مرزا صاحب خالص مذہبی آدمی ہیں ان کے مرثیوں میں غزلیت بہت کم ہے وہ سپاٹ شاعری بھی بہت کم کرتے ہیں، ان کے مرثیے عموماً واقعات کے نظم کرنے سے عبارت ہیں۔ چنانچہ یہ مرثیہ بھی تین واقعات پر مشتمل ہے۔

(۱) دنیا کے خاتمہ سے پہلے حضرت مہدی آخر الزماں اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ظاہر ہوں گے

ان کے مقابلے کے لیے دجال خروج کرے گا اور دنیا اس کے ساتھ ہوگی پھر امام اسے قتل کریں گے، اس زمانے میں حضرت امام نماز جماعت پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

(۲) امام مہدی آخرالزمان عجل اللہ فرجہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیں گے۔

(۳) قیامت کبریٰ آئے گی اسرافیل باری باری تین صور پھونکیں گے، میدان حشر گرم ہوگا، اس وقت حضرت فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا بارگاہ عدل میں حاضر ہو کر اپنے اوپر ظلم کی فریاد کریں گی۔ امام حسین علیہ السلام حاضر ہوں گے، ان کے پاس سامان شفاعت ہوگا وہ اپنی شہادت اور اپنے ساتھیوں کی شہادت کے دلائل لائیں گے۔ خداوند عالم حکم دے گا ——

"دے دو کلید دوزخ و جنت حسینؑ کو"

حضرت شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام معاملات کے نگران ہوں گے۔

مرثیہ کا مبکی اور گریہ خیز حصہ وہ ہے جس میں حضرت فاطمہؑ کی میدان حشر میں آمد اور ان کے ساتھ کچھ سامان فریاد کا تذکرہ کیا ہے۔

(۲)

ہم نے اس متن کی ترتیب و تصحیح میں دو نسخے استعمال کیے ہیں (۱) ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء کا قلمی مرثیہ اور (۲) دفتر ماتم کی چودھویں جلد (۱۸۹۷ء لکھنؤ) میں شائع شدہ مرثیہ، ہمارے مخطوطے کا مطلع اول ہے:

"جب قرب ہوگا آمدِ روز نشوُر کا"

دفتر ماتم میں یہ بند موجود نہیں ہے، ہاں اس کے بعد والا بند ہے اور وہی دفتر ماتم کے مرثیے کا مطلع ہے:

"جب قبل حشر ہوگا ظہورِ امامِ عصرؑ"

ایک بند کی وجہ سے ہمارے مخطوطے کے بند ایک سو دس اور دفتر ماتم کے ایک سو نو ہیں۔ دونوں نسخوں میں بڑی حد تک مطابقت ہے۔ تقریباً چھتیس بند ایسے ہیں جن کے مصرعوں میں کچھ اختلاف ہیں۔ ان اختلافات کو ہم نے پہلے ضمیمے میں بیان کر دیا ہے۔

ہم اس مرثیے کے ذریعے ادب و تاریخ مرثیہ میں دو اہم انکشافات کر رہے ہیں۔

۱۔ مرزا دبیر کی جوانی کا کلام

۲۔ مرثیے میں سراپا کی قدیم ترین روایت اور اس میں مرزا دبیر کی اولیت۔

مرثیہ:

مطلع نمبر: ۱ جب قُرب ہوگا آمدِ روزِ نشور کا

مطلع نمبر: ۲ جب قبلِ حشر ہوگا ظہورِ امامِ عصر

مطلع نمبر: ۳ صبحِ ظہورِ مہدی ہادی پہ ہم نثار

۱۱۰ بند

در حال قیامت و مصائب حضرت فاطمہ زہراؑ

۱ جب قُرب ہوگا آمدِ روزِ نشورؑ کا مطلع پہلے ظہور ہوگا اِمامِ غیوُر کا

پرتَو فگن چراغ جو ہوگا ظہور کا ہوگی زمین نور کی اور چرخ نور کا

غل ہوگا یہ گہرؑ ہے رسالت کے دُرج کا

خورشید بارہواں ہے امامت کے برج کا

۲ جب قبلِ حشر ہوگا ظہورِ امامِ عصر مطلع روشن کرے گا دین کو نورِ امامِ عصر

جن و ملک مطیعِ امورِ امامِ عصر سب دست بستہ ہوں گے مطیعِ امامِ عصر

باہم ندا یہ ہوگی فلک اور زمین کی

اب ہے شکست کفر کی اور فتح دین کی

۳ مرقوم ہیں ظہورِ شہِ دین کے نشاں شہرِ یمن میں ہوگا نمودار اک جواں

عباسیہ کی نسل سے کج فہم و بدگماں سکہ بزورِ تیغ کرے گا وہاں رواں

اک ضربِ ذوالفقار کی واں احتیاج ہے

پھر فوج میں نہ شاہ ہے نے تخت و تاج ہے

۴ ثانی یہ ہے نشانِ ظہورِ شہِ انام — نسلِ یزیدِ نحس سے، عثمان عنبسہ نام
قد پست، گربہ منظر و چشمِ سیاہ فام — مردِ چہار شانہ، زبون و نجس تمام

معروف ہوگا شام کے وہ انتظام میں
کر دیں گے صبح مہدیِ دیں آ کے شام میں

۵ سوم کسوفِ شمس، چہارم خسوفِ ماہ — یہ دونوں اک مہینے میں ہوں گے خدا گواہ
عاشورہ روزِ جمعہ کو ہوگا ظہورِ شاہ — اک ماہ طاق ان میں سے ہوگا کرو نگاہ!

یا سہ و یک میں یا کہ نہ و ہفت و پنج میں
ہوگا خزانہ دین کا دنیا کے گنج میں

۶ اور مکہ و مدینہ میں آئے گی فوجِ شام — سفیانیِ لعیں پہ انھیں دے گا حکمِ عام
ہاں خانۂ خدا کو کرو جا کے انہدام — ربِّ حرم زمیں سے کرے گا یہ تب کلام

لے جا فرو شتاب تو اس ساری فوج کو
اور کر نگاہ مہدیِ ہادی کے اوج کو

۷ لکھا ہے صبح روزِ ظہورِ شہِ انام — حکم خدا سے ہوگا علم شہ سے ہم کلام
مولا مرے نہیں ہے کو تخفیف کا یہ مقام — عباس کے لہو سے میں اب تک ہوں سرخ فام

اب تو ظہور اے شہِ ابرار کیجیے
آج انتقامِ خونِ علمدار لیجیے

۸ نکلے گی پھر غلاف سے یہ کہہ کے ذوالفقار — ہاں اے کشندۂ درِ خیبر کے ورثہ دار
بے کس حسینؑ کی تو مصیبت ہے آشکار — اب تک رہا تو شاہِ شہیداں کا سوگوار

فرما کے "یا علیؑ" مرے قبضے کو تھام لے
ہاں خونِ ابنِ فاطمہؑ کا انتقام لے

۹ جب کربلا میں قتل ہوا شاہ تشنہ کام — تب زیرِ عرش جمع فرشتے ہوئے تمام
اور عرض کی خدا سے کہ مارا گیا امام — کھینچ اس کے قاتلوں پہ تو شمشیرِ انتقام

سبطِ نبیؐ کسی کا نہ تقصیر وار تھا
پیاسا تھا تین روز کا اور بے دیار تھا

۱۰ معبود نے گروہِ ملائک کو دی ندا — حاجت تمہارے کہنے کی اس امر میں ہے کیا
میں جانتا ہوں تھا مرا شبیرؑ بے خطا — پر انتقام میں ابھی تاخیر ہے روا

میں خوں بہا بھی دوں گا شہِ مشرقین کا
اور لوں گا انتقام بھی خونِ حسینؑ کا

۱۱ پھر حق نے ایک پردۂ قدرت کیا کشاد — کی اس طرف ملائکہ نے چشمِ اعتقاد
دیکھا، عیاں ہے نورِ امامانِ خوش نہاد — اور اک بشر نماز کی خاطر ہے ایستاد

سب نے کہا: یہ راز تو آیا نظر ہمیں
اس رازِ غیب سے مگر آگاہ کر ہمیں

۱۲ حق نے کہا: حسینؑ کے فرزند ہیں یہ سب — یہ مرد جو کھڑا ہے برائے نماز اب
خونِ حسینؑ سب سے کرے گا یہی طلب — قائم ہے اس کا نام، امامِ زماں لقب

ہے فخر کائنات کو اس نیک ذات سے
ہم ظالموں کو دیں گے سزا اس کے ہات سے

۱۳ سو، یا امام اب تمھیں کس کا ہے انتظار — قرآں سے یہ خبر ہے کہ صادق ہے کردگار
گو کربلا میں گرم تھا بازارِ کارزار — کھودا تھا میں نے پر علی اصغرؑ ہی کا مزار

اب قتل کافروں کو شہِ نیک خو کرو
اک بات جانتی ہوں کہ اک اک کو دو کرو

۱۴ مولا کہیں گے تیغ کے قبضے کو چوم چوم — اے تیغِ تیز تشنۂ خونِ گروہِ شوم
ہو لینے دے لعینوں کا تو جا بجا ہجوم — پھر اپنی حرب و ضرب کی تجھ کو سناؤں دھوم

کانوں میں غل ہے فاطمہؑ کے شور و شین کا
کیا میرے دل سے داغ مٹا ہے حسینؑ کا

۱۵ زہراؑ کا رونا ایک طرف سن اک اور حال — اب تک لحد میں روتا ہے خیر النساؑ کا لال
فرماتی ہیں شہیدوں سے با حسرت و ملال — اکبرؑ ہوا جو قتل تو اٹھارواں تھا سال

اکبرؑ کے درد سے نہیں شبیرؑ سوتے ہیں
پہلو بدل بدل کے لحد میں بھی روتے ہیں

۱۶ کیا مجھ کو حال بھول گیا اہلِ بیت کا — در در پھرے، اسیر ہوئے، وامُصیبتا
اس ظلم کے قصاص کی حد ہے نہ انتہا — ہاں اہلِ شام و کوفہ کو گر قتل کر لیا

کچھ خشک ہوں گے دیدۂ گریانِ فاطمہؑ
پھر عرشِ حق ہے اور سرِ عریانِ فاطمہؑ

۱۷ تا گرد فرشتے آئیں گے گردوں سے صف بصف — میکال و جبرئیل و سرافیل یک طرف
سب اسپِ اَبلقِ پہ علَم درمیاں بکف — پھر تو سوار ہوگا شہنشاہ باشرف!

فخر اپنا جان جان کے کارِ جناب کو
تھامیں گے بار بار فرشتے رکاب کو

۱۸ صبحِ ظہورِ مہدیِ ہادی پہ ہم نثار — جس کی بہار دیکھ کے قربان ہو بہار
دن نیک، وقت نیک، زہے بختِ روزگار — مُردے کہیں گے حضرؑ سے لیں جاں مستعار

ہوئے گا شور چار طرف نور نور ہے
ہاں، صاحبُ الزّماںؑ کا جہاں میں ظہور ہے

۱۹ اس دم کے کیا شکوہ و تجمل کروں بیاں — سرخ و سفید رنگِ رخِ سیّدِ زماں
مثلِ ستارہ خالِ رخِ راست پر عیاں — سن میں مثالِ خضر، مگر حسن میں جواں

پیدا یہ صاف ہوئے گا حسن و جمال سے
کم سن و سال ہے ابھی چالیس سال سے

۲۰ سرمایہ نور کا تو سرِ سرورِ غیور — اور اس پہ کس شکوہ و تجمل سے تاجِ نور
پروانہ جس کے عکس کا ہوئے چراغِ طور — وقتِ ظہور قدرتِ اللہ کا ظہور

گاؤِ زمیں کو تہلکہ رُعب و جلال سے
خوبی کو فخر حسن کو رونق جمال سے

۲۱ مابینِ ہر دو چشم رگِ ہاشمی بلند — مردمؑ کریں گے دیدۂ مردم کو واں پسند
وقتِ نظارہ چشم تجلّی سے بہرہ مند — وہ چشم، وہ جمال، خدا کو تھا یہ پسند

ہر لحظہ حق کو ذوق تھا اس رخ کی سیر سے
پنہاں اسی لیے تو رکھا چشمِ غیر سے

۲۲ وصف دہانِ تنگ، بھلا کیا کرے زباں — وہ ہوگا مثلِ غیبتِ مولائے دو جہاں
موجود پر نگاہِ خلائق سے وہ نہاں — وصفِ دہن میں عقل کرے گی یہی بیاں

عینِ ظہور میں بھی دہن ہے چھپا ہوا
اک رازِ حق نہاں ہے اور اک راز وا ہوا

۲۳ اللہ رے خطِ پشتِ لبِ پاک کی بہار — گویا کہ خضر کا لبِ حیواں پہ ہے گذار
وصفِ خط و دہن میں جو کی فکر بے شمار — معنی و لفظ کی ہوئی تشبیہ آشکار!

خط نے عیاں کیا دہنِ غنچہ رنگ کو
تھی احتیاجِ حاشیہ اس متنِ تنگ کو

۲۴ اور قد کی راستی الفِ راست سے ہوا — نسبت پر اس سے ہے الفِ راستی کو کیا
اس قدِ پاک سے جو مشابہ الف بنا — حق نے کیا حروفِ تہجی کا پیشوا

اُس اک الف سے ارض بھی ہے اور سما بھی ہے
دنیا کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے

۲۵ گیسو دلیلِ شرع کے دو لام لا کلام — رخ پر ہوا سے آ گئی گر زلفِ مشک فام
اس میں نمود یوں الفِ بینیِ امام — جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام

یوں لائقِ درود شبیہِ امامؑ ہے
جس طرح سے نماز میں واجب سلام ہے

۲۶ پیرِ خرد کرے گا یہ اُس سینے کی ثنا — دیکھو خزینۂ گہرِ رازِ کبریا
کیا کیا خزانہ جمع ہے غیبت میں کیا ہوا — مہدیؑ کے بعد کوئی نہیں حجّتِ خدا

جو کچھ ہے کارخانے میں پروردگار کے
وہ جمع سب ہے سینے میں اس نامدار کے

۲۷ ہاتھوں کو دیکھ دیکھ کے سب یہ کہیں گے بات — یہ ہاتھ وہ ہیں قبضے میں ہے جن کے کائنات
دنیا و دیں کو تھامے ہوئے ہیں یہ دونوں ہات — بیعت کرو تو ہاتھ لگے دولتِ نجات

ہاتھ آئے جس کا دستِ شہِ کائنات تک
پہنچے وہ ہاتھوں ہاتھ یداللہ کے ہاتھ تک

۲۸ قرآن ووحی و شرعِ نبی دینِ کبریا — یہ چار چیزیں ہوں گی چار آئینہ کی جا
اور تیغ شرحِ مصرعِ موزونِ لافتا — جو ہر کو اس کے عقل کہے دیدۂ قضا
تعویذِ حفظِ مومنِ خوش حال کے لیے
لیکن قضا کا جال وہ دجّال کے لیے

۲۹ اور پشتِ شاہِ دیں پہ سپر ہوگی یوں دھری — جیسے نبی کی پشت پہ مُہرِ پیمبری
اس رستے میں ہے ختمِ رُسل سے برابری — اُن کو نبوّت، ان کی امامت ہے آخری
مُہرِ امامت ان کی سپر لا کلام ہے
ہے مُہر اس لیے کہ امامت تمام ہے

۳۰ لاویں گے پیش کش پئے سلطانِ انس و جاں — خورشید نیزہ، ماہ سپر، توسن آسماں
انجم زرہ دکھائیں گے، قوسِ قزح کماں — ادنیٰ سا ایک جلو میں نشاں دار کہکشاں
قُدسی کو دستِ راست پہ حکمِ اِلٰہ سے
اور دستِ چپ کو لشکرِ حق عزّ و جاہ سے

۳۱ یوں طعنہ زن ہلال پہ مولا کی وہ رکاب — گو تو مرا جواب ہے پر میں ہوں لاجواب
تجھ کو کہاں حصول ہے پابوسیِ جناب — بر حق زہے رکاب، زہے شاہِ کامیاب
پارس کو چشمِ قہر سے دیکھے تو سنگ ہو
پارس جو سنگ ہوئے تو پارس کا رنگ ہو

۳۲ ہوگا ندائے ہاتفِ غیبی کا پھر یہ شور — ہاں اب خراب ہوئے گی بنیادِ ظلم و زور
چشمِ یقیں منوّر و چشمِ غرور کور — اب تخلیے میں دادطلب فیل سے ہے مور
دینِ نبی کو شرعِ خدا کو عروج ہے
حقّا کہ آج حجّتِ حق کا خروج ہے

۳۳ اعجازِ عیسوی مرے مولا دکھائیں گے — مرقد سے شیعیانِ علیؑ کو اٹھائیں گے
"قُم قُم" کہیں گے اور ہر اک کو جِلائیں گے — ہر قبرِ شیعہ پر یہ فرشتے سنائیں گے
مظلوم آج جمع ہیں فریاد کے لیے
اٹھو امامِ عصر کی امداد کے لیے

۳۴ اب ہے بیانِ شیخ مفید اس جگہ مفید — عصرِ ظہور میں ہے یہ افسانۂ جدید
دس دن کے بعد ہوئے گا دجّال بھی پدید — پہلے مُقیم ہوگا سرِ کوہ وہ پلید
اسباب و فوج جمع غرض کر کے کوہ پر
حملہ کرے گا پھر شہِ گردوں شکوہ پر

۳۵ یارو سنو اب آمدِ دجّالِ روسیاہ — سگ اس کی شکلِ نحس سے مُشتق خدا گواہ
ریشِ دراز جس میں شیاطین کو، پناہ — بینا جو ایک چشم تو اک چشم کور، واہ
گو کفر سب ملا تھا ازل میں یزید کو
باقی جو کچھ رہا سو ملا اس پلید کو

۳۶ بے شبہ لامِ ظلم وہ گیسوئے پیچدار — عصیاں کا نون، ابروئے دجّالِ نابکار
اس لام اور نون میں یوں چشم آشکار — جوں درمیان لعن کی ہے عین برقرار
اس منہ پہ یہ غرور وہ اہلِ ستم کرے
جس پر کہ لعن خامۂ قدرت رقم کرے

۳۷ اور ہاتھ اس کے قوّتِ بازوئے ظلم و جبر — دل اس کا قبرِ جرم و گنہ سینہ لوحِ قبر
پُشتِ اُلاغ پر تو مکیں ہوئے گا وہ گبر — اور گرد دیویں مطیع اکہ جیسے ہجومِ ابر
کُھرے کا ایک نیزہ کفِ نابکار میں
طول اس کا ہوئے گا کئی فرسخ شمار میں

۳۸ دو کوہِ سحر ساتھ روانہ اِدھر اُدھر — اک کوہ مثلِ باغِ اِرم آئے گا نظر
نہریں رواں غذائیں لطیف اُن میں بیشتر — اور دوسرے میں عقرب و مار، آگ شعلہ ور
سب سے کہے گا قہر و کرم میرے ہاتھ ہے
دوزخ بھی میرے ساتھ جنّت بھی ساتھ ہے

۳۹ وہ مُنکرِ خدا یہ ندا دے گا برملا — طاعت مری کرو کہ میں تم سب کا ہوں خدا
آ کے لو بہشت کے میوے ہزارہا — ورنہ ہے عنقریب جہنّم کا سامنا
اکثر گرسنہ شخص فریب اس کا کھائیں گے
سب جائیں گے، غلام علیؑ کے نہ جائیں گے

۴۰ دجّال کے خروج سے اک سال پیشتر — دنیا سے ہوئے گی برکت قطع سربسر
برسے گا ایک قطرہ نہ مینہ کا زمیں پر — روئیدہ ہوگا ایک نہ برگِ گیاہِ تر
کچھ سحر پڑھ کے جب وہ کہے گا زباں سے
برسے گا مینہ بھی چار طرف آسماں سے

۴۱ مردے کرے گا سحر سے زندہ وہ اہلِ جور — اکثر مطیع ہوئیں گے یہ سحر کرکے غور!
جز مکہ و مدینہ و بیت المقدس اور — ہر شہر و دِہ میں ہوئے گا اس کا ہی دور دور
اپنا مطیع دیکھ کے سارے زمانے کو
آئے گا پھر وہ کعبۂ حق کے گرانے کو

۴۲ جس دم قریب کعبے کے پہنچے گا وہ یہود — ہوگا فلک سے عیسیٰؑ مریم کا تب ورود
پیشِ امام آئیں گے پڑھتے ہوئے درود — باہم گلے ملیں گے تو ہوگا یہی نمود
عیسیٰؑ جو ہم کنارِ امامِ اُمم ہوا
اک اور آیہ مصحفِ ناطق سے ضم ہوا

۴۳ وقتِ نماز ہوئے گا پیدا جو ناگہاں — فرمائیں گے مسیحؑ سے تب آخر الزّماں
تم آگے ایستادہ ہو اے فخرِ آسماں — عیسیٰؑ کہیں گے یہ مرا مقدور ہے کہاں
یہ ارث تیرا، حصہ ترا، تیرا کام ہے
تو سب کا آج پیشِ نماز اے امام ہے

۴۴ پھر قبلہ رخ جو ہوں گے کھڑے شاہِ سرفراز — مومن صفیں درست کریں گے پئے نماز
عیسیٰؑ قریبِ پشتِ شہِ دیں بصد نیاز — سب کی نماز کے لیے در آسماں کے باز
سب کس رجوعِ قلب سے ہوں گے نیاز میں
ہم سب کو حق شریک کرے اس نماز میں

۴۵ بعد از فراغِ طاعتِ معبودِ کردگار — ہوں گے امام و عیسیٰؑ گردوں نشیں سوار
اور پیش و پس جلو محبّانِ جاں نثار — آئیں گے سوئے لشکرِ دجّالِ نابکار
پھر تو ہجوم خوف میں یاں تک گھرے گا کفر
[illegible] گرفتار ہو [illegible] چھپتا پھرے گا کفر

۴۶ فرمائے گا وہ لختِ دلِ شیرِ کبریا — کیوں غافلو، سمجھتے ہو دجّال کو خدا؟
اِس اعتقاد کی تمھیں دیتا ہوں اب سزا — دجّالِ روسیاہ کو پھر دیں گے یہ ندا
اقبال اوج پر رہے جو تیرا تو کیا ہوا
اقبال کو جو قلب کیا "لا بقا" ہوا

۴۷ یہ کہہ کے اس پہ حملہ کریں گے شہِ انام — بھاگے گا کانپ کانپ کے دجّالِ زشت فام
فرمائے گا زمیں سے خدا: ہاں تو اس کو تھام — پھر تو نہ چل سکے گا وہ ملعون ایک گام
آشفتہ عقل ہوئے گی اس روسیاہ کی
پہنچے گی سر پہ مثلِ اجل تیغ شاہ کی

۴۸ اپنی زباں میں جو نکالے گی ذوالفقار — اس دم زبانِ سحر چلے گی نہ زینہار
القصہ، کہہ کے "یا اسد اللہ" وہ نامدار — دجّال پر لگائیں گے تیغِ اجل شعار
ہوئے گا ایک ضرب میں وہ بدگمان دو
گاوِ زمیں کہے گی کہ مجھ کو امان دو

۴۹ پھر شاہ زیرِ تیغ کریں گے وہ سب سپاہ — عیسیٰؑ کہیں گے "واہ عجب زور ہے یہ واہ"
پھر ہوں گے سوئے شام رواں شاہِ دیں پناہ — اس دم یہ مومنوں سے کہیں گے بہ اشک و آہ
ہے دل میں درد فاطمہؑ کے نورِ عین کا
اب چل کے انتقام لو خونِ حسینؑ کا

۵۰ پہنچیں گے شام میں جو شہنشاہِ بحر و بر — یاد آئے گا حرم یہیں آئے تھے ننگے سر
لشکر کو لے کے آئے گا واں عتبہ کا پسر — ہوئیں گے شیعیانِ علیؑ اس پہ حملہ ور
تائید سب پہ فاتحِ بدر و حنین کی!
ہنگامِ ضربِ تیغ صدا "یا حسین" کی!

۵۱ اُس فوج میں جو ہوئیں گے سرکش بڑے بڑے — جوں نقشِ پا زمیں پہ وہ ہوئیں گے پڑے
اُن غازیوں سے لشکرِ کفار کیا لڑے — جن کی کہ پشت پر ہوں امامِ زماں کھڑے
دل کھول کر جہاد نہ کیوں اہلِ دیں کریں
جب وقت ضربِ حیدری دو، آفریں کریں

۵۲ ناگاہ ذوالفقار کو دیویں گے جلوہ[۳۵] شاہ — بُرِش سے جس کی ہووے قلم رشتۂ نگاہ
مثلِ سپر ہر اس میں اک ایک روسیاہ — ڈھونڈے گا آکے دوسرے کی پشت پر پناہ
تائیدِ حق یہ ہوگی ستمگرِ نامدار کو
ماریں گے ایک حملہ تیغ ستر ہزار کو

۵۳ ستر ہزار ہوں گے جہنّم کو جب رواں — روکیں گے ذوالفقار کو مولائے دو جہاں
آواز فاطمہؑ کی یہ آئے گی ناگہاں — کیوں تیغ کی نیام میں، اے فاطمہؑ کی جاں
پوچھو خدا سے حال مرے شور و شین کا
بدلہ نہیں ہوا ابھی خونِ حسینؑ کا

۵۴ اِن ظالموں میں حق کا شناسا نہیں کوئی — محبوبِ کبریا کا نواسا نہیں کوئی
اِن سب میں تین روز کا پیاسا نہیں کوئی — اصغر سا اِن میں طفل ذرا سا نہیں کوئی
گذرا یہ ظلم لاشے پہ کس بے گناہ کے
کاٹے ہیں ہاتھ سبطِ رسالت پناہ کے

۵۵ زہراؑ کی بیٹیاں پھریں بلوے میں دربدر — ان میں سے دختر آج ہے کس کی برہنہ سر
چالیس دن پھرا سرِ شبیرؑ نیزے پر — زنداں میں مر گئی مری پوتی بھی بے پدر
ٹکڑے کوئی تہہِ سُمِ توسن نہیں ہوا
گھوڑوں سے پائمال مرا نازنیں ہوا

۵۶ پیدا خدا کے عرش سے ہوئے گی یہ ندا — اب ہم قصاص لیویں گے خونِ حسینؑ کا
اللہ بھی حسینؑ کے اعدا سے ہے خفا — اب ہم ہیں اور عدل اور اس خوں کی سزا
منظور ہوئے گا جو یہ ربِّ غیور کو
اک دم میں پھونک دیں گے سرافیل صور کو

۵۷ قرآں سے یہ خبر ہے نمایاں علی العموم — ہوئے گی آمد آمدِ محشر کی جب کہ دھوم
شق ہوں گے آسماں، سیہ ہوئیں گے نجوم — باقی رہے گا طاقِ فریدوں نہ قصرِ روم
گردوں اڑے گا پنبۂ حلاج کی طرح
قبروں سے شاہ نکلیں گے محتاج کی طرح

۵۸ اک دو کماں کے فاصلے سے ہوگا آفتاب — تفرے کی سب زمیں، قیامت بہ آب و تاب
حدّت[۳۶] سے اُس کی اہلِ قیامت کو اضطراب — اور پاس کچھ نہ ستر کو ہوگا بجز حجاب
اک شوقِ خلد میں، کوئی فکرِ جحیم میں
دل انبیاء کے عالمِ امید و بیم میں

۵۹ پھونکیں گے صورِ حشر[۳۸] سرافیل تین بار — پہلی صدا میں ہوئے گا قبروں کو اضطرار
ہوویں گے مُردے نفخۂ ثانی میں آشکار — بارِ سوم میں آئیں گے محشر میں بے قرار
افسردہ دل کوئی کوئی خوش حال ہوئے گا
ہاتھوں میں سب کے نامۂ اعمال ہوئے گا

۶۰ جبریل ساتھ لے کے فرشتے کئی ہزار — نازل زمیں پہ ہوں گے بہ فرمانِ کردگار
اور ڈھونڈھیں گے جنابِ رسالت کا وہ مزار — فرمائیں گے زمیں سے کہ کر مجھ پہ آشکار
پوشیدہ کس مقام میں نورِ الٰہ ہے
تجھ میں کہاں مزارِ رسالت پناہ ہے

۶۱ اُس دم زمین عرض کرے گی یہ کانپ کر — غفار نے کیا مجھے پوشیدہ اس قدر
کچھ مدفنِ رسولِ خدا کی نہیں خبر — ناگاہ اک مقام پہ نور آئے گا نظر
جس میں کہ چاند سے بھی تجلّی دو چند ہے
وہ نور آسماں کی جانب بلند ہے

۶۲ جائیں گے جبرئیل نبیؐ کا ہے یہ مزار — روح الامیں وہاں یہ ندا دیں گے ایک بار
اے روحِ مصطفٰےؐ تنِ اقدس میں کر قرار — تب خاک سے وہ نورِ خدا ہوگا آشکار
جبریل کہہ کے حکم خدائے وَدُود کا!
اپنی طرف سے بھیجیں گے تحفہ دُرود کا!

۶۳ سن کر خبر ظہورِ قیامت کی مصطفٰےؐ — روئیں گے اور پوچھیں گے پہلے یہ ماجرا
جبریل بے حواس ہوں میں، جلد تو بتا — منظور حق کو ہے مری اُمّت کے حق میں کیا
ہم تو خدا کے فضل سے فردوس پائیں گے
کہہ دے کہ کلمہ گو بھی مرے بخشے جائیں گے؟

۶۴ روح الامیں کہیں گے، نہ ہوں آپ بے قرار — جس کو کہو گے تم اسے بخشے گا کردگار
تم کو بھی اختیار، علیؑ کو بھی اختیار — امّت پہ تم نے اپنے نواسے کیے نثار
اِس دم بزیرِ عرش جو فریاد و داد ہے
کیا کیا ترے حسینؑ کے خالق کو یاد ہے

۶۵ خوش خوش براقِ خلد پہ ہوں گے نبی سوار — اور آئیں گے نجف میں بصد حشمت و وقار
مرقد سے اپنے ہوں گے عیاں شیرِ کردگار — ہمرہ نبی کے حشر میں ہوویں گے آشکار
قرباں نبی کے، صدقے امامِ غیور کے
پہلوے عرش بیٹھیں گے منبر پہ نور کے

۶۶ اللہ رے بادشاہِ حقیقی کا بندوبست — تردامنوں کی سایۂ خورشید میں نشست
خاموش ایک جا پہ زبردست و زیردست — گم کردہ عقل ہوئیں گے ہشیار اور مست
رتبہ ہے کیا وہاں کسی سلطاں کے واسطے
طولِ حساب ہوگا سلیمانؑ کے واسطے

۶۷ اکثر فقیر ہوں گے وہاں قدر میں امیر — اکثر امیر ہوں گے وہاں قدر میں فقیر
جس دم فرشتے ہوئیں گے مصروفِ دار و گیر — اس دم چلے گا زور جواں کا نہ آہِ پیر
میزاں میں وزن ہوں گے خطا و ثواب کے
اہلِ گنہ کے گرد فرشتے عذاب کے

۶۸ خورشیدِ حشر کا تو بہت قرب ہوگا آہ! — اور سایہ کچھ نہ ہوئے گا، اللہ کی پناہ
شاہوں کے چترِ زر، نہ فقیروں کی واں کلاہ — گریاں ہر ایک چشم، پریشاں ہر اک نگاہ
رویا ہے جو حسین علیہ السلام کو
ہنستا ہوا اٹھے گا وہ روزِ قیام کو

۶۹ پیدا خدا کے عرش سے ہوئے گی یہ ندا — لاؤ ہمارے واسطے لائے ہو تحفہ کیا
اکثر کہیں گے، ہم ہیں تہی دست اے خدا — بعضے کہیں گے لائے ہیں ہم زہد و اتقا
مومن کہیں گے الفتِ آلِ رسول ہے
آواز آئے گی [illegible]

۷۰ بعد اس کے اہلِ حشر سے فرمائے گا الٰہ — آئے ہمارے سامنے، ہے کوئی دادخواہ؟
دنیا میں جس کو جس نے ستایا ہے بے گناہ — وہ اس کا نام لے کے بڑھے گا بہ اشک و آہ
آئے گا زیرِ عرشِ بریں داد کے لیے!
اور دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے فریاد کے لیے

۷۱ ہر ایک دادخواہ سے پوچھے گا کبریا — مظلوم تم میں ہے کوئی میرے حسینؑ سا
سب متفق کہیں گے، نہیں کوئی اے خدا — پہنچے گا تب یہ حکم کہ ٹھہرو ابھی ذرا
مجھ کو قسم ہے اپنے ہی جاہ و جلال کی
میں پہلے داد دوں گا محمدؐ کے لال کی

۷۲ پوچھے گا تب فرشتوں سے معبودِ عالمیں — سب ہیں بزیرِ عرش، مری فاطمہؑ نہیں
کیا یاں بھی سدِّ راہ ہیں اس کے عدوِّ دیں — پہلو کے درد سے نہیں آسکتی وہ حزیں
کیا ظالموں کے ظلم سے اب بھی کراہتی ہے؟
زہرا مزار سے نہیں باہر نکلتی ہے؟

۷۳ کہہ دو مری حبیبہ سے پیغام یہ مرا — خاتونِ حشر معرکۂ حشر میں اب آ!
کس کی مجال اب جو ستائے تجھے بھلا — شوہر کا تیرے کوئی نہ باندھے گا اب گلا
جب تک نہ فیصلہ ہو ترا حق کی ذات سے
تو چھوڑیو نہ عرش مرا اپنے ہاتھ سے

۷۴ تاکہ زمینِ حشر کی ہووے گی سرد تر — ہو جائے گی فرو شررِ آتشِ سقر
چرچا یہ ہوگا اہلِ قیامت میں یک دگر — کس عاشقِ خدا کا ہے اب حشر میں گذر
اِس وقت آفتابِ قیامت بھی سرد ہے
آمد یہ جس کی ہے وہ رحیمی میں فرد ہے

۷۵ پھر تو نمود ہوں گی وہاں حوریں بے حساب — گیسو کشادہ، خاک بسر اور بے نقاب
اور صف بصف پکاریں گی با دیدۂ پُر آب — ہاں، اہلِ حشر بند کرو آنکھ کو شتاب
بنتِ رسولؐ صاحبِ تطہیر آتی ہے
خاتونِ حشر مادرِ شبیر آتی ہے

؎ یہاں سے دس بند میرے قلمی مرثیہ میں مرزا دبیر کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔

٧٦ سب عورتیں کریں گی خدا سے یہ التجا — کیا ہم بھی آنکھیں بند کریں اپنی اے خدا؟
روپوشیِ بتول کا ہم سے سبب ہے کیا؟ — تب آئے گی ندا یہ ہے اسرارِ کبریا
اس حال سے بتول سوئے عرش آئے گی
تم سے وہ شکلِ فاطمہؑ دیکھی نہ جائے گی

٧٧ خونِ حسینؑ چہرے پہ زہراؑ کے ہے ملا — ہے گیسوؤں پہ خاکِ بیابانِ کربلا
ننھا سا لاشہ گود میں محسن کا ہے دھرا — اور ہے شکم شگافتہ بچے کی لاش کا
ہر دم لہو گلے سے وہ بچہ اُگلتا ہے
پہلو کے درد سے نہیں لاشا سنبھلتا ہے

٧٨ آنکھیں کریں گے بند زن و مرد جب تمام — ہوگا نمود فاطمہؑ کا ناقۂ خوش خرام
حور و ملک جِلو میں ہزاروں بہ احترام — حوروں کے بعد مریم و حوّا کا اہتمام
آلودہ ہوگی فاطمہ کی شکل خاک سے
روشن زمینِ حشر مگر روئے پاک سے

٧٩ طولانی اک رِدا سرِ زہراؑ پہ آشکار — لپٹے ہر ایک گوشے سے لاکھوں گناہ گار
ان عاصیوں کو حوریں ہٹا دیں گی بار بار — فرمائے گی بتول میں ہوتی ہوں شرمسار
یہ لوگ ہاتھوں سے جو ردا کو سنبھالے ہیں
حورو! مرے حسینؑ کے یہ رونے والے ہیں

٨٠ کاندھوں پہ سبز و سرخ ہر اک لال کی قبا — اک ہاتھ پر عیاں دُرِ دندانِ مصطفےٰؐ
اور ایک پر عمامۂ پُرخونِ مرتضیٰؑ — نقدِ نجاتِ خلق اِس اسباب کی بہا
بازارِ حشر گرم ہر اک آہِ سرد سے
اک دم میں سو غش آئیں گے پہلو کے درد سے

٨١ خاموش، کچھ سخن نہ کسی سے نہ کچھ مقال — اور بات بھی کریں گی تو یہ "ہائے مرے لال!"
نزدیکِ عرش پہنچے گی جس دم وہ خستہ حال — ہوئے گا انبیاء کو یہ فرمانِ ذوالجلال
زہرا سے افتخار ہے میری خدائی کو
سب جاؤ میری فاطمہؑ کی پیشوائی کو

٨٢ زہرا کی پیشوائی کو آئیں گے انبیاءؑ — ناقے سے فاطمہ کو اتاریں گے مصطفےٰؐ
لائیں گے اس شکوہ سے تا عرشِ کبریا — پہلو کا درد ہوئے گا اس ہرج* سے سوا
پونچھیں گے مصطفےٰؐ عرقِ روئے فاطمہؑ
آ کر خدیجہ تھامے گی پہلو سے فاطمہؑ

٨٣ مشکل سے ہوگا فاطمہؑ کا عرش تک گذر — ہاتھوں ہی ہاتھ لائیں گی حوریں سنبھال کر
پھر تو خدا کا عرش ہے اور فاطمہؑ کا سر — واں کھول دیں گی اور بھی گیسو وہ سربسر
ٹکرائیں گی جو عرش سے ماتھے کو زور سے
رونے لگیں گے عرش کے حامل بھی شور سے

٨٤ فریاد پھر کرے گی، الٰہی! دُہائی ہے — گردوں ستائی آئی ہے، بے چاری آئی ہے
میری کمائی خاک میں ساری ملائی ہے — دو بار آگ بھی مرے گھر کو لگائی ہے
خنجر کہاں ستم کا، کہاں حنجرِ حسینؑ
ہفتاد ضربِ تیغ سے کاٹا سرِ حسینؑ

٨٥ پہلو کا میرے دیکھ شگاف اے مرے الٰہ — حاضر ہے لاش گود میں محسن کی، کر نگاہ
روداد پر حسینؑ کی سب سے سوا ہے، آہ — بے کس تھا، بے وطن تھا، مسافر تھا، بے گناہ
مارا ہے پیاسا شمرِ ستمگر سے پوچھ لے!
منکر جو شمر ہوئے تو خنجر سے پوچھ لے!

٨٦ سر تو کیا تھا میرے پسر نے فدائے رب — پھر لاش پائمال جو کی اس کا کیا سبب؟
پھر لوٹا اہلِ بیت کو یہ اور ہے غضب — آلِ نبیؐ کا کرتی ہے امت یہی ادب؟
ناوک سے بے زبانیِ اصغر کا حال پوچھ
نیزے سے زخمِ سینۂ اکبر کا حال پوچھ

٨٧ فرزند کو خلیلؑ جو کرنے لگا فدا — جنت سے دُنبہ بھیج دیا تو نے اے خدا
اور مرتبہ ذبیح کو قربانی کا ملا! — قابل نہ ایک دُنبے کے میرا حسینؑ تھا
واحسرتا جو شیرِ الٰہی کا لال ہو
وہ مثلِ گوسفند چھُری سے حلال ہو

* قلمی نسخے میں ہرج لکھا ہے اور مطبوعہ میں "حرج" یا جرح

۸۸ ہے قتلِ پرِ حسینؑ کے سارا جہاں گواہ　　خنجر گواہ، تیر گواہ اور سناں گواہ
تنہائی پر زمین گواہ آسماں گواہ!　　اور اس کی پیاس پر ہے اسی کی زباں گواہ
تو پوچھ کربلا سے مسافر کے حال کو
چہلم تلک نہ قبر ملی میرے لال کو

۸۹ یہ حال جب کہے گی بتولِ شکستہ حال　　طیش و جلال و قہر میں آئے گا ذُوالجلال
ہے ابتدائے ظلم جو محسن کا انتقال　　پہلے یہی مقدمہ ہووے گا انفصال
قہرِ خدا کو دیکھ کے سب خلق روئے گی
نیکوں کو یاس اپنی شفاعت سے ہوئے گی

۹۰ آئے گا تازیانۂ آتش پھر ایک بار　　ہوں جس کی ایک ضرب میں صد پاش کوہسار
فرمائے گا مُوَکلِ دوزخ سے کردگار　　لا، دشمنِ بتول کو یہ تازیانہ مار
حاضر جو وہ عدوِ جفا کار ہوئے گا
زنجیرِ آتشیں میں گرفتار ہوئے گا

۹۱ ظالم پہ تازیانہ لگے گا جو آگ کا　　وہ بے حیا پکارے گا میری خطا ہے کیا
قہار آکے قہر میں دے گا اُسے ندا　　زہراؑ کے تازیانہ لگانے کی ہے سزا
ظاہر نشان ضرب کا بعد از وفات ہے
اب تک خمیدہ فاطمہؑ زہرا کا ہات ہے

۹۲ تب اہلِ حشر زاروں کے بھل گریں گے واں　　بعضے کہیں گے اَلحَذَر اور بعضے الاَماں
ہوئے گی گردِ آتشِ دوزخ شرر فشاں　　جبریلِ مصطفےٰؐ سے کریں گے یہی بیاں
کس کو پناہ قہرِ غفور الرّحیم سے
اب نیک و بد جلیں گے شرارِ جحیم سے

۹۳ جبریل سے کہیں گے نبیؐ کچھ نہ خوف کھاؤ　　جاؤ مرے حسینؑ کو تم کربلا سے لاؤ
کہنا تمہارا نانا بلاتا ہے جلد آؤ　　معبود قہر میں ہے گنہ گاروں کو بچاؤ
فریاد کر کے فاطمہؑ اب ہاتھ ملتی ہے
امت تمہارے نانا کی دوزخ میں جلتی ہے

۹۴ اصغر کی لاش ننھی سی ہاتھوں پہ رکھ کے لاؤ　　زخمی کلیجہ بیٹے کا اللہ کو دکھاؤ!
بے سر شہیدوں کو بھی ذرا حشر میں لے آؤ　　سوکھی زباں سفارشِ امت میں اب ہلاؤ
جب اپنے دونوں ہاتھ کٹے تم اٹھاؤ گے
اک دم میں عاصیوں کو ابھی بخشواؤ گے

۹۵ جبریل ذوالجناح کو جنت سے لائیں گے　　پُرنور زین، سازِ زبرجد لگائیں گے
یاقوتِ خلد کی اسے ہیکل پنہائیں گے　　شیعوں کو یہ نوید فرشتے سنائیں گے
اب کربلا سے آتا ہے پیارا بتول کا
توسن چلا ہے راکبِ دوشِ رسولؐ کا

۹۶ جبریل کربلا کی طرف ہوئیں گے رواں　　ہمراہ ہوں گے لاکھ ملائک بہ عزّ و شاں
قبرِ حسینؑ پر جو گذر ہوگا ناگہاں　　جبریل بوسہ دے کے کریں گے یہی بیاں
شیعہ تمہارے خوفِ جہنم سے روتے ہیں
اُمّت پہ قہر آتا ہے اور آپ سوتے ہیں

۹۷ مولا، اٹھو اٹھو کہ نبی نے کیا ہے یاد　　خود ننگے سر وہ عرش کے نیچے ہیں ایستاد
ہے بے قراری آپ کی اماں کو بھی زیاد　　اس وقت قہر و طیش میں ہے خالقِ عباد
بیٹے کو باپ بھولا ہے اور بیٹا باپ کو
پر ڈھونڈتے ہیں سارے گنہ گار آپ کو

۹۸ آواز دیں گے قبر سے مولا کہ میں چلا　　نکلیں گے پھر لحد سے شہنشاہِ کربلا
ہوں گے جلو میں سب شہدائے غم کے مبتلا　　اور پشت پر لٹا ہوا رانڈوں کا قافلہ
حُر، ہاتھ میں رکابِ امامِ اُمم لیے
اور آگے آگے پیاسوں کا سقا علم لیے

۹۹ کیا حشر میں وُرودِ شہِ دیں کروں بیاں　　بے سر شہید گرد، لباس ان کے خوں فشاں
فوارے خوں کے چار طرف زخموں سے رواں　　اور دستِ جبرئیل میں رہوار کی عناں
پُر خوں چہرہ نورِ خدا سے بھرا ہوا
اور سر پہ شہ کے تاجِ شفاعت دھرا ہوا

۱۰۰ پیشِ سپاہ شاہِ علم دارِ باوفا   اس وقت بھی ملال خجالت میں مبتلا
اکبر سے یہ کہیں گے کہ پیارے کروں میں کیا   محشر میں آج ہوگا سکینہ کا سامنا
کھودے کنویں بھی مشک اٹھائی سکینہ کی
سب کچھ کیا، نہ پیاس بجھائی سکینہ کی

۱۰۱ اور بعدِ فوج ہوئے گی خیرُ النساؑ کی آل   زینب کا چہرہ خوں سے اکبر کے سارا لال
کلثوم بھی بکھیرے ہوئے گیسوؤں کے بال   مشکیزہ تھامے زوجۂ عباسِ خوش خصال
بانو کے دونوں ہاتھوں پہ میت سکینہ کی
چھاتی پھٹے گی دیکھ کے شاہِ مدینہ کی

۱۰۲ ہر وقت سوئے عرش وہ میت اٹھا اٹھا   میت کا خوں بھرا ہوا کرتا دکھا دکھا
بانو پکارے گی کہ دہائی ہے اے خدا   بچی مری یہ تین برس کی تھی بے خطا
کھا کر طمانچہ شمر کا بے دم ہوئی ہے یہ!
چھوٹے سے سن میں شمر کے ڈر سے موئی ہے یہ

۱۰۳ رنڈسالہ پہنے بیوۂ قاسم بھی نوحہ گر   اک ہاتھ پر تو دولھا کا سہرا لہو میں تر
اور دوسرے پہ قاسم گلگوں قبا کا سر   وہ سر دکھا کے حق سے کہے گی یہ پیٹ کر
فریاد، قتل دولھا مرا بے خطا ہوا!
پایا ہے میں نے مہر میں یہ سر کٹا ہوا!

۱۰۴ پہنچے گا زیرِ عرش غرض جب یہ کارواں   آئے گا اک فرشتہ قریبِ شہِ زماں
سونپے گا شہ کو کاغذِ محضر وہ لا کے واں   ہوئے گی مُہرِ پنجتن اس نامہ پر عیاں
خوش ہوں گے شاہ بخششِ امت کے واسطے
یعنی سند ملی یہ شفاعت کے واسطے

۱۰۵ آئیں گے پیشوائیِ شبیر کو رسولؐ   مظلومِ کربلا سے لپٹ جائیں گی بتولؑ
پھر عرشِ حق سے ہوگا اس آواز کا نزول   تجھ پر سلام، اے شہِ مظلوم و دل ملول
اب فرض تیری دادرسی ہے اِلٰہ پر
تجھ کو حسینؑ قتل کیا کس گناہ پر

۱۰۶ سبطِ نبیؐ کہیں گے: فدا تجھ پہ اے اِلٰہ   یہ بندۂ ذلیل ہوا قتل بے گناہ
میں سب کا خیر خواہ تھا تو ہے مرا گواہ   پر کیا مزا ملا ہے شہادت کا مجھ کو، واہ
یارب جو لاکھ بار کرے زندہ تو مجھے
ہر بار سر کٹانے کی ہو آرزو مجھے

۱۰۷ پھر رکھ کے اپنے ہاتھوں پہ اصغر کی لاش آہ   اور قتل نامہ اپنا دکھا کر کہیں گے شاہ
میں نے جو عُمر کی تھی شہادت پہ اے اِلٰہ   سو کربلا میں جا کے ہوا قتل بے گناہ
اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر حسینؑ سے
بالکل ادا ہوں آج میں اُمّت کے دَین سے

۱۰۸ گر میرا خوں بہا تو بہا، کچھ نہیں گلا   اُمّت کو بخش دے یہی میرا خوں بہا
محسن کا واسطہ، علی اصغر کا واسطہ   اُس دم ملائکہ سے یہ فرمائے گا خدا
ہے آج اختیارِ شفاعت حسینؑ کو
دے دو کلیدِ دوزخ و جنت حسینؑ کو

۱۰۹ فرمانِ کردگار جو یہ پائیں گے حسینؑ   آتش کو سب کے گرد سے سرکائیں گے حسینؑ
اپنے ہر اک غلام کو بخشائیں گے حسینؑ   ایک ایک کو بہشت میں لے جائیں گے حسینؑ
دیکھو تو ابنِ فاطمہؑ کے فیضِ عام کو
اعلیٰ بہشت بخشیں گے ادنیٰ غلام کو

۱۱۰ بس اے دبیرؔ قصۂ محشر ہے بے شمار   اور ماتمِ حسینؑ سے محشر ہے آشکار
ہاتھ اپنے کر بلند سوئے عرشِ کردگار   اور کہہ کہ اے خدا تری رحمت پہ میں نثار
سب مومنوں کا حشر شہِ دیں کے ساتھ ہو
اور آستینِ دستِ حسینؑ ان کے ہاتھ ہو

تمت تمام شد ماہ ربیع الاول بتاریخ سیم سنہ ۱۲۴۸ھ
مقابلہ شد   ۵

تحقیق متن

- قلمی مرثیہ، مخطوطہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۴۸ھ۔
- دفتر ماتم، جلد چہاردہم، مارچ ۱۸۹۷ء دبدبۂ احمدی لکھنؤ۔

بند ۱: یہ بند دفتر ماتم میں نہیں ہے۔

بند ۲: قلمی نسخہ، مصرع ۳ و ۴

فوج ملک جِلَو میں حضورِ امامِ عصر　　ارض و فلک مطیعِ امورِ امامِ عصر

بند ۳: قلمی نسخہ ۲ ۔ شہرِ یمن سے ایک بشر ہووے گا عیاں

۳ ۔ عباسیہ کی نسل سے ہووے گا وہ جواں

۴ ۔ شہرِ یمن کرے گا وہ تسخیر ناگہاں

بند ۴: قلمی نسخہ مصرع ۱۔ اک مرد پھر خروج کرے گا میانِ شام

دفتر ماتم مصرع ۲۔ اک روسیہ خروج کرے گا میانِ شام

مصرع ۴۔ مردِ چہار شانہ سیہ دل سیاہ فام

قلمی مرثیہ کی بیت ہے۔

ہوگی حکومت اس کی بلادِ تمام میں　　کردیں گے صبح مہدیِ دیں ایک شام میں

بند ۵: مصرع ۴ قلمی نسخہ　اک سال طاق ان میں سے ہوگا کرو نگاہ

بند ۷: قلمی مصرع ۱　لکھا ہے صبح روزِ ظہورِ شہِ انام

بند ۸: دفتر ماتم مصرع ۲　ہاں اے کنندۂ درِ خیبر کے یادگار

قلمی مرثیہ مصرع ۳　بے کس حسینؑ کی تو مصیبت ہے یادگار

قلمی مرثیہ مصرع ۴　دادا کی بے کسی پہ تو روتا تھا بار بار

قلمی مرثیہ مصرع ۵　اب کہہ کے یا علیؑ مرے قبضے کو تھام لے

بند ۹: قلمی مرثیہ مصرع ۵　بندہ ترا کسی کا نہ تقصیر وار تھا

بند ۱۰: دفتر ماتم کے حاشیے پر چھپا ہے اور اس کے تین مصرع جلد سازی میں کٹ گئے۔
جو مصرع ہیں وہ ملاحظہ ہوں کہ دونوں نسخوں کا فرق سامنے آجائے،

مصرع ۱۔ نازل ہوا فرشتہ پہ فرمانِ کبریا

۳۔ لیکن ابھی ہے ظالموں کو مہلتِ جفا

بند ۱۲: قلمی نسخہ کی بیت ہے،

سو فخر کائنات کو ہیں اس کی ذات سے　　بس انتقام لیویں گے ہم اس کے ہات سے

بند ۱۳: قلمی نسخہ، مصرع ۲۔ لاریب اپنے وعدے کا صادق ہے کردگار

مصرع ۶۔ اک بات جانتی ہوں کہ یک یک کو دو کرو

بند ۱۵: قلمی نسخہ مصرع ۱۔ زہرا کا رونا ایک طرف سن طفل اور حال

مصرع ۳۔ فرماتی ہیں شہیدوں سے با حسرتِ کمال

بند ۱۸: دفتر ماتم، مصرع ۲۔ دن نیک، بخت نیک خوشا وقت روزگار

بند ۲۱، ۲۲ دفتر ماتم میں دونوں بند مقدم مؤخر ہیں ۲۲، پہلے اور ۲۱ بعد

بند ۲۶: دفتر ماتم مصرع ۳۔ کیا کیا خزانہ جمع ہے غیبت میں یاں ہوا

بند ۲۷: دفتر ماتم مصرع ۶۔ پہنچے وہ لاکلام یداللہ کے ہات تک

بند ۳۶: دفتر ماتم مصرع ۴۔ "جیسے میانِ لعن ہے اک عین برقرار"

بند ۳۷: قلمی نسخہ مصرع ۵۔ "نقرے کا نیزہ ایک کفِ نابکار میں"
متن کا مصرع دفتر ماتم کے مطابق ہے

بند ۳۹: دفتر ماتم مصرع ۲۔ طاعت کرو مری کہ میں تم سب کا ہوں خدا

دفتر ماتم مصرع ۵۔ اکثر گرسنہ شخص قریب اس کے آئیں گے

بند ۵۱: دفتر ماتم مصرع ۲۔ نقشِ قدم سے ہوں گے سرِ خاک وہ پڑے

بند ۵۲: دفتر ماتم مصرع ۱۔ ناگاہ جلوہ دیں گے حسامِ علیؑ کو شاہ

بند ۵۶: دفتر ماتم مصرع ۲۔ اب ہم قصاص لیں گے حسینؑ شہید کا

بند ۶۶: دفتر ماتم مصرع ۴۔ گم کردہ عقل ہوئیں گے سب ہوشیار و مست

بند ۶۷: دفتر ماتم مصرع ۲۔ اکثر امیر ہوں گے وہاں شکل میں فقیر

مصرع ۵ ۔ دفترِ ماتم و قلمی مرثیے میں "خطا و ثواب" درج ہے لیکن صحیح "خطا و صواب" ہے۔ صواب کے معنے ہیں صحیح۔

بند ۸۲: دفترِ ماتم میں دوسرے تیسرے مصرع کی ترتیب مختلف ہے۔

بیت کا پہلا مصرع قلمی مرثیہ میں یہ ہے:

"گہ سبز اور زرد کبھی روئے فاطمہؑ"

بند ۸۴: دفترِ ماتم مصرع ۴۔ دوبارہ آگ بھی مرے گھر میں لگائی ہے

بند ۸۶: قلمی مرثیہ مصرع ۲۔ زینب کی بے ردائی ہے یہ دوسرا غضب

بند ۸۷: قلمی مرثیہ مصرع ۶۔ جوں ذبح گوسپند وہ عالی خصال ہو

بند ۹۱: قلمی مرثیہ مصرع ۳۔ قہار آکے قہر میں دیوے گا یہ صدا

بند ۹۶: قلمی مرثیہ مصرع ۵۔ شیعہ تمہارے خوفِ جہنم میں روتے ہیں

بند ۹۸: دفترِ ماتم مصرع ۲۔ نکلیں گے پھر لحد سے شہنشاہ دوسرا

بند ۱۰۱: قلمی مرثیہ بیت:

بانو لہو بھرا یہ کرتا سکینہ کا ۔۔۔ سینہ پھٹے گا دیکھ کے شاہِ مدینہ کا

بند ۱۰۲: قلمی مرثیہ میں بند کی صورت یہ ہے:

ہر وقت سوئے عرش وہ کرتہ اٹھا اٹھا ۔۔۔ بانو پکارے گی کہ دہائی ہے اے خدا

جس کا یہ کرتا پاس ہے میرے لہو بھرا ۔۔۔ بچی مری یہ تین برس کی تھی بے خطا

کھا کر طمانچے شمر کے بے دم ہوئی ہے وہ

چھوٹے سے سن میں شمر کے ڈر سے موئی ہے وہ

بند ۱۰۳، مصرع ۳، قلمی مرثیہ: اور دوسرے پہ قاسمِ ناکتخدا کا سر

بند ۱۰۵: دفترِ ماتم مصرع ۱۔ آئیں گے پیشوائی کو شبیر کی رسول

بند ۱۰۹، قلمی مرثیہ مصرع ۶۔ اعلیٰ بہشت دیویں گے ادنیٰ غلام کو

بند ۱۱۰، دفترِ ماتم مصرع ۳۔ اور ماتمِ حسینؑ سے ہے حشر آشکار

فرہنگ

۱۔ نُشُور: اٹھنا۔ دوبارہ زندہ ہو کر ساری مخلوق کا میدانِ حشر کی طرف جانا۔ روزِ نشور: روزِ قیامت۔ غیور: بہت غیرت والا۔ کریم۔ پرتَو فگن: عکس ڈالنے والا۔ ظہور: حضرت امام مہدی، آخرالزماں کا ظاہر ہونا۔ دُرج: جواہر رکھنے کا ڈبہ۔

۲۔ مرقوم: تحریر، لکھا ہوا۔

۳۔ ثانی: دوسرا۔ انام: لوگ۔ مردِ چہار شانہ: بہت موٹا آدمی۔ زُبوں: بدصورت۔ منحوس۔

۴۔ کسوفِ شمس: سورج گہن۔ خسوف: چاند گہن۔

اس بند میں حسابِ تقویم کے اشاروں میں حضرتِ امام مہدی آخرالزماں کے ظہور کی خبر ہے یعنی حضرت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ تین اور ایک، نو اور سات اور پانچ، کے طاق مہینے میں جب عاشور محرم جمعہ کے دن ہو، اور ایک مہینے میں چاند اور سورج کو گہن لگے۔

۵۔ اِنہدام: گرانا۔ فرو ہے جانا: اتارنا۔ شتاب: جلدی۔

۶۔ توقّف: ٹھہرنا۔ انتظار کرنا۔

۷۔ ورثہ دار: مالک۔ وارث۔

۸۔ اِنتقام: بدلہ۔ رَوا: درست، صحیح۔ خوں بہا: خون کا بدلہ۔ انتقام۔

۹۔ کشاد کرنا: کھولنا۔ عیاں: واضح۔ نمایاں۔ خوش نہاد: پاک فطرت۔ ایستاد: قائم، کھڑا ہوا۔

۱۰۔ کارزار: جنگ۔ کردگار: خدا۔ نیک خو: نیک فطرت۔

۱۱۔ شوم: منحوس

۱۲۔ قِصاص: انتقام، خون کا بدلہ۔ دیدۂ گریاں: روتی آنکھیں۔

۱۳۔ اسپِ اَبلَق: چتکبرے رنگ کا گھوڑا۔ سفید و سیاہ رنگ کے گھوڑے کو ابلق کہتے ہیں۔ رکاب تھامنا: امیر کو گھوڑے پر سوار کرنا۔ خدمت کرنا۔

۱۴۔ خِضر: ایک زندۂ جاوید پیغمبر جو راستہ بھولنے والوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ مستعار لینا: کچھ دیر کے

لیے کوئی چیز حاصل کرنا۔

۱۵۔ گاوِ زمیں: پرانے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ سطح آب سمندر پر مچھلی اور مچھلی پر گائے ہے، گائے کی سینگوں پر کرۂ زمیں ہے، گائے جب سینگ ہلاتی ہے تو زلزلہ آجاتا ہے۔

۱۶۔ مَردُم: آدمی۔ آنکھ کا تِل۔ تجلّی: نورِ طور۔ بہرہ مند: فائدہ اٹھانا۔ پنہاں: پوشیدہ۔

۱۷۔ متن: کتاب کا اصل درمیانی حصہ جس کے چاروں طرف حد بندی ہوتی ہے۔ حاشیہ: چاروں طرف یا تین طرف کی خالی جگہ، جس پر کوئی عبارت یا نقش و نگار ہوں۔

مطلب: خوبصورت و تنگ دہن پر مونچھوں اور ڈاڑھی کا نشان اور سبزۂ خطیوں محسوس ہوتا ہے جیسے چشمۂ آبِ حیات پر خضر کا گذر ہوا ہے یا دہن لفظ ہے اور خطِ رخسار معنے، یا کلی کی طرح نازک دہن کی تشبیہ متن اور خطِ رخسار کی تشبیہ، حاشیے سے دی جائے۔

۱۸۔ تشبیہ: تصویر۔

۱۹۔ چار آئینہ: سینہ کی حفاظت کا ایک ملبوس۔ جس میں چار فولادی ٹکڑے ہوتے ہیں، ان چار ٹکڑوں کو قرآن۔ وحی۔ شریعت اور دین سے تشبیہ دی ہے۔ تلوار کو لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی شرح اور تلوار کے جوہر کو قضا و قدر کی آنکھ قرار دیا ہے۔ یہی تلوار، مومن کے لیے تعویذ اور دجال کے لیے قضا کا پھندا ہے۔

۲۰۔ قدسی: فرشتے۔ یعنی جب شاہِ انس و جن، امام مہدی آخر الزماں دریا کریں گے تو سورج، نیزے، چاند، ڈھال، آسمان، گھوڑا، اور ستارے، زرہ، دھنک، کماں، نذر دینے حاضر ہوگی۔ حضور کا ایک نشان دار کو کہکشاں کہیں گے۔ داہنے ہاتھ پر ملائکہ، بائیں طرف جن کی فوج جاہ و جلال کے ساتھ ہوگی۔

۲۱۔ پارس: وہ پتھر جو ہر چیز کو سونا بنا دیتا ہے۔ سنگ: پتھر۔

۲۲۔ کور: اندھا۔ محکمہ: عدالت۔ داد طلب: مقابل۔ مور: چیونٹی

۲۳۔ قُم: اٹھو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کسی مردے سے کہتے تھے "قُم، قُم"، تو وہ مردہ زندہ ہوکر اٹھ بیٹھتا تھا۔

۲۴۔ شیخ مفید: محمد بن محمد بن نعمان، عکبری، بغدادی متوفی ۴۱۳ھ کا لقب، جن کی کتاب الارشاد بہت مشہور ہے۔ پدید: ظاہر۔

۲۶۔ الاغ: خچر۔ سواری کا گدھا۔ مکیں: قیام پذیر۔ بیٹھا ہوا۔ گبر: کافر۔ آتش پرست۔ نقرہ: چاندی فرسخ: چھ کیلو میٹر کی مسافت۔

۲۷۔ سحر: جادو۔ باغِ اِرَم: شدّاد کا بنایا ہوا ایک باغ۔ عقرب: بچھو۔ مار: سانپ۔

۲۸۔ برملا: اعلان کے ساتھ۔ گرسنہ: بھوکا۔

۲۹۔ خروج: برآمد ہونا۔ نکلنا۔ برکت قطع ہوگی: خوش حالی نہ رہے گی۔ سرِ بسر: بالکل۔ روئیدہ ہونا: اگنا۔ گیاہِ تر: تازہ گھاس۔

۳۰۔ وُرود: اترنا۔ پہنچنا۔ نمود: ظاہر۔ کنار: آغوش۔ گود۔ مصحفِ ناطق: بولتا قرآن۔ امام زمانہ۔ ضم ہونا: ملنا۔ متصل ہونا۔

۳۱۔ ایستادہ ہونا: کھڑے ہونا۔ مقدور: امکان۔ اِرث: ترکہ، میراث۔ ملکیت۔

۳۲۔ قلب: الٹنا۔ استعمال الفاظ کا ایک حسن و صنعت۔ صنعتِ قلب کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ: الفاظ کا اس طرح واقع ہونا کہ ایک لفظ کو اس طرح استعمال کرنا کہ پہلے لفظ میں حروف کی ترتیب کچھ اور ہو اور دوسری مرتبہ اسی لفظ کے حروف کی ترتیب کچھ اور۔ جیسے روح اور حور۔ اگر حروف کی ترتیب بالکل برعکس ہو تو "مقلوبِ کل" کہتے ہیں جیسے اقبال۔ "لابقا"۔ اقبال کو جو قلب کیا لابقا ہوا یا "الٹیں عقلا شرع کو تو عرش ہو پیدا"

۳۳۔ زشت فام: بدصورت۔ گام: قدم۔ آشفتہ: پریشان۔ رو سیاہ: کالا منہ۔

۳۴۔ زینہار: خبردار۔ اجل شعار: موت کا نشان۔

۳۵۔ جلوہ: دکھاوا، تلوار کو جلوہ دینا، تلوار کو ہوا میں چلانا۔ برش: کاٹ

۳۶۔ پنبہ: روئی۔ حلاج: روئی دھنکنے والا۔

۳۷۔ حدت: تیزی۔ ستر: پردہ۔ حجاب: شرم۔ جحیم: جہنم۔ بیم: خوف۔

۳۸۔ صور: بگل وہ آلہ جسے اسرافیل قیامت سے پہلے تین مرتبہ پھونکیں گے۔ نفخۂ ثانی: دوسری مرتبہ پھونکنا۔ افسردہ: مرجھایا ہوا۔

۳۹۔ روح الامیں: جبریل۔

۴۰۔ تردامن: گنہ گار۔

۴۱۔ دار و گیر: پکڑ دھکڑ۔

۴۱۔ زہد و اتقا: پرہیزگاری اور خوفِ خدا۔

۴۳۔ دادخواہ: فریادی۔ داد: انصاف

۴۴ حزیں: غمگیں۔

۴۵۔ مقال: کلام۔ اِفتخار: اعزاز۔ فخر۔ پیشوائی: استقبال۔

۴۶۔ جرح: زخم، زحمت۔ ہرج: زحمت۔ عَرَق: پسینہ۔

۴۷۔ گردوں: آسمان۔ ہفتاد: ستر۔

۴۸۔ گوسفند: بکرا۔

۴۹۔ اِنفصال: مقدمہ انفصال ہوگا۔ مقدمہ کا فیصلہ ہوگا۔

۵۰۔ مُوَکَّل: نگہبان۔ مقرر۔

۵۱۔ خمیدہ: جھکا ہوا۔

۵۲۔ قہر میں ہے: جلال میں ہے۔

۵۳۔ دَین: قرض۔ ذمے داری۔

اعلیٰ اور معیاری کتابیں

خطبات و ادعیات

نہج البلاغہ : حضرت علیؓ کے خطبات و خطوط کا نادر نسخہ، ترتیب عبدالرزاق ملیح آبادی
رئیس احمد جعفری، مولانا مرتضیٰ حسین فاضل

صحیفۂ کاملہ : بیاد کربلا کی ادعیہ کے ...
مکمل مجموعہ، ترجمہ ...

صحیفۂ علویہ : حضرت علی ابن ابی طالب کی ...
ترجمہ و حواشی : سید مرتضیٰ ...

اسلامیات

احکام القرآن : چودھری ...

اسلام کا طول و عرض : غلام ...

اسلامی معلومات : زاہد ...

قوت القلوب : تالیف شیخ ابوطالب ...
صفحات ۲۰۰۰

مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم ۱۷ ...
فی حصہ ۴۰ روپے، مکمل ...

تہذیب احیائے علوم : ترجمہ نذیر ...

عوارف المعارف : ترجمہ رشید ...

من کی دنیا : ڈاکٹر غلام جیلانی ...

رمزِ ایمان : ڈاکٹر غلام جیلانی ...

شیخ غلام علی ...

سیرت و سوانح

رحمت للعالمینؐ : قاضی سلمان منصور پوری ۳ جلدیں	۱۲۰ روپے
سیرت النبیؐ مکمل ابن ہشام : ترجمہ مولانا عبد الجلیل صدیقی	۳۰۰ روپے
رسولِ رحمتؐ : مولانا ابوالکلام آزاد	۹۰ روپے
انبیاء کرامؑ : مولانا ابوالکلام آزاد	۴۵ روپے
آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار : ترجمہ رئیس احمد جعفری	۶۵ روپے
رسول اکرمؐ کی سیاستِ خارجہ : پروفیسر محمد صدیق	۶۰ روپے
انوار انبیاءؑ : ادارہ تالیف و تصنیف	۵۵ روپے
انوار اولیاء : رئیس احمد جعفری	۷۰ روپے
انوار اصفیاء : ادارہ تالیف و تصنیف	۸۰ روپے
حضرت علی ابن ابی طالب : ارمان سرحدی	۶۰ روپے
الفاطمہؓ معہ ادعیہ عربی اردو، ترجمہ سیدہ اشرف ظفر	۴۰ روپے
زندگانی سید الشہداء : ترجمہ سیدہ گلشن بتول	۲۵ روپے
ذکر حسینؑ : مولانا کوثر نیازی	۱۲ روپے
پیغمبر انقلابؐ : مولانا کوثر نیازی	۶ روپے
الفاروقؓ : شبلی نعمانی	۳۰ روپے
پنجاب کے صوفی دانشور : قاضی جاوید	۲۵ روپے
سیرت ائمہ اربعہ : ترجمہ رئیس احمد جعفری	۶۰ روپے
سید احمد شہیدؒ : مولانا غلام رسول مہر	۸۰ روپے
جماعتِ مجاہدین : مولانا غلام رسول مہر	۳۵ روپے
سرگزشت مجاہدین : مولانا غلام رسول مہر	۶۵ روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز، چوک انارکلی، لاہور نمبر ۲-